

یا اللہ

سُنَّةٌ مِّن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لَهَا مِن قَبْلِهَا
عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي
وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ. (الحديث)

ہم سنی کیوں ہیں؟

بجواب:

میں شیعہ کیوں ہوا؟

روافض کے ۱۱ سوالوں کا جواب

تالیف: مولانا حافظ مہر محمد میا نوالی

جس میں بڑی محنت و جستجو شیعہ کے ۱۱ سوالوں کا علمی، تحقیقی،
الزامی مسکت جواب فریقین کی معتبر و مستند کتابوں سے مرتب کر کے
اتمام حجت کی گئی ہے۔ زبان سنجیدہ، دلائل زاری سے پاک
علماء طلباء، مناظرین، مبلغین اہل سنت و جماعت کے لیے
خاص تحفہ

ناشر مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

يا الله لا اله الا الله محمد رسول الله
 (بکر صدیق) سَنَنْتُهُ مِنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قُبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا نَجِدُ لِسَانَهُمْ مَخْمُومًا
 عَلَيْكُمْ لِسَانِي وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيَيْنِ - (الحديث) القرآن

ہم سنی کیوں ہیں؟

بجواب:

میں شیعہ کیوں ہوا؟

روافض کے ۱۱ سوالوں کا جواب

تالیف: مولانا حافظ محمد میاں والوی

جس میں بڑی محنت و جستجو شیعہ کے ۱۱ سوالوں کا علمی، تحقیقی، الزامی مسکت جواب فریقین کی معتبر و مستند کتابوں سے کر کے اتمام حجت کی گئی ہے۔ زبان سنجیدہ، دلائل آری سہ پاک علما طلباء، مناظرین، مبلغین اہل سنت و جماعت کے لیے

خاص تحفہ

ناشر: مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میاں والی
 عثمان علی عثمانی

طبع: جہانم

قارئین کی خدمت میں گزارش

حاجد، مصلیٰ۔ کتاب ہذا ایک شیعہ النشار پر داز عبد الحکیم مشتاق کے رسالہ "میں شیعہ کیوں ہوا؟" میں سنیہ پر سو سوالوں کا مفصل سنجیدہ جواب ہے جو جناب غلام مصطفیٰ آف ڈھیلی (جکوال) نے بغرض جواب بھیجا تھا۔ اس میں مذہب شیعہ کے اصول و فروع پر ان کے مسلمہ اصول و روایات کی روشنی میں مدلل اصلاحی تنقید کر کے مذہب حق اہل سنت والجماعت کی حمایت اور ترجمانی کی گئی ہے۔ بغیر سنی حضرات اگر تنقید پسند نہ کریں تو وسطیہ نہ کریں۔ لیکن جو حضرات تقابلی مطالعہ سے تحقیق حتیٰ کرنا چاہیں تو فریقین کے نظریات کی یہ کتاب ان کے لیے بڑی دلچسپ ثابت ہوگی خصوصاً اہل سنت حضرات اپنے مذہب کے تحفظ و تبلیغ کے لیے ضرور مطالعہ کریں۔

کتاب کا انداز بیان تحقیقی اور علمی ہے۔ فضولیات اور سو فیاض گفتگو ہم اہل سنت کے شایان نہیں۔ ہاں گنتی کے چند مقام اگر آپ کو تلخ نظر آئیں تو معذرت خواہ ہوں کہ وہ سوال کی صدائے بازگشت ہوگی۔ قرآن کریم، منصب رسالت اور اصحاب رسولؐ کے دفاع میں غیرت کا تقاضا بھی تھا۔

حوالہ جات سنی و شیعہ کے منبر مرصع در سے بڑی محنت سے خود مطالعہ کے بعد فراہم کیے ہیں ضمانت دی جاتی ہے کہ وہ بر محل اور درست ہیں۔ انعام بازی اور اشتہا فروشی اہل علم کے مناسب نہیں کسی حوالہ کو غلط ثابت کرنے والے کا ہم علمی لوہا مارتے لیں گے۔ اگر کوئی صاحب جواب کہیں تو وہ ہماری طرح پورا اقتباس و حوالہ لکھ کر سنجیدہ نزدیکی کریں۔ ورنہ جواب کے بجائے اس کی شکست کا اعتراف سمجھا جائے گا۔

کتاب میں ہر قسم کی سنجیدگی نہیں۔ مشکل مالماتہ۔ اور عام فہم۔ اگر کوئی صاحب کم علمی یا مسئلہ کا پس منظر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کہیں الجھ جائیں تو مراجع کتب کے صفحہ میں پڑتال کریں کہ شیعہ حوالہ ہے یا سنی تحریر ہے۔ اگر سنی حوالہ ہو یا میری تحریر ہو تو مجھے جوابی خط لکھ کر لکھی گئیں ہم تو اصحاب اقراب ربی کے غلام ہیں ہر دم کی محبت و حمایت پر جینا اور مرنا چاہتے ہیں۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خدایا! اہلسنت مہر محمدیانا الوی ۲۲ ربیع

علماء کرام اور قارئین کی آراء گرامی

۱۔ مولانا مہر محمد صاحب محتاج تعارف نہیں۔ اپنی فاضلانہ تحریروں اور تصنیفوں ذریعہ خوب تعارف ہو چکے ہیں خصوصاً صاحب کرام ضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب سے جو دفاع انہوں نے کیا ہے اور ان محترم حضرات کے کارناموں پر جو روشنی ڈالی ہے اس نے ان کے نام کو اور روشن کر دیا۔ از مولانا محمد اسحق صدیقی (سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ) مدرسہ عربیہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۲۵ مکتوب ۳۰ مارچ ۱۹۸۸ء

۲۔ بخدمت جناب مولانا مہر محمد رضا زید مجاہد۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہمارے بڑے بڑے علماء نے اب تک یہی سمجھا کہ شیعہ مسئلہ معمولی مسئلہ ہے۔ اب ساری عمر جو تفسیر و حدیث اور فقہ پڑھاتے رہے ہیں انکو شیعہ مذہب سے واقفیت نہیں۔ حالانکہ شیعہ مذہب ہی اسلام کے نام پر اسلام کے مقابل میں مذہب کفر والحاد ہے جو گروہ اپنے من گھڑت کلمہ اور بے بنیاد آذان میں خلیفہ بلا فصل کے اعلان سے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بغاوت کرتا ہے اور سلسلے ملک میں انکی آذان گونج رہی ہے ان سے کہل سلام کی بات میں اشتراک ہو سکتا ہے۔ آپ عبد الحکیم کے رسالہ "میں شیعہ کیوں ہوا؟" کا جواب ضرور لکھیں۔

(خادم اہلسنت) مولانا قاضی مظہر حسین رضا امیر تحریک اہلسنت پجوال۔ ۱۸/۴/۹۹ھ

۳۔ دیوبند کے ختماع میں آپکی ملاقات سے بہت خوشی ہوئی اور آپکی علمی و تصنیفی سرگرمیاں معلوم ہو کر شکریہ الہی بجا لایا کہ آپ اپنی نداد اہل جنت کو برائے کار لاکر اس نعمت کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ بارک اللہم وفقکم آج آپکا ارسال فرمودہ قیمتی مدیر بصفتہ شکیہ وصول ہوا یعنی کتاب "مسئلہ عزاداری اور تعلیمات اہلسنت" پہنچی اور دیکھ کر دل خوش ہو گیا اور دعائیں نکلیں۔ بزم اکمل اللہ احسن الجزاء از مولانا محمد طاسیلین مجلس علمی ٹاؤن کراچی (۲۱ اپریل ۱۹۸۸ء)

۴۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "شیعہ حضرات سے سو سوال" نظر سے گزری بلا مبالغہ یہ ایک عمدہ کاوش ہے اور وقت کی اہم ضرورت، اس قیمتی عظیم کام کو باک کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا درست انتخاب کیا ہے۔ از مہر حسین ایڈووکیٹ سو سائٹی کراچی ۲۸/۸

۵۔ مثلاً آپکا مطالبہ بندش عزا داری دے مسئلہ عزا داری اور تعلیمات اہلیتؑ ضد پر خوب سنی حضرات کتب اسلامی ہی نہیں پڑھتے شدید لٹریچر پھینکانکے پاس کمال وقت ہے۔ اور یہاں پر تو راپ بٹھار کھابے۔ آپکا شکریہ کن الفاظ سے ادا کروں خدا ہی آپکو اس نعمت کا اجر عطا فرما سکتا ہے۔ اپنے عزا داری کے مسئلہ کو خوب لیا ہے۔ ملک سیر محمد دھڑی صدر جمعینہ عجیب صی ۱۲۰ این جوہر آباد

مکرمی السلام علیکم! آپ کا مراسلہ مع کتابچہ تحفۃ الانبیاء (دو کاپیاں) دفتر اہل امین تشکیہ کے ساتھ وصول کیا گیا۔ جذبہ تعاون کا تشکیہ نیز مذہبی معاملات میں اپنی گہری دلچسپی قابل ستائش ہے۔ والسلام۔ آپ کا غلط عبد الرحمن قریشی۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر شعبہ قرآن اسلام آباد ۱۱ فروری ۱۹۸۰ء

واضح ہو کہ آپ کی تصنیفات سے آپ کے وسیع علم اور دنیا کی کاپتہ چلتا ہے۔ جب تک آپ کی تصنیفات ہونگی مخالفین کو ہر میدان میں جو بے پڑیں گے فی الحال دو کتا میں مطالعہ کی ہیں۔ شبیہ حضرت سے ایک سو سولہ اور تحفۃ الانبیاء... شبیہ جنگ علفی بمقام دو اکتی نہ ماری فتح جنگ (انک)

دیا ہے بالکل صحیح ہے لیکن افسوس کیسا تھم لکھنا پڑتا ہے کہ سنی حضرات پہلے کہاں تھے جبکہ شیعوں... اور منافقوں نے دین حق میں تحریف کر دی... آپ پہلے شخص ہیں جس نے ان کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے جو ان کے سوالات کا جواب دیا ہے۔ آپ بیشک عباد میں مگر میرے بھائی آپ اکیلے یہ کام نہیں کر سکتے اس کے لیے آپ کو مؤمنوں کی جماعت بنانی پڑے گی۔ از محمد عبد السمیع کرکچی

سے یہ اپیل کرتا ہے۔

تمہارے قدم مضبوط کرے گا۔

(کتابچہ کے مضامین کا جواب)

”اہل سنت کی ۱۲ احادیث،

آئمہ شیعہ کے نائب ہونے کی حقیقت ۴۴

نائب رسول محصوم نہیں ہوتے ۷۷

دس آیات کی ہمشال معنوی تخریف ۶۴ تا ۷۴

آیت اولی الامر کی بحث

۶۸ اہل سنت کی خدماتِ دین

کتاب کا مقصود، حصہ دوم

سوال طتا. البسمل السنه والحماكي وجه قسمه

سنی و شیعہ کی احادیث سے ثبوت

۵۱ مدتی کون سے؟

سوال ۲۰ تا ۲۰ بات لفظ شمع کی تحقیق

— ۱۰۰ —

۱۱ شیعہ مذہب کی تصویر

۱- توحیدِ باری تعالی

۱۸ اللہ عیب سے پاک ہے

۲۱ ۲-عدل

۳- نبوت و رسالت

۲۷ مقام رسول (علیہ السلام) اور اہل سنت

”سو و نبيان کا مسئلہ

سُئِدَ عَلَيْهِ غَنِيْبٌ

۱۹ م. - امامت

ماہنامہ رسول کی انتہائی ضرورت کیوں ہے؟ ۳۸

[illegible]

۸۲	قرآن ذابریغ کی روشنی میں	۱۳۲	حق چار بار کا ثبوت
۸۷	مذمت شیعہ میں ۹ آیات قرآنی	۱۳۵	چار باران نبی کا احادیث میں ذکر خیر
۹۲	حضرت علیؓ کے لشکر کی چار قسمیں	۱۳۸	سوال ۳۸ حضرت اہلبیت و خلفاء کے تحائف
۹۵	شیعہ، ناہبی اور افضی کی تعریف (نت)	۱۳۹	سوال ۳۹ حضرت فاطمہؓ کی معاشر
۹۷	شیعہ اور غلامی	۱۴۰	شیعہ روایات کی روشنی میں
۹۹	سوال ۳۱۱ بابت الہیات	۱۴۱	حضرت علیؓ کا حلیہ فاطمہؓ کی زبانی
۱۰۱	اہل سنت کی توحید	۱۴۱	سوال ۴۴ بابت حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی
۱۰۲	شیعہ کی توحید	۱۴۳	انباء اکابر میں ایک نکتہ
۱۰۵	دوزخ کی وسعت پر اعتراض	۱۴۳	حضرت ابو بکرؓ اور فاطمہؓ کا جنازہ
۱۰۷	مسئلہ تغذیر	۱۴۵	حضرت علیؓ پر فاطمہؓ کی ناراضگی (شیعہ روایات)
۱۰۷	عقلی دلائل	۱۴۵	حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکرؓ سے خوش گئیں۔
۱۰۷	نقلی دلائل	۱۴۷	ارضاء مندی کی روایات
۱۰۸	رضا اور مشیت میں فرق	۱۵۰	سوال ۴۵ بابت شیعہ کے قرآن پر اعتراض
۱۰۹	کفر اور تبرے کا مفہوم	۱۵۰	جمع قرآن اور شیعہ کا صحت قرآن پر عدم ایمان
۱۱۱	مسئلہ رویت الہی	۱۵۷	خلفاء راشدین قرآن کے حافظ تھے
۱۱۳	شیعہ حضرت علیؓ کو الہ مانتے ہیں۔	۱۵۹	حضرت علیؓ کے جمع قرآن کا افسانہ
۱۱۵	دیدار الہی پر نقلی دلائل	۱۶۲	مسئلہ سہو انبیاء علیہم السلام
۱۱۷	سوال ۳۳ عدالت حضرت صحابہ کرامؓ	۱۶۵	شیعہ یقیناً تحریف قرآن کے قائل ہیں۔
۱۲۰	عصمت انبیاء علیہم السلام	۱۶۷	چھ قسم کے اقرار
۱۲۲	شیعہ کے ہاں عصمت انبیاء مشکوک ہے	۱۶۸	اتقان کی روایات نسخ کا جواب
۱۲۳	سوال ۳۳ تا ۳۵ بحث خلافت	۱۷۲	سوال ۵۵ تخیل و تخییم کا اختیار کس ہے
۱۲۵	سنی و شیعہ کی خلافت و امامت میں فرق	۱۷۳	خلافت شرع شیعہ مسائل
۱۳۰	سوال ۳۷ تا ۳۹ مسلمانوں کے نعروں کی حقیقت	۱۷۳	مسئلہ بد

۱۴۴	۲۰ متعہ دوریہ	۲۱۴	متعہ اور شیعہ کے ذمہ دار حضرات
۱۴۵	۳۰ بخیر صبیحہ یومین برعزہ دھوکہ کی اجازت	۲۱۶	متعہ نہ کرنا لامامی دین کا منکر ہے۔
۱۴۸	تحقیقی جواب بابت تخیل و تخییم	۲۱۷	متعہ کے فضائل اور تعریف
۱۴۸	شیعہ کے لیے واجب الاتباع دو چیزیں	۲۱۷	تفسیر طبری کی روایت کا تحقیقی جواب
۱۴۹	۵۶ متعہ کی بحث	۲۱۷	س ۴۳، ۴۴، ۴۵ حضرت ام کلثومؓ کا حضرت
۱۸۳	۵۷ تفسیر اور کتمان کی بحث	۲۱۹	عمرؓ سے نکاح
۱۸۶	شیعہ کے تفسیر و کتمان اور اہلسنت کے	۲۲۰	س ۵۷ ازواج مطہرات اور اصحاب رسولؐ پر
۱۸۶	جبر و اکراہ میں فرق	۲۲۰	س ۵۷ ازواج پاک اور صحابہ کرامؓ بھی اہلبیت
۱۸۹	تفسیر کا معنی مذہب چھپانا جو اس دور میں فرض	۲۲۹	رسولؐ ہیں۔
۱۸۹	قطعی ہے۔	۲۳۳	س ۷۹ خلافت کا انعقاد
۱۹۲	مختار تفسیری کا تعارف (حاشیہ)	۲۳۷	خلافت کے متعلق بدایات نبویؐ
۱۹۵	س ۹۹ چھ فقہی مسائل	۲۴۰	سقیفہ میں حضرت صدیق کا انتخاب
۱۹۷	کیا شیعہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے؟	۲۴۰	خلافت صدیقی اور حضرت علیؓ
۱۹۷	با وضو قرآن کا نکلنا جھوٹا	۲۴۲	س ۸۰ صدیقین کون کون ہیں۔
۱۹۸	سورۃ توبہ کی بسم اللہ کیوں نہیں	۲۴۲	س ۸۰ حضرت عمرؓ اور علیؓ
۱۹۹	بسم اللہ کی قرأت	۲۴۵	حضرت عمرؓ کا علم
۲۰۰	شنا۔ الصلوۃ خیر من النوم	۲۴۶	س ۸۲ شیعہ میں اور جنازہ رسولؐ
۲۰۱	نماز تراویح کا ثبوت	۲۴۹	س ۸۲ حضرت عائشہؓ و عثمانؓ
۲۰۳	نماز میں تہ باندھنے کی ۹ توثیق شدہ صحیح احادیث	۲۵۰	حضرت علیؓ و فاطمہؓ
۲۰۸	کیا مالکی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں؟	۲۵۰	س ۸۲ لشکر اسلامؓ کی روانگی اور شیعہ کا ہنکان
۲۱۰	روزہ کے افطار کا وقت	۲۵۲	س ۸۷، ۸۸، ۸۹ نام کی چند جلی روانیں
۲۱۲	سنی شیعہ کے سترہ قرآن ہیں	۲۵۶	س ۸۸ حضرت حسینؓ کے گھوڑے کی نقل
۲۱۲	س ۸۸ بحث متعہ عملی حیثیت سے	۲۵۸	س ۸۹ پاؤں کا دھونا اور مسح کرنا

حصہ اول کنایہ کے مضامین کا جواب بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر قسم کی حمد و ثنا اس ذات پاک کے لیے زیبا ہے جس نے تمام مخلوقات کو ظلمتِ عدم سے نور وجود عطا کیا۔ ہر ایک کو روزی دے۔ ہا ہے۔ ہر چیز کے حالات سے باخبر ہے تمام چیزوں پر ہر قسم کا کنٹرول اور قدرت اسی کو ہے وہ جو چاہے سو کرے کتنا ہے۔ وہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے خصمانیت سے منزہ ہے وہ وعدہ لاشریک ہے۔ اس کی ذات میں اس کی صفات میں اس کے افعال میں اور اس کے کمالات میں مخلوقات اور بندوں میں سے کوئی بھی اس کا کسی قسم کا شریک و ہم نہیں اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس نے کسی کو اپنے نور سے نور یا حصہ جدا کر کے بطور اولاد بنایا اور اسے کارخانہ قدرت میں عطائی طور پر شریک کیا نہ اس کا کوئی ماں باپ یا بزرگ ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہو یا کسی کی بات اور سفارش کے آگے وہ جبر و جبر۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اولیاء و ذی شان علیہم رحمۃ الرحمن اور دیگر تمام نوری ناری خاکی مخلوق اس کے بندے ہیں اور اسی کے رحم و کرم کے ہر دم محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کی برابری اور ہمسری گریز الاکرنی نہیں۔ دعا پکار۔ استمداد۔ رکوع سجود۔ اذکار تلاوت قرآن طواف بیت نذر و نیاز قربانی روزہ حج وغیرہ ہر قسم کی عبادت کا وہی مستحق ہے۔ اس کی ذات کمالات اور حقوق میں کسی کو شریک کرنے والا مشترک اور دوزخی ہے۔

لاکھوں درود نامہ و درود ہزاروں برکات لا محدود ہر دم ان نفوس قدسیہ پر ہوں جن کو انبیاء و رسل بنا کر خلق کی ہدایت کے لیے خلاقِ علیم نے بھیجا۔ اگر وہ نہ آتے یہ بھٹکی ہوئی دنیا خدا کی مسرت تک رسائی نہ پاسکتی۔ یہ ہادیانِ مخلوق تمام عیوب سے پاک تھے۔ گناہوں سے معصوم تھے، پیغام رسالت پہنچانے میں امین تھے۔ وحی الہی کے مہبط اور شریعتِ خداوندی کے گہوارہ تھے۔ وہ پیغمبرانِ ہادیانہ فرشتہ انجام دینے میں علانیہ دعوتِ توحید دیتے رہے۔ دشمنوں کے خوف سے چھپ کر غائب نہیں ہوئے۔ تبلیغ و تعلیم صاف اور

۲۵۹	شہداء اور ہم	۲۸۷
۲۶۱	سادات کے مظالم	
	ضمیمہ	
۲۶۳	دس ہزار روپیہ انعام کے دس سوال	
۲۶۴	اور ان کے جوابات	
۲۶۶	سوال ۱۔ خلفاء اربعہ سنی المذہب تھے۔ ۲۹۲	
۲۶۷	سوال ۲۔ افعال قبائح پر تمکین	
۲۶۹	سوال ۳۔ شہداء اور رزنگیلہ رسول پھلت	
۲۷۰	سوال ۴۔ آیت استخلاف سے فاروقی اعظم کی خلافت پر حضرت علیؓ کا استدلال	
۲۷۱	حضرت ابو بکرؓ کا استدلال	
۲۷۲	سوال ۵۔ نماز میں دعائے قنوت	
۲۷۳	سوال ۶۔ قرآن کریم کی صحت کا مطلب	
۲۷۴	سوال ۷۔ انام مہدی اور شیطان میں موازنہ؟	
۲۷۵	سوال ۸۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت خلافت	
۲۷۶	سوال ۹۔ متعہ اور استمتاع قرآن کی روشنی میں۔	
۲۷۷	سوال ۱۰۔ نام شہیر	
۲۵۹	جہ جوار کی بحث	
۲۶۱	سن ۹ صیبر کرام کی مغفرت	
۲۶۲	سن ۹۱ البنت کو الزام دینے کے لیے چند	
۲۶۳	مجموعے مصادر	
۲۶۴	غزوہ حنین کا مختصر قصہ	
۲۶۶	صحابہ دشمنی پر عقلی گرفت	
۲۶۷	شیخین کی ثابت قدمی	
۲۶۹	بیعت رضوان کے ناقص کون؟	
۲۷۰	سن ۹۳۹ خلفاء راشدین کے مجاہد	
	(۱۱ اطائف و نکات)	
۲۷۱	سن ۹۴۱ ایک ناجائز انتہام	
۲۷۲	سن ۹۵۱ قاضی خان کا حوالہ	
۲۷۳	سن ۹۶۱ سرالعلمین انام غزالی کی نہیں	
۲۷۴	رافضی کی کتاب ہے۔	
۲۷۵	سن ۹۷۱ اجرت پر زنا میں بھی حد ہوگی۔	
۲۷۶	شہداء کے مانگے ہوئی فرج حلال ہے	
۲۷۷	سن ۹۸۱ حضرت عثمانؓ پر طعن	
۲۷۸	سن ۹۹۱ حضرت معاویہؓ پر طعن	
۲۷۹	سن ۱۰۰۱ واقعہ اور حضرت زین العابدینؓ	
۲۸۰	توہ کے نقصانات	

ماضی الفاظ میں کی کبھی تفسیر بنیاد نہ ہو سکی اور مانی الضمیر چھپانے سے کام نہیں لیا۔ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیروکاروں اور امت مسلمہ کو نمونہ ہدایت بنا کر چھوڑ گئے جن کے علماء و مشائخ کتاب اللہ کے محافظ اور حدود شرعیہ کے شاہد تھے۔ جیسے ارشاد ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ
يُحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ
هَادُوا وَالسَّابِّغُونَ وَالْأَحْيَاسُ بِمَا
اسْتَحْفَظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَالُوا عَلَيْهِ
شُهُلًا (مائداہ ع ۷)

جیسے ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت ہے اور نور ہے وہ نبی جو مطیع خدا تھے یہودیوں کے فیصلے اسی کے مطابق کرتے رہے اور اسی طرح اللہ والے لوگ اور علماء جن کو اللہ کی کتاب کی حفاظت سپرد کی گئی تھی اور وہ اس کے گواہ تھے۔ (مقبول ترجمہ)

بے انتہاء رحمتیں اور برکتیں اس ختمِ رسل، ختمِ کل، سلسلہ موجودات، برگزیدہ کائنات، ہادی اعظم، رحمت مجسم، آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم پر ہوں جو انبیاء سابقین کی ہدایت و اقتداء کے علمبردار بھی تھے اور تمام دنیا کے لیے عملاً ہادی مذہب اسلام کے بانی بھی جو اپنے مشن میں جانشین و وارث اپنی تعلیم و تربیت کے شاہکار تلامذہ و اصحاب کو۔ معلومات امت ازواج مطہرات کو۔ ہادیان اسلام تمام صحابہ کرام کو۔ دنیا میں چھوڑ کر گئے جو تبلیغ اسلام کے لیے چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ کسریٰ و قسیر کے تحت سرنگوں کر دیے اور کفر کی بساط الٹ کر۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پرچم اسلام چہار سو لہر ادا دیا اور نہ ہوتے۔ تو یورپ و ایشیا، افریقہ و انڈونیشیا، عراق و ایران، روس و ترکستان، ہند و پاکستان کوئی خطہ بھی دولت اسلام سے مالا مال نہ ہوتا۔

ہزاروں ہزار سلام و برکات ہوں آپ کے خلفاء راشدین، اسلام کے فاتحین پر آپ کی اولاد اطہار پر آپ کی اہل بیت ازواج مطہرات پر۔ آپ کی امت کے ہزاروں اولیاء صالحین پر جن کی تبلیغ و مساعی سے ہم خدا و رسول کی معرفت اور نعمت اسلام سے بہرہ ور ہوئے جو تمام کے تمام ہمارے سرتاج، آنکھوں کا نور، دل کا سرور اسلام کی زینت ایمان کی لذت اور فکر و سوج کا سرمایہ حیات ہیں۔ کہیں کہیں قدسی صفات اکابر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ

علیہ وسلم کی تمام زندگی کا حاصل محنت کا ثمرہ فکر و نظر کا نیشنال اور امت تک بلا واسطہ ترجمان تھے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے اپنا باغ نبوت سجا کر یہ دعا دے گئے

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں پالے ہیں

جیسے آیت بالا میں انبیاء اور تورات کے وارث۔ محافظ اور شاہد بنی اسرائیل کے عام علماء اور ربانین ہزرگان دین تھے اسی طرح مثیل موسیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن اور پوری شریعت محمدیہ کے وارث۔ محافظ اور شاہد امت محمدیہ کے عام ہزاروں علماء ربانین اور ہزرگان دین ہیں۔ امتیوں سے الگ منصوص ائمہ کا سلسلہ ماننے کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ کے زیرِ مطالعہ کتاب جس میں شیعہ مختصر کے شاہکار جہالت پر لڑ خیانیت .. اسواول کے معقول علمی و تحقیقی اور ٹھوس مسکت و الزامی جوابات دیے گئے ہیں حضرت تونہ ہی کرکنا بچے کے مضمون کا جواب لکھا جائے کیونکہ اکثر باتیں سوالات میں آگئیں اور ان کا جواب ہو گیا تاہم چونکہ بعض باتوں کا بار بار تکرار کر کے اضافہ کے ساتھ سادہ لوح قارئین کے ذہن کو سموم کیا گیا ہے اس لیے اس تحریری مقدمہ کا نوٹس لینا بھی ضروری ہے بہت پران تمام کا ذیہ و افترا دت کے جواب میں ہم اسلام نبوی کے ترجمان مذہب اہلسنت کی سلیس و مربوط تقریر لکھ کر مضمون کو طویل نہیں کر سکتے۔ خطبہ مذکورہ کو کافی جانتے ہیں کہ محمد اللہ ہم خدا کو جسم، عیب اور شریک سے منزہ مانتے ہیں۔ انبیاء کو افضل الخلق، تمام عیوب سے پاک اور صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم مانتے ہیں۔ آپ کے بعد جو سلسلہ ہدایت مانتے ہیں وہ شہد ہیں کسی غار میں دفن نہیں ہوا تاہم نور قائم ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ

سائل کے تمام مطاعن و الزامات اس کے اپنے مذہب کی تصویر شیعہ مذہب کی تصویر ہیں جو اس نے چابکدستی سے سواد اعظم اہل سنت والجماعت پر دکھا دیئے ہیں اور مجھے رہ رہ کر تنبیہ آتا ہے کہ خرد و جلال کے اس تمہیدی زمانہ میں

ہمیں پروردگار بھی دیکھنا پڑا کہ جو مذہب پورے ایک ہزار برس تقیہ کے نہال خانہ میں
مستور رہا اور اب بھی اسے تقیہ میں رہنے کی تعلیم ہے وہ ”عالمی مذہب“ بننے کا
دعویٰ کر رہا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر پانچ اشتیاق بھی
ہدایت یافتہ اور مومن تسلیم نہیں کیے جاتے اور آپ کی وفات کے بعد تو سنت نبوی یا اتباع
حضرت رسول مقبول کا صاف صاف انکار ہے۔ وہ سب مسلمانوں کو دینا ذالہ حضور
علیہ السلام کا گستاخ بننا رہا ہے۔ خود ان کی بے قدری و گستاخی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ
وہ کبھی لفظ ”رسول“ کے ساتھ حضرت کعبہ کے نہ بولیں گے نہ ”صلی اللہ علیہ وسلم“
کہہ کر درود بھیجیں گے۔ بس رسول۔ رسول کی رٹ لگاتے جائیں گے گویا ”رسول“
ان سے بھی کمتر عام آدمی ہے۔ یا قوم کا بچہ ہے۔ اس ۸ صفحے کے کتا بچہ میں بھی سینکڑوں
مرتبہ لفظ ”رسول“ ہی لکھا گیا۔ تلاش کے باوجود حضرت رسول یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اس سائل کے قلم سے راقم نے نہیں دیکھا حالانکہ حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے
مطابق آپ کا اسم گرامی لینے یا سننے والے کو درود پڑھنا لازم ہے ورنہ اس پر لعنت برستی
ہے۔ خدائے قدوس کو جو لوگ عملاً معطل اور بیکار رہتی مانتے ہیں۔ کائنات کے تمام امور کے
بند و بست کو ۱۲ ائمہ معصومین کے سپرد مانتے ہیں۔ اور ائمہ نے ان کا نام مفوضہ رکھ کر
ان پر لعنت برساتی ہے اور آج بھی ہر شیعہ یا علی مدد کہہ کر رزق اولاد صحت فتح حاجت
برکری آپ سے چاہتا ہے۔ علم۔ تفسیر اور تہذیب ائمہ کے مثال و محبسے بنا کر ان کے آگے
جھکتا، دعائیں مانگتا، نذر و نیاز بانٹتا اور جبین نیاز جھکتا ہے۔ اور بت پرست مشرکوں
کو ۱۰ قدم پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ کہ وہ کم از کم سمندری سفر میں تو۔ دَعُوْا اللّٰهَ فَحُلِّمْہِمْ
لَهُ الدِّیْنُ۔ صرف خدا کو پکارتے تھے۔ مگر ان کے مذہب کی مبلتہ مغنیہ صبح و شام ریڈیو
پاکستان سے یہ ترانہ گاتی ہے۔

اے میرے مولا علی شیر خدا میری کشتی پار لگا دینا، میری کشتی پار لگا دینا
ایسے ننگ اسلام اور ننگ انسانیت و شرافت لوگ خدا کے غلصہ پر ستارہ سنی مسلمانوں
کو توجید و تنزیہ کے متعلق بھی طعنہ دینے لگ گئے جو لوگ قرآن کریم پر ہندووں عیسائیوں

کی طرح اعتراض کرتے ہیں۔ اور سوال ۲۵ تا ۵۳، ۹ سوال اسی مغرض کے آپ
پڑھیں گے۔ وہ عوام جہلاء کے سامنے اسی قرآن کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بزعم
خود چند آیات اپنی مفروضہ امامت۔ قائلہ نبوت۔ پر پڑھنے کی جسارت کرتے ہیں۔ جو
لوگ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ایک داماد دونوں سے اور
ان کی اولاد میں سے ۱۲ افراد کے علاوہ۔ آپ کی تمام اولاد سے۔ ازواج مطہرات سے،
دامادگان سے، تمام ہاشمی رشتہ داروں سے، تمام صحابہ و تلامذہ سے، پوری امت سے
کہ مدینہ جیسے محترم نبی کے یادگار شہروں سے بلکہ آپ کی طرف سے مخصوص منسوب ہر چیز
سے علانیہ نفرت و بغض رکھتے ہیں۔ تبرے اور لعنتوں کے وٹیفے پڑھتے ہیں۔ آٹائے مدنی
کی یادگار ہر سنت کا مذاق اڑاتے ہیں وہ بزعم خویش آل رسول کے جہلاء اور اہلبیت کی تعلیم
کے علمبردار ہیں کہ مسلمانوں کو کہتے ہیں جو لوگ نجات اور جنت کا حصول صرف اور صرف
اسی میں منحصر مانتے ہیں کہ کوئی شخص علی ولی اللہ کا نیا کلمہ پڑھ لے، شیعہ کلمہ کہ عینہ محمد
میں عم جیش میں دوچار آئیں وہاں لے۔ پھر شریعت کا ترک اور گناہوں کا ارتکاب اسے کچھ
نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ قیامت کے ماننے کے دعوے دار اور اس کا فلسفہ جزا و
سزا پیش کرتے نظر آتے ہیں جو لوگ خدائے عز و جل کے متعلق یہ تاثر دیتے ہیں کہ اس نے
۴۳ سالہ تعلیم و تبلیغ نبوی کے نتیجے میں کوئی انقلاب ہدایت برپا نہیں کیا۔ سب دنیا نبوت سے
پہلے کی طرح نبوت کے بعد بھی گمراہ اور جہنمی بنی رہی۔ علی شیر خدا کے ہاتھ پر بھی پچاس آدمیوں
کو خدانے ہدایت اور معرفت امام نہ جشتی۔ (رجال کشی ص ۳) ابن زیاد وغیرہ کے مقابل حضرت
امام حسین کو مفسور نہیں کیا۔ حضرت زین العابدین کو یزید کا غلام بنا دیا۔ (روضہ کافی حضرت
باقر کو تین آدمی بھی کامل الایمان نہ دیئے۔ (اصول کافی) جعفر صادق کو سترہ وفادار بھی عطا
نہ کیے۔ (اصول کافی) باقی سب ائمہ کے وفادار شیعوں کی تو خدانے بڑی ہی کاٹ دی کہ کتب امامیہ
میں بھی خدانے ذکر نہ کرنے دیا۔ مہدی امام العصر بارہویں تاجدار امامت کو تو خدانے سب
وفاداروں سے محروم کر کے دشمنوں سے خوفزدہ کیا اور کسی غار میں چھپا دیا اور دنیا کا ہادی
قرآن۔ جو حضرت علیؑ نے تالیف و مرتب کیا تھا۔ ان کے ساتھ روپوش کر دیا۔ (شیعہ عقیدہ)

مذہب شیعہ کی اس تاریخ ناقابل تردید کے مطابق خدا تعالیٰ نے بندوں کے ساتھ ہدایت کے سلسلے میں جو (معاذ اللہ) عظیم فراڈ کیا۔ کہ امام و قرآن دونوں کو چھپا کر۔ امام کے شیعوں سے۔ کردار نبی۔ ازواج نبی۔ بنات نبی۔ اصحاب نبی۔ قرآن نبی۔ امت نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سب کو خوب گالیاں اور لعنت و تہرے کروا رہا ہے۔ شیعہ اس خدا کو عادل کہتے ہیں بلکہ عدل کو اصول مذہب میں شمار کرتے ہیں۔ (ابن جریر طبرانی ج ۱ ص ۱۰۰)

رسالہ میں شیعہ الزامات کے جوابات اب ہم شیعہ مسائل کے چیدہ چیدہ مطاعن کے بعد بلفظہ یا خلاصہ نقل کر کے مختصر جواب دیں گے۔ اس کا اقتباس لفظ ”قولہ“ سے شروع ہوگا۔ آیات کا ترجمہ شیعہ مولوی مقبول کا ہے۔

توحید یاری تعالیٰ۔

قولہ۔ ”اسلامی فرقہ مجسمہ کے عقائد بھی ایسے ہیں... جیسا کہ علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے کہ البوداؤد ظاہری اور اس کے تابعین کا بھی مسلک تھا۔ نیز دیکھیے تقوینۃ الایمان مصنفہ اسماعیل دیوبندی خدا کے بوجھ سے عرش کا پرچہ چرانا۔“

جواب۔ خدا کے لیے جسم۔ گوشت پوست خون۔ ہاتھ پاؤں۔ کان ناک وغیرہ تجویز کرنا اہل سنت کے ہاں درست نہیں وہ فرقہ مجسمہ کو گمراہ مانتے ہیں۔ لیس مکتبہ شیعہ (اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں) اس کی شان ہے۔

کتاب الملل کا حوالہ ناقص و غلط ہے توجہ کے ساتھ قابل گمان مواقع میں تلاش سے ہمیں نہیں ملا۔ تاکہ ہم مسائل کی خیانت ظاہر کرتے

حضرت شاہ اسماعیل مصری معروف معنوں میں دیوبندی نہیں۔ نہ ان کے عہد میں دارالعلوم دیوبند وجود میں آیا تھا۔ تیرہویں صدی کے آغاز میں وہ حنفی المسک سنی تھے۔ چونکہ علماء دیوبند سابقہ تمام دین کے خدام علماء کی قدر کرتے ہیں اور یہی ان کے حق پرست و مخلص ہونے کی علامت ہے لہذا ان کے مطاعن کا دفاع کرتے ہیں۔

اس لیے ان کو ”دیوبندی“ مخالفین نے مشہور کیا ہے۔ خدا کے بوجھ سے مراد اس کی عظمت و ہیبت ہے۔ اور اس سے چہ چرنا گویا عاجزی اور خشیت کا اعتراف کرنا ہے۔ دراصل یہ متشابہہ حدیث کا ترجمہ ہے۔ جیسے قرآن میں متشابہہ آیات ہیں۔ اور ان میں خدا کے ہاتھ۔ چہرے۔ آمد۔ نزول۔ جو جسمانی خاصے ہیں۔ وغیرہ کا ذکر ہے۔ ایسی بعض احادیث متشابہات میں بھی ایسی چیزوں کا ذکر ہے اگر قرآن کا انکار کفر ہے۔ تو ایسی حدیثوں کا انکار کرنا یا مذاق اڑانا بھی کفر ہے کم نہیں ہے۔ لہذا ان کے متعلق اہل اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیات و احادیث اپنے ظاہری مفہوم پر ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ مگر ہم اس کو کسی مخلوق کے اعضاء کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے حقیقت اور مفہوم و مراد خدا کے حوالے کرتے ہیں۔ مخدنین۔ اشاعرہ اور غالباً بوداؤد ظاہری بھی مسک رکھتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں خدا کی صفات سے مثلاً ہاتھ سے مراد قوت و نہایت ہے۔ چہرہ سے مراد اس کی ذات ہے۔ آنے۔ اترنے سے مراد اس کی خصوصی توجہ ہے۔ وغیرہ۔ یہ عام حنفیہ اہل سنت علماء کرام اور ماتریدیہ کا مسلک ہے۔ دونوں برحق ہیں کوئی غلط و گمراہ نہیں ہے۔

آیات تشبیہ یہ ہیں ۱۔ بَلْ يَدُّكَ مَبْسُوطَتَانِ (بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ (مائدہ ۶۴) ۲۔ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللَّهِ إِلَّا وَجْهَهُ دَاس کے چہرہ کے بغیر ہر چیز کو فنا ہے۔ (پہ ۱۲) ۳۔ وَجِئِلْ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ قِمَاطِيَّةٌ (حاقہ) اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر لیے ہوئے ہوں گے۔ (یعنی اٹھائے ہوئے ہوں گے) حمل وزنی چیز کا ہوتا ہے۔ عرش جب لطیف ہونے کے بجائے وزنی ہو تو اللہ کے متعلق بھی یہ توہم ہوتا ہے۔ تو یہ آیت متشابہات میں سے ہوتی اسی کے مفہوم کو چہ چرانا والی حدیث بالا میں ادا کیا گیا ہے جس پر جاہل شیعوں کو اعتراض ہے۔ ۴۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ (فقہ ۱۲)

کیا وہ اس کا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ بادلوں کے سائے میں ان کے پاس آئے۔ ۵۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ (الانعام ۳۰) اب کیا وہ اس کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا پروردگار آئے اب جو لوگ ان متشابہہ آیات و احادیث کو نہیں مانتے یا نشانہ طعن بناتے ہیں وہ مومن نہیں مگر وہ ہیں خدا کا فتویٰ

یہ ہے۔
هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّيْسُ بِخَوْنٍ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا (آل عمران ۷)

وہ وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی کچھ آیتیں تو صاف صاف ہیں اور وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ گول مول ہیں اب جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہے وہ فتنہ پھیلانے کی نیت سے اور اپنا مطلب نکالنے کی غرض سے ان گول مول آیتوں کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ ان کا اصلی مطلب سوائے خدا اور ان لوگوں کے جو علم میں مضبوط

ہیں (اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہر ایک (محکم و متشابہہ) ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

شیعہ بھائی غور کریں کہ وہ متشابہہ آیات کی آڑ میں فتنہ گری اور طعن تراشی سے کھوٹے ہونے کا مصداق تو نہیں بنتے۔

شیعہ میں سے فرقہ سالمیہ بصورت انسان چہرہ اور آنکھ کان، ناک، ہاتھ پاؤں سب ثابت کرتے ہیں۔ اور کلینی روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن حکم۔ جو شیعہ کا مرکزی نقشب راوی ہے۔ نے کہا اللہ ٹھوس جسم ہے اس کی معرفت ضروری ہے۔ محمد بن حکم، یونس بن طبیان اور حسین بن عبد الرحمن میانی (شیعہ رواۃ) بھی یہی کہتے ہیں۔ (تحفۃ اثنا عشریہ ص ۱۲) قولہ۔ بعض صوفیاء کا عقیدہ ”ہمہ اوست“ یعنی ہر چیز خدا ہے صوفیاء پر الزام عقیدہ حلول ہے۔ مثلاً منصور نے بھی اپنے کو انا الحق کہا بائزید

بسطامی نے خود کو یزدان کہہ دیا م۔

جواب۔ صوفیاء کی اصطلاحات اور کلام معرفت نہ آپ کچھ جانتے ہیں نہ میں جانتے کا مدعی ہوں اس لیے ایسا اعتراض تو بد فہمی سے پیدا ہوتا ہے۔ صوفی چونکہ خود کو فناء فی ذات اللہ جانتے ہیں تو اپنے وجود کی طرح وہ سب کائنات کی نفی ہی کر دیتے ہیں کہ تمام کائنات اس کے وجود کا پر تو ہے۔ اس کی اپنی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ آیت کریمہ۔
اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْمَلِكُ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (آل عمران ۲) اللہ نور آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے۔
پر غور کیا جائے تو یہ بات قریب الغم ہو جاتی ہے ولہذا الکبریا فی السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (پہ) اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بڑائی ہے) کچھ بھی مفہوم ادا کرتی ہے۔ وہو اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ۔ (اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی) پ انعام۔ اسی کے قریب المعنی ہے۔

گویا صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ کائنات نظر آتی ہے وہ خدا کے وجود کا پر تو یا کمال کی جلوہ گری ہے۔ چراغ کے طاقچہ میں ہونے کی طرح خدائی نور کی مثال تو اللہ نے خود دی ہے۔ موجودہ دور میں ہم بول مثال دے سکتے ہیں۔ کہ اصل روشنی اور پاور بجلی ہے۔ بلب میں چھوٹی تاروں کا کچھ اس کا منظر ہے۔ مگر ہمیں نہ بجلی نظر آتی ہے نہ وہ تاریں۔ ہم تو روشنی ہی دیکھتے ہیں۔ جو کچھ میں کرنٹ آنے کی وجہ سے چمک پڑی ہے اسی طرح تمام کائنات خدا کے وجود کمال کا منظر ہے۔ اسے وہ ”ہمہ اوست“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ توجہ نہ پسند نہیں آئی اور اسے شرک ہی کہیں گے تو لیجیئے اپنے صادق عرفانی مدیر ”ہفت روزہ شیعہ لاہور“ کو مشرک کہیے۔

ہاعلیٰ البشر کیف بشر (بہ تجلی فیہ وظہر

(دیباچہ نیچے البلاغۃ مشاعرہ)

ہاں علیٰ البشر انسان تو ہیں مگر ایسے انسان ہیں کہ خدا نے اس میں اپنی تجلی ڈالی ہے اور بصورت علیٰ انسان رب ظاہر ہوا ہے۔

اور حصول کا یہ عقیدہ تمام شیعوں کا ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ حضرت عزیر و عیسیٰ

کے متعلق اور ہندو اپنے اوتاروں کے متعلق رکھتے ہیں۔
منصور نے انا الحق کہا تو ظاہر میں علماء نے اسے پجائسی پر ٹکا دیا۔ یعنی البسنت
عقیدہ حلول کے قطعی منکر ہیں دراصل صوفیانہ مراتب میں سے ایک خاص مرتبہ منصور
کو حاصل ہوا تو اس کا ظرف تحمل نہ کر سکا اور ظاہر خلاف شرع کہنے لگا۔ بایزید بسطامی
کی بات کا جواب سوال ۲۲ میں پڑھیے۔
قولہ۔ بعض لوگ اس بات کے بھی قائل ہو گئے کہ پروردگار عالم معاذ اللہ جھوٹ
بھی بول سکتا ہے۔ چنانچہ اس مطلب کی نفی میں مولوی عبداللہ ٹوکی پروفیسر اور ٹیل کالج
لاہور نے ایک مستقل رسالہ لکھا کچھ لوگوں کے نزدیک اللہ کو جزئیات کا علم ہی نہیں ہے۔
معاذ اللہ جیسے فلاسفہ یونان کا مذہب ہے۔ اسلامی فرقہ اشاعرہ تو خدا کو محتاج مان لینے
سے گریز نہیں کرتا۔ م۔

جواب۔ یہ جھوٹ والی بات تو نوری شیعہ کی طرف
اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے | سے شرارت اور ان کی بنائی پھیلائی ہوئی بات ہے۔
اور اہل سنت کا ایک فرقہ اسے اپنا کراہل حق کو بدنام کرتا رہتا ہے۔ ہمارے اعتقاد میں
خدا جھوٹ، ظلم، وعدہ خلافی وغیرہ عیوب سے قطعی پاک ہے۔ مسئلہ کی نوعیت صرف
اتنی ہے کہ جہان کو ان واحد میں زیرِ زبر کر سکتے والا خدا۔ خلاف واقعہ بات کہہ سکتا
ہے یا نہیں۔ جسے جھوٹ کہتے ہیں۔ یا کسی نیک ولی پیغمبر کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے
یا نہیں۔ جو ظلم کا ہماری نگاہ میں مفہوم ہے۔ یا جس خدا نے کہہ دیا سَوَاءُ عَلَیْہِمْ
ءَاذَنَّا زَمْہُمْ اَمْ لَمْ نُنْزِلْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (کہ کافر لوگ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ
ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے) وہ خدا البوجل والبولب کو ایمان دے سکتا ہے یا نہیں
یا بحالت کفر ہی جنت میں داخل کر سکتا ہے یا نہیں۔ ان تمام عقلی احتمالات کا جواب
واضح ہے کہ ”اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“ ہم اگر چاہیں تو آپ سے وحی و نبوت
چھین لیں اور آپ کوئی اپنا وکیل نہ پاسکیں۔ چلا۔ جیسے فرامین والا رب قدیر ہر کام
کر سکتا ہے۔ وہ عاجز نہیں۔ پس اسی قدرت کی تعبیر کو اعلیٰ خصلت لوگوں نے کند

الفاظ کیساتھ تعبیر کی ہے اور خواہ مخواہ اہل حق کو نشانہ طعن بناتے رہتے ہیں۔ ورنہ الوداد
کتاب السنۃ ج ۲ ص ۲۹ کی ایک حدیث میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام اہل آسمان و زمین کو
عذاب دے تو وہ ظالم نہیں۔ کیونکہ اس نے اپنی ملکیت میں تصرف کیا ہے، اللہ تعالیٰ
روافض کے شر سے تمام سینوں کو محفوظ رکھے۔ ورنہ کوئی سنی بریلوی یا دیوبندی یہ نہیں
کہتا کہ خدا یہ کام کرتا ہے یا کرے گا۔ (معاذ اللہ) خدا کے علم میں نقص کا قائل کوئی سنی
نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف شیعہ کا خاصہ ہے کہ ”عقیدہ بداد“ کے ذریعے خدا کو جاہل کہتے
ہیں۔ (کافی کتاب البداء) شیعہ کی سینکڑوں احادیث کا مرکزی نقطہ راوی محمد بن
مسلم یہ عقیدہ رکھتا تھا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ اللہ کی لعنت محمد بن مسلم پر یہ وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی
چیز کو نہیں جانتے جب تک وہ موجود نہ ہو جائے۔ (رجال کشی ص ۱۱)

احتیاج الہی کا الزام اشاعرہ پر بہتان صریح ہے۔

قولہ۔ ”علم خدا کی نفی“ بعض مسلمانوں کے نزدیک معاذ اللہ خدا خود بھی معذور
اور دوزخی ہے۔“

نبوت میں بخاری شریف کی یہ حدیث بتائی ہے کہ دوزخ دوزخیوں کو اپنے اندر
لے چکنے کے بعد اہل من مزید کہے گی۔ کیا اور بھی کچھ باقی ہے۔ تب اللہ اسے چپ کرنے
کے لیے اپنا پیر رکھ دے گا۔ وہ سمٹ جائے گی اور کہے گی۔ پس قسم ہے تیری عزت
کی ”ذرا غور کیجیے جس قوم کا خدا ہی دوزخی ہو گیا اس کے بندوں کے جنتی ہونے کا
کیا امکان رہ گیا۔“ م۔

جواب۔ اس کا مفصل رد سوال ۲۳ میں کر دیا گیا۔ ذرا باری تعالیٰ کے متعلق ان
شیعہ کی گندی ذہنیت اور بڑھئی کا اندازہ لگائیے۔ کیا اگ بھجانے والے کو یا اسے ظن
میں محدود کرنے والے کو جلعن والا اور سوزتہ کہا جائے گا۔ یا جہنم میں انتظام کرنے والے
فرشتے دوزخی اور مغرب کھلائیں گے؟

صفت ایمان مفصل میں والقدر بخیرہ وشرہ۔ کہ خیر و شر خدا کی تقدیر سے
لے لینی کرنے اور کر سکنے میں فرق ہے۔ کرنا عیب ہے اور کر سکتا تحت القدرت اور کمال ہے۔

ہے۔ کا تفصیلی جواب سوال ۲۵ کے تحت دیا گیا ہے۔

اہل سنت کے مطابق خدا کی صفات حسنہ کا ذکر کر کے سائل لکھتا ہے

قولہ۔ لہذا میں یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوں کہ دنیا کے تمام مذاہب کو بخوبی جانچ لیا جائے۔ مذہب شیعہ جیسا درست، بے عیب اور مطابق عقل و فطرت مذہب کوئی نہیں مل سکتا۔“ ص ۵۔

جواب۔ یہ دعویٰ محض ہے۔ اور غیر کامیاب
خدا کے متعلق شیعہ کے عقیدے | پورا کر اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے۔ عقیدہ توحید میں خلل کا ایک عملی پہلو تو تمہید میں گزرا۔ اعتقادی مزید ملاحظہ ہو۔ ۱۔ اہلسنت کے اعتقاد میں خدا جو کچھ کرتا ہے وہ خود مرضی و مختار ہے۔ کوئی چیز اس کے ذمے لازم و فرض نہیں ہے۔ شیعہ کہتے ہیں۔ خدا کے ذمے فرض ہے کہ وہ رزق دے اور ہدایت خلق کا بند و بست کرے۔ ان کا یہ عقیدہ محتاج ثبوت نہیں ہے۔ مگر کس قدر خلاف عقل نقل سے۔ ارشاد ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ۔ (خدا سے نہیں پوچھا جاتا کہ اُس نے کیوں کیا۔) بھلا عاجز بندہ کون ہے کہ خدا کے ذمے کوئی چیز لازم کرے اور کل خدا کے خلاف استغاثہ کرے کہ تو نے مجھے مقورِ ارزق کیوں دیا اور مجھے ہدایت کیوں نہ دی۔ ۲۔ وہ کہتے ہیں کہ بندوں پر فرض ہے کہ وہ انبیاء آئے سے قبل محض عقل سے خدا کی معرفت حاصل کریں ورنہ ان کو عذاب دیا جائے گا۔

حالانکہ عقلی طور پر خدا کی معرفت فرض لازم نہیں۔ کسی چیز کا لزوم تو حکم شرع سے ہوتا ہے۔ پھر عقل اتنی پاور نہیں رکھتی کہ خدا کو از خود صحیح پہچان سکے ورنہ دنیا میں شرک و کفر نہ ہوتا۔ پھر ائمہ انبیاء سے پہلے عذاب کا مستحق ہونا نص کے خلاف ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا
 اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ رسول نہ بھیجیں۔ (۲۱ ع ۲)

۳۔ شیعہ اسماعیلیہ کا عقیدہ ہے۔ ”خدا نہ موجود ہے نہ معدوم، نہ زندہ ہے نہ

مردہ۔ نہ سننے والا ہے نہ بھرا۔ نہ بننا ہے نہ نابینا۔ نہ عالم ہے نہ جاہل۔ نہ قادر ہے نہ عاجز۔ نہ ایک ہے نہ متعدد ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۶) یہ عقیدہ ہزاروں آیات و احادیث کے خلاف ہے۔

۴۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صرف خدا کی ذات قدیم ہے باقی تمام اشیاء حادث اور نو پیدا ہیں۔ لیکن شیعہ میں سے کا طیبہ، زرارمہ، عجلیہ، قرامطہ اور زاریہ فرقتے کہتے ہیں کہ آسمان و زمین بھی قدیم ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں، ہمیشہ رہیں گے۔ یہ عقیدہ بھی ہزاروں آیات کے خلاف ہے۔

۵۔ اہل حق کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔ مگر شیعہ کے ستون اعظم ابو جعفر طوسی شریف مرتضیٰ اور ایک جماعت کثیر اس کی منکر ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے مقدر اور ان کے افعال پر قادر نہیں۔

۶۔ ہر چیز کا خالق خدا ہے۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ بری چیزوں کا اور بری باتوں کا خدا خالق نہیں خود بندے ہیں۔ یہ عجوسیوں کا عقیدہ قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم اس کے وجود سے پہلے رکھتے ہیں۔ شیعہ کا فرقہ شیطان جو شیطان الطاق صاحب امام صادق کی طرف منسوب ہے وہ کہتا ہے لا یعلم الاشیاء قبل کو نہا۔ اللہ تعالیٰ چیزوں کو وجود میں آنے سے پہلے نہیں جانتا۔ اثنا عشریہ سے متقدمین و متاخرین کا ایک گروہ جیسے مقداد صاحب کنز العمال کہ جزئیات کو بغیر وقوع اللہ تعالیٰ نہیں جانتے۔

عدل | سائل نے اس عنوان سے دو صفحے تحریر کیے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ عادل ہیں ظالم نہیں۔

مگر کوئی مسلمان خدا کے عادل ہونے کا منکر تو نہیں ہے۔ یہ بھی اللہ کی ایک ذاتی صفت ہے اور ہم سب سنی مسلمان اللہ کو عادل و منصف تسلیم کرتے ہیں کسی قسم کے ظلم و زیادتی کو اللہ کی طرف نسبت نہیں کرتے۔ مگر شیعہ کا عقیدہ۔ ایجاب علی اللہ کہ

خدا کے ذمے بندوں کے کئی واجبات ہیں۔ اسے ختم کر دیتا ہے۔ کیونکہ جب کسی نے یہ کہہ دیا کہ یا اللہ تو بادی تھا مجھے ہدایت دینا تجھ پر فرض تھا۔ تو نے مجھے ہدایت نہ دی اور یہ انصاف و عدل کے خلاف ہوا۔ میں جہنم میں کیوں پھینکا جاؤں جب کہ میری غلطی ہی نہیں ہے تو خدا کو شیعہ اصولِ عدل پر لاجواب ہونا پڑے گا۔ خدا کی صفات تو سینکڑوں ہیں ہر ایک کو ماننا ضروری ہے۔ کہ مثلاً وہ حی ہے۔ قیوم ہے۔ خالق ہے۔ باری ہے۔ بصور ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ۔ رحمن۔ رحیم۔ ملک، قدوس۔ سلام۔ یومن۔ مہیمن۔ عزیز۔ جبار۔ متکبر وغیرہ (حشر) ہے۔ ہمیں یہ فلسفہ سمجھ نہیں آتا کہ خدا کی صفتِ عدل کو ہی شیعہ نے اپنے اصولِ خمسہ میں کیوں چنا ہے باقی کسی کو اہمیت نہیں دی۔ کیا باقی صفات کے شیعہ منکر ہیں۔ حالانکہ یہ ترجیح بلا مرجح نظر آتی ہے۔ قرآن کریم میں ایمانیات کے مذکور اصولِ خمسہ تو ہیں۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ
وُرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا بَعِيدًا (دُساوع ۲۰)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید۔ فرشتوں۔ کتابوں۔ پیغمبروں اور قیامت کا انکار کرے وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

شیخ حضرت نے ملائکہ اور آسمانی کتابوں کو اس سے نکال کر اس کی جگہ عدل اور مفروضہ امامت رکھ دی ہے۔ جو بالکل عقل و نقل کے خلاف ہے اور شریعت میں دست اندازی اور تصرف ہے۔ شاید اس سے غرض یہ ہو کہ رسول کی سذگت کی حجیت و اہدیت کے نووہ قابل نہیں۔ آسمانی کتاب ہی دیر پا اور محافظ شریعت ہوتی ہے۔ اس سے جان چھڑانے کے لیے امامت نکالی کہ امام براہ راست خدا کے عادل سے علم لدنی وہی سیکھ کر آتا ہے۔ اسے دنیا میں پیغمبر وقت اور کتاب وقت سے ہدایت پانے کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔ نتیجہ واضح ہے۔ کہ کتاب و سنت رسول کے خلاف جو بات رواج دینا چاہو اسے امام کی طرف منسوب کر کے رائج کر دو تمہیں کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا۔ اور مرضی اپنی کر دے۔

اہل سنت نے آیت بالا پر ہی اپنے ایمان مفصل کی بنیاد رکھی ہے۔ البتہ اس میں ۵

باقول پر عقیدہ تقدیر اور رجعت بعد الموت کا اضافہ دیگر بہت سی آیات سے کیا ہے۔ مثلاً اَنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے بنایا) وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقْدًا لَا تَقْدِرُ (ہر چیز اس نے بنائی ہر ایک کی تقدیر مقدر کر دی) ثُمَّ يُجِيبُكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر تم اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے)

نبوت و رسالت۔ اس عنوان سے چھٹے تحریر کیے ہیں۔ اور اہل سنت پر اعتراض کیے ہیں۔

قولہ۔ ”غیر شیعہ مسلمانوں نے ضرورت رسول کو تسلیم تو کیا ہے۔ مگر اس کو جائز الخطا بلکہ غلطی مانا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں۔

حضرت آدمؑ نے معاذ اللہ خدا کی نافرمانی کی اور رجعت سے نکال دیئے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے معاذ اللہ تین جھوٹ بولے۔ حضرت یونسؑ کو معاذ اللہ ان کے گناہوں کے سبب مچھلی کے پیٹ میں رکھا گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے معاذ اللہ غرور کیا اس کی سزا میں کچھ دنوں سلطنت سے محروم رہے۔ امام بخاری نے کوئی لحاظ نہ رکھا کہ حضور سرور کائناتؐ کے متعلق لکھ دیا کہ (انہوں نے حضرت عائشہؓ کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے حبشیوں کا لگ لگا کھیل دکھایا۔ محصلہ) امیمہ دختر نعمان بن شراحیل کے ساتھ زنا کا منسوب کیا جب آپؐ نے اس سے کہا اپنا نفس مجھے دیدے۔ اس نے جواب دیا بادشاہ زادی بھی بازاری لوگوں کو اپنا نفس مہر کر سکتی ہے آپؐ نے سوچا کہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر تسکین دوں۔ وہ بولی میں سنجیدہ سے خدا کی امان مانگتی ہوں۔ آپؐ نے جواب دیا تو نے بڑے پناہ دینے والے سے امان مانگی ہے۔ پھر اسے سفید کپڑے دیئے اور (طلاق دے کر) رخصت کر دیا۔ (مفصلہ) پھر کہتے ہیں۔ یہی وہ تو ہیں امین اور من گھڑت روایات ہیں جو کتاب ”رنگیلا رسول“ کی بنیاد بنیں۔ یقیناً عقل سلیم رکھنے والا کوئی شخص ایسے رسول کو ہرگز تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا۔ جس کا کردار صحیح بخاری وغیرہ کی مذکورہ روایات کے مطابق ہو۔ عقائد کی پاکیزگی صرف مذہب شیعہ ہی کو حاصل ہے کہ رسول کو ایسے تمام نقائص و عیوب سے پاک اور معصوم مانتا ہے۔ “ ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳،

نبوت سے متعلق مطامع کے جوابات | جواب : خطا بھول کو کہتے ہیں جو انسانی خاصہ ہے اس پر گرفت نہیں ہے۔ گرفت

گناہ پر ہے۔ گناہ کے لیے عمدہ وارادہ شرط ہے ارشاد ہے۔ وَلَئْسَ عَلَيْكَ حُجَاتٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ۔ جس بات میں تم بھول چوک گئے اس پر تمہارے ذمے کوئی گناہ نہیں لیکن اس پر ہے جو بارادہ قلب کیا ہوا (احزاب)۔ حضرت آدم بھول گئے ان کا ارادہ ہم نے نہ پایا (طہ) ان آیات کے مطابق ہمارا عقیدہ ہے۔ قرآن میں مذکور وقوع خطا و زبانیان کا انکار کیوں کریں۔ جنت سے عقیدہ تقدیر اور خدا کے ازلی فیصلہ کے مطابق نکلے۔ دانہ کھانا تو بہانہ بنا دیا گیا۔ ہم کبھی یہ نہیں کہتے نہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے ”خدا کی نافرمانی کی اور جنت سے نکال دے گئے“ یہ بہتان محض ہے۔ البتہ اس آیت کا ترجمہ آپ بھی کرتے ہوں گے الفاظ قرآن کا انکار کفر ہی ہے۔ البتہ ظاہر کے مطابق ہم عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ حسن ادب سے توجیہ کرتے ہیں۔

وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ۔ اور آدم نے اپنے رب کے خلاف کیا لہذا ناکام ہے (ترجمہ مقبول)

۲۔ حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں کذب تو ریبہ کے معنوں میں آیا ہے۔ یا ان کے جلالبت شان کم کچھ اعمال کہ حضرت ابراہیمؑ سے بڑے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقذانہ ذکر فرما دیا۔ جیسے آیت عصی آدم میں خدا نے تنقید کی۔ اپنے سے بڑے کی تنقید جائزہ برتی ہے اس پر اعتراض کیوں۔ اعتراض تو نبی کریمؐ کیسے ذکر کریں۔ البتہ شدید اسے صریح جھوٹ کہتے ہیں کیونکہ کافی باب تقیہ میں امام صادقؑ نے تقیہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ وَاللَّهِ مَا كَانَ سَقِيمًا۔ ابراہیمؑ نے کہا میں بیمار ہوں حالانکہ وہ بیمار نہ تھے۔ (توجہ جھوٹ خلاف واقعہ کہنے کا نام ہے۔)

۳۔ حضرت یونسؑ کے متعلق بالاعبارت صریح جھوٹ ہے ہم ایسا اعتقاد نہیں

رکھتے۔ اگر کسی غیر ذمہ دار مفسر نے لکھا ہو تو اس کا قصور ہے۔ مجموعی مسلک پر کوئی اعتراض نہیں۔

۴۔ حضرت سلیمانؑ کا بالاقصہ غالباً انگریزی کے گم ہوجانے کے سلسلہ میں ہے۔ سوریہ اسرائیلی خرافات میں سے ہے ہمارے مستند مفسرین ابن کثیر۔ قرطبی۔ روح المعانی بیان القرآن وغیرہ نے اس کی تردید کی ہے۔

۵۔ گدکا کا کہیل دیکھنے پر اعتراض ایک بد فہمی اور سو غلطی کا نتیجہ ہے خواہ راجپال ہندو کرے یا شیدہ بجائی۔ یہ حبشہ کے لوگ تھے۔ مسلمان ہو گئے تھے۔ گدکا۔ جو ایک قسم کی جنگی تربیت ہے۔ کا کہیل جانتے تھے آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو تربیت دلانے کے لیے مسجد نبویؐ کے صحن میں ان سے یہ کہیل کھلایا۔ یہ تیر اندازی کی طرح جہاد کی تربیت و تیاری کا شعبہ تھا۔ حکم رسول علیہ السلام کے تحت کا یہ ثواب تھا۔ آپؐ کے مکان کا دروازہ پاس ہی تھا۔ آپؐ کو اڑ بند کر کے اس میں کھڑے ہو گئے۔ آپؐ کے پیچھے حضرت عائشہؓ کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ نہ آپؐ کی بے پردگی ہوئی نہ مقصودی طور پر ان کے بدن دیکھے بلکہ ان کے اس فعل کو جو فی نفسہ ثواب کا کام بن گیا تھا۔ دیکھا تھا۔ اس میں گناہ یا توہین کی بات کیا ہوئی۔ کیا مردوں کو باجماعت نماز پڑھتے یا طواف کرتے۔ جہاد کرتے فعل عبادت دیکھنے کی نیت سے دیکھا جائے تو کوئی گناہ ہے؟ جنگ احد میں حضرت عائشہؓ، فاطمہؓ ام سلمہؓ وغیرہ خواتین زخمیوں کو پانی پلاتی اور مرسم پٹی کرتی تھیں۔ ایک خاتون نے مسجد نبویؐ میں۔ فرسٹ ایڈ۔ کے طرز پر زخمی مجاہدوں کی مرسم پٹی کے لیے خیمہ لگایا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ جماد اور اس کے متعلقات کے سلسلے میں عورتوں کے اختلاط پر وہ پابندی نہیں جو عام حالات میں ہے۔

۶۔ میمہ دنتہ شراہیل سے باقی مدہ آپؐ کا نکاح ہوا تھا۔ وہ نووارد ادا بے نا واقف تھی آپؐ کے خلاف مزاج جملہ بول دیا تو شرفِ زہدیت سے محروم ہو گئی جس سے واضح ہو گیا کہ آپؐ با اصول اور لطیف طبع تھے محض شہوانی مزاج نہ تھے تو اس میں توہین نبویؐ کا کیا پہلو نکلا؟ ممکن ہے ہندو وغیرہ غیر مسلموں نے تعددِ دوازوج کے مسئلہ پر طعن کرتے

ہوئے اس ناکام شادی کو موضوعِ سخن بنایا ہو مگر شیعہ تو مسلمان کہلاتے ہیں تو انہیں انوکھے
کے قائل ہیں وہ تو اپنے نبی اور اپنی مسلمانی کی لاج رکھیں غیر مسلموں کو دندانِ شکن
جواب دیں۔ نیز کہ وہ راجپال ہندو کی ہاں میں ہاں ملا کر ”رنگیلا رسول“ کو مدلل بنائیں اور
اپنے پیغمبر کے فعلِ نکاح پر اعتراض کر کے کافر بنیں۔ آخر نکاح آپؐ نے خدا کے حکم سے کیا۔
اور متعدد نکاح اللہ نے حضورؐ آپ کے لیے حلال کیے۔

سورہ احزاب میں چوتھم کی۔ رشتہ دار غیر رشتہ دار عورتوں کی حلت کے بعد اللہ
نے فرمایا۔

وَأَمْرًا مِّنْهُ أَنْ وَهَبَتْ لِنَفْسِهَا
لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَنْتَحِلَهَا
خَالِصَةً لِّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ۔
اور ہر مومن عورت اگر وہ اپنے آپ کو نبیؐ
کے حوالے کر دے بشرطیکہ نبیؐ کا بھی ارادہ
ہو کہ اس سے نکاح کرے خاص تھا سے
لیے حلال کر دی ہیں۔ یہ حکم خالص تمہارے لیے ہے مومنوں کے لیے نہیں۔ (مقبول)

یہ نکاح غالباً اسی زمانے کا ہے۔ لَا يَجْعَلُ لَكَ الْبَنَاتُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبْدَلَ
بِهِنَّ مِنْ أُمَّهَاتٍ (اس کے بعد نہ تمہارے لیے اور عورتیں حلال ہیں اور نہ یہ بات کہ
تم موجودہ ازواج کے بدلے اور ازواج کر لو (ترجمہ مقبول) سمجھئے نکاح پر پابندی اور موجودہ
ازواج کو نہ بدلنے کا حکم بعد میں نازل ہوا۔

جب یہ باتیں فی نفسہ طعن نہیں تو شیعہ بھائی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دشمنی
کا کتنا شدید مظاہرہ کر رہا ہے کہ عقل سلیم رکھتے ہوئے آپؐ کو رسولؐ تک ماننے کو تیار نہیں
منصبِ سالت کے متعلق یہ ان کا خیالی غیر واقعی تصور و عقیدہ ہے کہ انسانی خاصہ بھول
جو کہ اور رغبت الی الحلال سے بھی پاک ہو۔ جیسے مشرکین کہ بطور ادب یہ تصور تھا کہ رسولؐ
وہی نور سی اور فرشتہ ہونا چاہیے۔ خاکی انسان کھانے پینے کا محتاج، بیوی بچوں والا، بااثر
میں چلنے پھرنے والا کیسے منصبِ نبوت کا اہل ہو گیا؟ حضرت رسولؐ پاک علیہ التَّحِيَّاتِ کے متعلق
جو مجبار اور عقیدہ قرآن نے شانِ نزول کی آیات کے ضمن میں بتلایا ہے۔ وہی برحق ہے۔
اس میں نہ آپؐ کی تو مبین ہے نہ گنہگار ہونا لازم آتا ہے۔ اس کے برعکس محض خیالی سہو و خطا

سے معصومانہ عقیدہ مشرکین و شیعہ کا من گھڑت معیار ہے جس پر قرآن و سنت اور اجماعِ
امت سے کوئی سند پیش نہیں کی جاسکتی۔

مقامِ رسولؐ اور اہلسنت
الغرض سنی اعتقاد میں آپؐ گناہوں سے پاک تھے۔ البتہ
لشکرِ اسلام کی تیاری میں نیت کی خرابی کا گناہ نفاق شیعہ
نے آپؐ کے ذمے لگایا۔ (جلال الجیون)

سنی عقیدہ میں آپؐ زاہد و پرہیزگار تھے۔ البتہ شیعہ نے حضرت فاطمہؓ کو فحک کی وسیع
و عریض جالِ اذہب کرنے کا الزام لگا کر آپؐ کے زہ کو داغدار کیا۔

ہم کبھی لذتِ دنیا کی طرف آپؐ کو راغب نہیں ہاتے۔ البتہ شیعہ اعتقاد میں آپؐ
تازلیست متمنی رہے کہ اپنے داماد کو تختِ قنوج کا وارث بنائیں۔

آپؐ مؤیدِ مین اللہ تھے کہ کبھی سہو و خطا سرزد ہوئی تو وحی کے ذریعے اصلاح ہو گئی
آپؐ کو خطا پر قائم نہ رکھا گیا۔ مگر شیعہ نے ایسی آیات کا ہی انکار کر دیا۔

آپؐ خدا کے احکام کے پابند تھے۔ لہذا کوئی شادی محض اپنی خواہش سے نہیں کی جن
پر شیعہ بھی کفار کی طرح جل رہے ہیں۔

آپؐ کا کوئی قول رضائے الہی کے خلاف نہیں ہوا۔ لہذا آپؐ کی سنت کو معیارِ ایمان
اور حجت نہ ماننے والے شیعہ ملتِ اسلامیہ سے خارج سمجھے گئے۔

آپؐ واقعی اشرف المخلوقات اور سید الانبیاء تھے۔ لہذا درج ذیل حدیث کیمطابق
آپؐ کے برابر آئمہ کو ماننے والے رسول اللہؐ کی شان کے منکر و دشمن ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
ما جاء به علی أخذاه وما نفی عنه
انتهی عنه جری له من الفضل ما
جری لمحمد ولمحمد الفضل علی
جميع من خلق الله..... وکذا الک
یحیی ائمة الهدی واحد بعد واحد

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں جو شریعت علیؑ
لائے ہیں۔ میں تو وہ لیتا ہوں اور جس سے
وہ روکیں رکھتا ہوں۔ آپؐ کی وہی شان
ہے جو محمدؐ کی شان ہے اور محمدؐ کو اللہ
نے اپنی تمام مخلوق پر (ما سوا ۱۲ آئمہ کے)
فضیلت بخشی ہے۔۔۔ یہی شان و منصب

(اصول کافی ص ۱۱۸ لکھنؤ)

یکے بعد دیگرے باقی آئمہ ہدی کا ہے۔

ذرا سوچئے کہ شریعت محمدیہ اور ختم نبوت کا صفایا نہ ہو گیا۔ جبکہ ۱۲ آئمہ وہی شان اور منصب پاکر مستقل شریعت کے ساتھ دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث مانے گئے۔ اور کیا خط کشیدہ پاکیزہ، مجملے پرانے میں شیعہ کی عیاری واضح نہ ہو گئی کہ دراصل یہ اعتقادات اہل سنت کے ہیں شیعہ ان کے عملاً و اعتقاداً مخالف ہیں مگر جاہل عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ان کو اپنا عقیدہ اور اہل سنت کو ان کا مخالف بتایا۔ شیعہ جاتم سے خدا سمجھے۔

پیغمبر کے لیے معصوم ہونا کیوں ضروری ہے؟

اس عنوان کے تحت موصوف لکھتے ہیں۔ ”نبیان یعنی بھول چوک مان لینے میں ان کی شریعت سے اعتقاد ہی اٹھ جاتا ہے اور ممکن ہو جاتا ہے کہ بھول جانے کی وجہ سے اصل احکام کی بجائے کچھ اور ہی سنادے یا کسی اہم حکم کو پہنچانا یا دہی نہ رہے۔“
 ص ۱۱۸ پر لکھتے ہیں۔ ”انہی لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول دینی معاملات میں بھی بھول جایا کرتے تھے اور وہ بھی یہاں تک کہ ایک روز بھولے سے نماز میں تنوں کی صفت ثنا کرنے لگے (معاذ اللہ) کبھی کبھی نماز بھی غائب کر دیتے تھے۔ اور قرآن مجید کی آیات بھی عموماً یاد نہ رہتی تھیں جیسا کہ صاحب بخاری شریف لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے بوقت شب ایک مرد کو قرآن پڑھتے سنا پھر فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت جو کہ فلاں فلاں سورت کی بھلا دیا گیا تھا یاد دلادی۔“

جواب۔ شیعہ نے یہ مسئلہ مناظرہ انگریزی کے طور پر مطلب سہو و نسیان کا مسئلہ برآری کے لیے بیان کیا ہے۔ سوال ۵۷ میں اسے دہرایا

ہم وہاں مفصل جواب دے چکے ہیں۔ یہاں چار اجزاء میں تجزیہ کے ساتھ جواب پیش خدمت ہے۔ ۱۔ شریعت کے کسی حکم کی تبلیغ میں سہو و نسیان کا کوئی قائل نہیں یہ الزام اور بناوٹی تقریر محض جھوٹی ہے۔ البتہ غیر اہم اور غیر تبلیغی امور میں امکان عقلی ہے مگر یہ سنی و شیعہ کا اتفاقی مسئلہ ہے۔ متاخرین شیعہ جو قرآن کے منکر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ منکر ہیں۔ ورنہ

علامہ طوسی صاحب تہذیب الاحکام اور الاستبصار جیسے شیعہ مذہب کے ستون اس کے قائل ہیں۔

وہ آیت کریمہ وَامَّا يَلِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ ترجمہ مقبول) کی تفسیر میں تفسیر البیان پ ۱ میں لکھتے ہیں۔

”جبائی معتزلی نے کہا ہے کہ یہ آیت شیعہ پر حجت ہے کہ وہ سہو و نسیان پیغمبر کے قائل نہیں۔ مگر شیعہ پر یہ دفعی سہو و نسیان پیغمبر کا الزام صحیح نہیں۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ان پر سہو و نسیان ان باتوں میں جائز نہیں جو وہ اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں۔ ان کے ماسوا امور میں شیعہ سہو کو جائز کہتے ہیں۔ کہ آپ وہ بات بھول جائیں یا چوک جائیں جب تک کہ کمال عقل میں غفل کا شبہ پیدا نہ ہو اور سہو و نسیان ان پر کیسے جائز نہ ہو حالانکہ وہ سوتے ہیں بیمار ہوتے ہیں ان کو غشی و سہوشی ہوتی ہے۔ نیند بھی سہو ہے اور وہ بہت سے اپنے کیے ہوئے کام اور زمانہ ماضی میں اپنی آپ بیتی بھول جاتے ہیں۔ (تفسیر البیان ج ۱ ص ۱۹۰ عربی) و مجموع البیان طبرسی مقام ہذا

شیعہ بھائی کو چاہیے کہ یہ متفقہ عقیدہ پڑھ کر سیدہ کو بی شرور کر دے یا پھر حقیقی طور پر اور قائلین نسیان کو منکر شریعت بنا کر تبیان اور تہذیب و استبصار جیسی تمام کتب شریعت کو آگ لگا دے۔

۲۔ نماز میں بھول کر بتوں کی تعریف کرنے کا الزام محض جھوٹا ہے تبھی تو حوالہ نہیں دیا۔ البتہ اس سے متعلق بات مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ
وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فَخَرُّكُمْ اللَّهُ أَيَّامَهُ۔ (پ ۱ الانبیاء ع)
اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ جس وقت اس نے کوئی خواہش کی شیطان نے اس کی خواہش میں کوئی دہ کوئی دخل دیا پس شیطان جو دھوکہ دیتا، اللہ اس کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اہل سنت صحیح ترین تفسیر اس آیت کی یہ کرتے ہیں کہ تمنیٰ کا معنی قرآن پڑھنا ہے۔ کیونکہ لفظ احکام آیات اس کا قرینہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی پیغمبر تلاوت آیات کرتا ہے شیطان ان کے ہم آواز ہو کر اپنی بات ملاتا ہے۔ مگر اللہ اس کی بات کو جلد ہی مٹا دیتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے سورت نجم کی آیت اخْرَأْیَہُمُ اللَّاتُ وَالْعَنٰی وَمِنَّا الشَّالِۃُ الْاُخْشٰی۔ (آیات تم نے لات و عزیٰ کو اور ایک اور تیسرے منات کو دیکھا؟) پڑھی تو شیطان نے ان کی مدح میں حضور کے ہم آواز ہو کر یہ کلمات بولے تِلْكَ الْغُرَابِیْقُ الْعَلٰی وَ اَمَّا شَفَاعَتُہُنَّ لَتَرْجٰی۔ (یربت بڑی شان والے ہیں ان کی شفاعت کی امید ہے) مشرکین نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سمجھا اور خوب پر و پیگنڈہ کیا۔ جیسے ان کا تابعدار شیعہ بھی آج کر رہا ہے۔ تو مسلمانوں کی پریشانی دور کرنے کے لیے اللہ نے آیت نازل فرما کر حقیقت حال واضح کر دی۔ شیعہ کی بددیانتی اور خیانت پر بار بار تعجب آتا ہے۔ بات کیا ہوتی ہے اور کیسے بنگلہ بنا کر اپنا الو سیدھا کر لیتے ہیں۔ یہ چوں نہ دیکھو افسانہ زدند۔

شیعہ کی تفسیر پر یہ الزام مضبوط ہوتا ہے۔ کہ وہ ترجمہ کی روشنی میں تمنیٰ کی تفسیر خواہش سے کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر پیغمبر کی خواہش میں شیطان کچھ نہ کچھ دخل دیتا ہے۔ اب بتلائیے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات اور افعال قلبیہ پر شیطان حاوی ہو گیا۔ تو ان کے کسی قول و فعل پر اعتماد کیا رہا۔ گو خدا اس دخل شیطان کو مٹا ہی دے۔ مگر شیعہ مزاج تو اسے قبول نہیں کرتا وہ تو گانا پیرے گا جس نبی کی خواہش میرے شیطان کا دخل ہو اس کا کیا اعتبار؟ تو اعتراض شیعہ جوں کا توں ان کے گھر میں باقی ہے۔

۳۔ آپ کبھی کبھی نماز بھی غائب کر دیتے تھے، بگو اس محض ہے ایسے لوگوں پر اللہ کی ہزار لعنت ہو۔ دراصل یہ ایک ہی مرتبہ کا لیلۃ التحریس کا قصہ ہے۔ کہ ایک جہاد سے واپسی پر رات بھر آپ بمثل شکر سفر کرتے رہے۔ سحری کے وقت تھکاوٹ سے چور اوٹھ نیند سے مجبور ہو کر سو گئے۔ حضرت بلاش کو پر ہلار بھلا یا کہ جب صبح روشن ہو آذان دیکر

جگا دینا۔ وہ اونٹ کے پالان سے ٹیک لگا کر بیٹھ تو سو گئے۔ کوئی بھی نہ جاگ سکا حتیٰ کہ سورج کی گرمی سے سب حضرات جاگے۔ آپ نے استغفار کرتے ہوئے نماز کی تیاری کی اور فجر کی قضا نماز باقاعہ آذان و اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھائی۔ یہ قصہ کتب اہل سنت کے علاوہ خود شیعہ کتابوں میں بھی ہے۔ نیند سے اٹھنا انسان کے بس میں نہیں۔ اللہ جوب اٹھائے اس کی مرضی ہے۔

یہاں امت محمدیہ کو قضا نماز کی تعلیم دلانے کے لیے سب کو سلا دیا۔ تو اللہ کے اس فعل پر اعتراض کیسا۔ جیسا کہ فروع کافی جہ کتاب الصلوٰۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جیسے امر دین میں بھولنے کی صریح احادیث ہیں۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر رکعت کی نماز میں دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا۔ ایک مقتدی نے پوچھا کیا نماز میں تبدیلی ہو گئی؟ آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ صحابہ نے عرض کی۔ آپ نے تو دو رکعت پڑھائیں۔ تو آپ نے پوچھا اے ذوالبدین جیسے ذوالشمالین کہتے تھے کیا ایسا ہی ہوا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ پھر آپ نے بنا کی اور چار رکعتیں پوری کیں۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ یہ خدا ہی نے آپ کو بھلایا تاکہ امت کے لیے رحمت ہو۔ اور ایسی ایک روایت امام ابوالحسن الماقل سے بھی مذکور ہے۔ (فروع کافی جہ ۳۵۶-۳۵۷)

اب تو کتب شیعہ ہی سے امور دین میں سہو و نسیان کے علاوہ آپ کے علم غیب کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ کاش شیعہ امام صادق کو صادق سمجھ کر مانتے اور من گھڑت مذہب سے توبہ کرتے۔

۴۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں کسی سے سن کر ایک دہائیوں کا ذہن میں عود کر آنا اتفاقی بات ہے۔ انسان کے ذہن سے ایک چیز ارجح رہتی ہے۔ (بالکل فراموش کر دینا روایت میں مراد نہیں) پھر کسی کے پڑھنے سننے سے ذہن میں تازہ عود کر آتی ہے یعنی ذہن اس کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اس میں اعتراض کا کوئی پہلو نہیں۔

موصوم کے سہو و نسیان پر پشیمانی دلائل بکثرت آیات و احادیث میں سے چند

حاضر خدمت ہیں۔ ترجمہ مقبول کا ہے۔

۱۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ
فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ مِنْ مَّا رَدَّ
پیشگی نہ پائی۔

۲۔ وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ إِنَّكُمْ لَمِنَ النَّاصِيغِينَ
فَدَلَّاهُمَا بِغُفْرَانٍ (اعراف)
ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں ضرور تمہارے خیر خواہوں سے ہوں اور اس طرح دھوکے میں ان کو ڈال دیا۔

۳۔ وَادْكُرْ تِلْكَ اِذْ انْسَلَيْتَ
۴۔ وَامَّا يُلَيْسَيْنَاكَ الشَّيْطَانُ فَلَا
تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى (پ ۱۲)
۵۔ فَاِنِّي لَسَيِّدُ الْحَوْتِ وَمَا
النَّاسُ بِاِيْهِ اِلَّا الشَّيْطَانُ اِنْ اَذْكُرْ
(کہف)

۶۔ عَفَا اللهُ عَنْكَ لَمَّا اَذْنَتْ لَهُمْ
حَتَّىٰ يَلْبِغِيَنَّ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوا
وَتَعْلَمَ اَنَّكَ ذٰبِلِيْنَ (توبہ ۱۱)
خدا آپ کا سہارا کرے آپ نے ان کو رہ جانے کی اجازت دے کیوں دی۔ اور اتنا توقف کیوں نہ کیا کہ آپ پر خرد بخورد کھل جاتا کہ سچے کون ہیں اور جھوٹوں کو بھی آپ جان لیتے۔

۷۔ مَا كَانْ لِنَبِيِّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ اَسْوَى
حَتَّىٰ يَنْجُوْا فِي الْاَرْضِ يَرْوِدُوْنَ
عَنْ ضَلَالِ الْبُيَا وَاللَّهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ
(الف ۹)

۸۔ وَامَّا مَنْ جَاءَكَ لِيَسْجِعَ وَهُوَ
يَخْشَىٰ فَاِنَّتَ عَنْهُ تَلَفَىٰ كَلَّا اِنَّهَا
اور وہ جو تیرے پاس نیکی کی غرض سے آتا ہے اور وہ خدا سے بھی ڈرتا ہے۔

تذکرۃ (ع ۳) تو اس سے تو اعراض کرنا ہے حق یہ ہے کہ یہ قرآن (کا سورہ) تو ایک نصیحت ہے۔

۹۔ حضرت علیؑ نے صفین میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا مجھے ٹھیک اور حق بات بتانے سے نہ رکنا اور منصفانہ مشورہ دینے سے پہلو تہی نہ کرنا کیونکہ میں اپنے نفس میں غلطی کرنے سے بالا نہیں ہوں اور نہ مجھے اپنے کاموں پر بھروسہ ہے بجز اس کے کہ مالک درست کر دے جو مجھ سے زیادہ مجھ پر اختیار رکھتا ہے۔ میں اور تم سب رب کے مملوک غلام ہیں وہ ہماری جانوں کا اتنا مالک ہے کہ ہم نہیں اسی نے ہم کو نادرستی سے نکال کر درست کاموں میں لگایا اگر اسی کے بعد ہمیں ہدایت میں بدل دیا۔ اندھے پن کے بعد ہمیں دل کی روشنی عطا فرمائی (کافی کتاب الروضہ ص ۳۵۳ طبرین جدیدہ نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۳۲ خطبہ ۲۳ صفین)

آیات بالانے انبیاء کو ائمہ کے سہو و زیان اور علم غیب کا مسئلہ حل کر دیا۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے خطبہ عالیہ نے ان مسائل کے علاوہ عقیدہ عصمت ائمہؑ بعد از نبیؐ اسلام و ہدایت اور ائمہ کے مختار کل ہونے کے شیعہ باطل عقائد کو تہمتس نہس کر دیا۔ اب جو شیعہ کے ذمہ دار لوگ۔ ان تمام آیات و احادیث سے اعراض کر کے (عملاً تلذیب کرتے ہوئے) عقیدہ عوام کا لالچام کو مفاد دنیا کی خاطر گمراہ کرتے ہیں۔ لمحہ بھر سوچیں کہ وہ خدا و رسول اور ائمہ کو کیا جواب دیں گے؟

علم غیب۔ قولہ۔ قرآن مجید میں تمام علوم و فنون موجود ہیں لہذا کوئی علم ایسا نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم ہوں۔ دوم یہ کہ آیت قرآن ہے کہ ”اسے رسول اجرت نہیں جانتے تھے وہ سب ہم نے سکھا دیا۔ پ ۱۳ آیت ۱۳“
اب سوال کرتے جانیے کہ رسول غیب جانتے تھے؟ اگر جانتے تھے تو ٹھیک اگر نہیں تو خدا نے بتلادیا لہذا عالم الغیب ہوئے۔

جواب۔ ہم اہل سنت حنفیہ اور عقیدہ ائمہ ان علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوات تمام مخلوقات جن و انس و ملائکہ سے بڑھ کر عالم تھے۔ اولین و آخرین کے علوم آپ کو دیئے گئے۔ قبر حشر۔ جنت۔ دوزخ صفات الہی۔ بعض

تکونی امور کے متعلق ہزاروں باتیں جو پر وہ غیب میں تھیں۔ بذریعہ وحی والقاء آپ کو بتادی گئیں۔ جن کو خدا نے یوں تعبیر فرمایا۔

زَئِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ
مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا (هود ع ۴)

اسے رسول! یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی کے ہم تمہارے پاس پہنچاتے ہیں اس سے پہلے نہ تم ان باتوں سے آگاہ تھے اور نہ تمہاری قوم۔

تو ہم یوں کہتے ہیں کہ آپ کو انباء غیب۔ اخبار غیب حاصل تھیں۔ بہت سی غیبی باتوں کو آپ جانتے تھے۔ مگر یوں ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ عالم الغیب تھے۔ یا کائنات کے تمام غیب جانتے تھے یا آپ کو یہ ملکہ حاصل تھا کہ جب بھی کوئی بات جانا چاہتے دعا الہام اور وحی کی آمد کے بغیر جان لیتے۔ کیونکہ یہ چیز قرآن کریم کی سینکڑوں آیات کے خلاف ہے۔ علم غیب کلی رکھنا یا عالم الغیب ہونا خاصہ خداوندی ہے۔ یا قادر علی الغیب فی ای حین ہونا خزانہ غیب میں رخنہ ڈالنا ہے۔

علم غیب خاصہ خدا کی ہے | چند آیات پر غور فرمائیں۔ ترجمہ مقبول کا ہے۔

۱۔ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (پہلے ۱) جاننا۔

۲۔ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ (انعام ع ۱) آگاہ ہے۔

۳۔ إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ الْغَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

بے شک اللہ آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا۔ ب۔ یقیناً وہی درج

(غالب ع ۲) کے حل سے (پورا پورا) آگاہ ہے۔

۴۔ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى النَّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (توبہ ع ۱۳)

اور بعض اہل مدینہ سے بھی نفاق پڑے ہوئے ہیں۔ اسے رسول اتم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔

۵۔ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ (انعام ع ۵)

تم کہہ دو میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (لفظیہ کہ شیعہ مترجم نے غلط بڑھایا ہے م)

۶۔ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَمْرٍ مُمِيتٌ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (لقنن آخری آیت)

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مدینہ برساتا ہے اور وہی یہ جانتا ہے کہ حمل میں کیا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ کل اس کے نصیب میں کیا ہے اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ

بڑا جاننے والا اور باخبر ہے۔

۷۔ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَلَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (اعراف ع ۲۳۶)

تم یہ کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے لیے نہ کسی نفع کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی نقصان کا سوائے اس کے جو اللہ کو منظور ہو اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر و خوبی اکٹھی کر لیتا اور خرابی تو مجھ کو کچھ بھی نہ جاتی۔ الامیں تو ان لوگوں کے لیے جو

ایمان رکھتے ہیں فقط ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔ آیات بالکل واضح اور قطعی المفہوم ہیں کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ جتنی کہ

امام الادلین والآخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت الہی میں نہ شریک ہیں نہ آپ کو عالم الغیب کہا جائے گا گو آپ بعض اخبار غیب جانتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پرندہ بنانے پھونک مار کر اڑانے سے خالق اور مخری نہ کہا جائے گا۔ کوئی شخص کسی کو بھٹائے الہی کہلا بلا دے اسے ”رازق“ نہ کہا جائے گا۔

شیعہ کی احادیث بھی اس کی نفی کرتی ہیں۔ مثلاً مسراج والی حدیث کافی میں ہے۔ کہ جب آپ واپس آئے تو مشرکین نے تکذیب کی انہوں نے مسجد بیت المقدس کی چھت دروازوں کے متعلق سوالات شروع کیے آپ پریشان ہوئے تو اللہ نے بیت المقدس سامنے کر دیا جو وہ پوچھنے آپ جواب دیتے جلتے تھے۔ (مجموعہ)

درحقیقت شیعہ اپنے ائمہ کو خدائی صفات میں شریک اور عالم الغیب مانتے ہیں۔ کافی میں باب ہے۔ ان الائمة يعلمون الغیب کلام۔ تو انہوں نے خفت مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہ عقیدہ بنا دیا۔ پھر یہ جہلا اہل سنت کو دے دیا۔ صدی بھر سے ان کے بعض علماء نے اسے اپنا لیا۔ اب وہ قرآن کی صاف صاف نفی علم غیب پر ٹکڑوں آیات سے بھی انکار کرتے ہیں یا مانند انکاء و بلیات کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس عقیدہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ عالی میں ترقی نہ نہیں ہوتی۔ کہ آپ کا مرتبہ ہمارے عقائد کا محتاج و تابع نہیں۔ ہاں شیعہ کا عقیدہ، گھر گھر پھیلتا ہے یا وہ اس کے ذریعے اہل سنت کے دو گروہ بنا کر ان کو آپس میں لڑا کر کمزور کرتے اور اپنی کشتی سلامت ترقی کے ساحل پر اتارتے ہیں۔ فوا آسفا۔ یلیت قومی یعلمون ہمکائد الشیعة الراضنة۔

سورۃ نساء کی آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کا مطلب وہ لیا جائے گا جو دیگر آیات کثیرہ کا مخالف نہ ہو۔ ماموولہ عموم و خصوص دونوں کے لیے آتا ہے (جامی)، اور عموم بھی کبھی حقیقی ہوتا ہے۔ جیسے خدا کی طرف علم کی نسبت ہو۔ اور کبھی اضافی ہوتا ہے۔ جب انسانی معلومات کی انسان کی طرف نسبت ہو کہ وہ بہر حال محدود و دقتنا ہیں۔ یہاں خصوص مراد ہے۔ یعنی منافق طمع بن ابیرق کے چور ہونے کی حقیقت آپ

کو بتلا دی۔ اور آپ کو غلط فیصلہ دینے سے بچا لیا۔

امامت۔ اس عنوان سے اہل سنت پر گرفت کرتے ہوئے موصوف کہتے ہیں۔ عالمین کے رسول کے جانشین کے لیے یہ لائف نہیں سمجھا کہ اسے عالم پاک نفس سخت پابند احکام ہونا چاہیے بلکہ علما یہ تسلیم کیا کہ کیسا بھی کوئی شخص ہو جاہل ہو یا عالم خود رائے ہو یا پابند شرع۔ بجلی ہو یا غنی سب جانشین پیغمبر ہو سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ) یہی دہر ہے کہ یزید بن معاویہ جیسے فاسق و فاجر شخص کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چھٹا خلیفہ تسلیم کیا (شرح فقہ اکبر) اور عبداللہ بن عمر بن خطاب نے مسجد نبوی میں یزید کی حمایت و وکالت کرتے ہوئے کہا ہم نے یزید کی بیعت خدا اور رسول کی بیعت پر کی ہے۔ (بخاری کتاب الفتن)

جواب۔ یہ نہ بھونڈا استدلال اور جھوٹ محض اہل سنت کا معیار امامت ہے کہ ہم شرائط خاصہ سے قطع نظر کر کے ہر شخص کو خلیفہ شرعی اور جانشین رسول مان لیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الحفوا میں خلیفہ کی شرائط یہ بتائی ہیں۔

۱۔ مسلمان ہو۔ ۲۔ عاقل بالغ ہو۔ ۳۔ مرد ہو۔ ۴۔ متکلم اور سمیع و بصیر ہو۔ ۵۔ مجتہد ہو۔ اس میں علم دین کا کمال آگیا۔ ۶۔ عادل ہو۔ اس میں امتی و پرہیزگاری کی شرط بھی آگئی۔ ۷۔ قریشی ہو۔ ۸۔ علی قول الامام کتابت بھی شرط ہے۔

یزید جمہور علماء کے نزدیک خلیفہ شرعی نہیں تھا۔ ملا علی قاری نے بعض کا قول نقل کیا ہے۔ مجموعی مسلک مختار نہیں فرمایا۔ البتہ جو لوگ یزید کو خلیفہ جانتے رہے ہیں۔ وہ شرائط بالا میں ترمیم نہیں کرتے بلکہ اسے غیر فاسق اور عادل قابل خلافت مان کر تسلیم کرتے ہیں۔ اب رہا اس کا فسق و فجور تو قرآن میں تو اس کا ذکر نہیں۔ احادیث صحیحہ میں بھی نام کی تعین کے ساتھ مذکور نہیں۔ صرف تاریخ کا بیان ہے۔ اور اس بیان فسق کا آغاز تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد نہیں ہوا۔ بجز اہل کوفہ کے الزام لگانے کے۔ سیدنا حضرت حسین مظلوم کی شہادت کے بعد بھی نہیں ہوا کہ ہر کسی نے

اہل کوہ کو علامت کی کہ ابن بنت رسول کو بلا کر ابن زیاد سے بل گئے اور قتل کر دیا اب محرم کے لیے مکھی اور جوں مارنے کا مسئلہ پوچھتے پھرتے ہر (بخاری) اس کا آغاز سب سے پہلے ۳۰ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے داعیوں کی طرف سے ہوا۔ جبکہ معاصرین اس کی تردید بھی کرتے رہے۔ پھر حمرہ کے سانحہ کے بعد اسے پانی ملا۔ پھر خلفاء عباسیہ کے دور میں سیاسی مخالفت کی وجہ سے ایسی باتوں کی یزید وغیرہ کے متعلق خوب تشہیر ہوئی۔ اور وہ تاریخ کا جزو بن گئی۔ پھر علم کلام والوں نے اسے مانتوں کا تھ لیا۔ پھر رفتہ رفتہ افکار تشیع کے فروغ اور پروپیگنڈہ نے اسے گھر گھر پھیل کر گالی بنا دیا۔ اب شیعہ کو اپنے اس کارنامے پر بڑا فخر بھی ہے۔ نام یزید سے نفرت اور یزیدیت سے پیار ان کا امتیازی شمار ہے۔ الغرض۔ جن علما نے اسے بنا بر شہرت یا احادیث میں مبہم اشارات کی بنا پر فاسق جانا انہوں نے ہرگز اسے خلیفہ نہ مانا۔ جمہور علماء دیوبند بھی نہیں مانتے۔ اور جنہوں نے اپنی منفرد گری تحقیق اور دیانتدارانہ رائے سے اسے خلیفہ تسلیم کیا۔ جن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور علی بن زین العابدینؓ۔ شیعہ کے امام چارم، جیسے بزرگ بھی ہیں۔ انہوں نے اس کے فوق کو تسلیم نہ کیا نہ بغاوت کو جائز سمجھا۔ وَلِكُلِّ وَجْهَةٌ مِّنْهُ مَوْجِدَةٌ۔ تو اہل سنت کا ”میارِ خلافت“ قابل طعن نہ ہوا۔

جانشین رسول کی انتہائی ضرورت کیوں ہے؟

قولہ۔ کیا سرکار رسالت نے دنیا سے رحلت کے بعد امت کو یونہی حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا؟ ہرگز نہیں۔ آپؐ نے اپنے پیچھے نظام زندگی ایک منظم و مربوط اور مکمل دستور حیات قرآن کی صورت میں چھوڑا۔ یہ امر مسلم ہے کہ تعلیمات معلم کی تفسیر و تشریح کی محتاج ہوا کرتی ہیں۔ جو شخص لوگوں سے یہ چاہے کہ مفہوم قرآن کو رسول کے ارشادات سے سمجھنے کی بجائے وہی مفہوم تسلیم کر لو جو میں کہوں تو وہ شخص یقیناً گمراہ اور مریض جہل مرکب ہے۔ تفسیر بالرائے کرنے والے ایسا ہی کہتے ہیں ۱۸

جواب۔ محترم ہیں تو ہمارا اصول ہے جسے آپؐ پر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ کہ رحلت رسول مقبولؐ کے بعد قرآن کریم مکمل دستور حیات ہے۔ مفہوم قرآن کی تشریح

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال سے ہی معتبر ہے جسے سنت کہتے ہیں۔ اور اس سنت نبوی کی بجائے ۱۱۱ اشخاص کو (امامت کے نام سے) یہ اختیار دے دینا کہ وہ جو کہیں تسلیم کر لیا جائے۔ تو یقیناً گمراہی اور تفسیر بالرائے ہے۔ ارشادات رسولؐ کو عللاً منسوخ جان کر اس عقیدہ امامت کو حضور علیہ السلام کی جانشینی اور بدل ماننے والے اور اقوال ائمہ ہی کو تفسیر قرآن یا سب کچھ جاننے والے شیعہ حضرات اپنے اصول و فتویٰ کی رو سے جہل مرکب کے مریض بنے اور اپنے ائمہ کو بھی غیر شعوری طور پر گمراہ بتایا۔ حضور علیہ السلام نے امت کو حالات کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا بلکہ شد و مد سے تاقیامت قرآن و سنت کو اپنانے کی تعلیم دی۔ گلے از گلزار سے، نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان کو تھا ہو گے گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور سنت نبوی (موطا امام مالک ص ۳۲۳)

۲۔ لوگو! میں تم میں دو چیزیں خلیفہ چھوڑی ہیں۔ ان (پر عمل کرنے کے بعد) گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گی حتیٰ کہ حوض پر پہنچیں گی۔ (سنن دارقطنی ص ۵۲۹)

۳۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حجة الوداع میں خطبہ دیا تو فرمایا اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم اس سے تمسک کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور سنت نبوی (مسند رک حاکم ج ۱ ص ۹۳)

۴۔ بروایت انس بن مالکؓ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے اپنے بعد تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم اس کو پکڑو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت۔ (بخاری اصبعمان لابن نعیم ج ۱ ص ۱۲۳)

۵۔ میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تمہارے رکھنا۔ کتاب اللہ اور میری سنت۔ یہ اس وقت تک جدا نہ ہوں گی جب تک کہ حوض کوثر پر نہ پہنچیں۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۳)

بحوالہ ابی النضر سجوی طحیدر آباد دکن)

۶۔ اے لوگو! میری بات سنو۔ میں نے تبلیغ کر دی اور تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان سے اعتصام کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت (تاریخ طبری از ابن ابی نجیح ج ۳ ص ۱۶۹)

۷۔ بروایت ابوسعید خدریؓ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ لوگو! میری بات پلے باندھ لو۔ میں نے تبلیغ کر دی ہے اور تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم اس سے تمسک کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ ایک واضح بات ہے۔ اللہ کی کتاب اور سنت نبویؐ۔ (سیرت ابن ہشام خطبہ حجتہ الوداع)

۸۔ بروایت ابوسعید خدریؓ حضور نے مرض وفات میں ایک صبح کی نماز میں فرمایا۔ میں تم میں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تم میری سنت کے ذریعے قرآن کی تشریح کرو۔ تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی۔ تمہارے قدم نہ پھسلیں گے۔ تمہارے ہاتھ کوتاہ نہ ہوں گے جب تک ان دونوں کو پکڑے رہو گے۔ (مواہیقی شرحہ از ابن ابی الرضا ص ۵۷)

۹۔ بروایت ابن عباسؓ حضور نے حجتہ الوداع میں فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک ان پر عمل کرو گے گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱)

۱۰۔ اسی صفحہ پر ابوسریہؓ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔

۱۱۔ ”میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان سے تمسک کرو گے گمراہ نہ ہو گے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ)

۱۲۔ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۹۲ کتاب الجہل میں حضرت ابوسریہؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ (کلمہ از رسالہ حدیث ثقلین مولانا محمد نافع جھنگ)

شیعہ حضرات کو بھی یہ اصول ماننا پڑا کہ بعد رحلت رسول مقبول کتاب و سنت ہی خلیفہ ہیں جن سے اپنا اختلاف رفع کرنا ہو گا۔ چنانچہ کافی میں باب ہے باب الردالی الکتاب والسنۃ۔ اور یہ کہ حلال و حرام یا انسانی ضرورت کی کوئی چیز بھی

ہو اس میں کتاب و سنت کا فتویٰ موجود ہے۔ پھر امام باقرؑ کی یہ حدیث ہے۔
ان الله تبارك وتعالى لم يدع شيئا يحتاج اليه الامّة الا انزل في كتابه وبينه لرسوله صلى الله عليه وسلم (کافی ج ۵ ص ۵۹)
اور خود اللہ پاک نے بھی تاقیامت یہی معیار بتایا ہے۔
ان الله تعالى لم يدع شيئا يحتاج اليه الامّة الا انزل في كتابه وبينه لرسوله صلى الله عليه وسلم (کافی ج ۵ ص ۵۹)
اور اس کے رسول کتاب و سنت (کبیر طحاوی ج ۱ ص ۱۰۹)

فَإِنْ تَنَادَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (نساء ص ۵۹)
اے مومنو! اگر تم میں آپس میں اولی الامر حاکموں کے ساتھ جھگڑا ہو جائے تو اللہ یا اللہ و الیوم الآخر (نساء ص ۵۹) اور اس کے رسول کتاب و سنت (کبیر طحاوی ج ۱ ص ۱۰۹) کو رائے فیصلہ چاہو، اگر تم اللہ اور روز قیامت کو مانتے ہو۔ (عین مقبول)

جانشین کی حیثیت سے صحابہ کی خدمات
جب قرآن و سنت کا بعد از پیغمبر مرجع ہو ناظر من اشخص ہو گیا تو اب صرف و مباحثوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی روایت امت تک کون کرے۔ دوم یہ کہ اجتماعی نظام میں بطور حکومت اسے نافذ کر کے عمل درآمد کون کرے۔

پہلا کام تمام اصحاب رسولؐ، تلامذہ نبوت نے سنبھالا۔ جیسے کسی کامیاب معلم کے شاگردان رشید اپنے استاد کی امانت دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اور ہمارے اعتقاد میں یہ لوگ عادل راست گو، بھوٹ اور افتراء علی الرسول سے میرا اور امت کے افضل ترین لوگ تھے۔ منصف مزاج شیعہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو منتہی الامال شیخ عباس قمی ص ۲۔ آج قال الرسول کی سنہری ڈالی کے ساتھ ہزاروں ہزار فرما میں نبوت۔ ہماری صحاح ستہ، مسند احمد، مستدرک حاکم، بیہقی، دارقطنی، کتب مسانید، کتب معاجم، کتب زوائد، صحاح وغیرہ میں مذکور ہیں۔ باقاعدہ علم رجال مدون ہے نیچے سند میں کسی راوی کی پڑتال کرنی ہو تو اتنی ہزار رجال حدیث میں سے اس کا حال معلوم کیا جاسکتا

ہے شیعہ مؤلفین میں سے صاحب علم و سرت علامہ محمد حسین ڈھکوا اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ ص ۱۳ پر رقمطراز ہیں۔

”اصحاب ائمہ کا دینی امور میں اہتمام، چونکہ دین اور بالخصوص اصول دین کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے۔ اصول عقائد میں معمولی سی لغزش انسان کو ابدی ہلاکت کا شکار اور آتش جہنم کا ایندھن بنا کر رکھ دیتی ہے۔ اس لیے ائمہ طاہرین کے تربیت یافتہ مومنین باتمکین اس امر کی نزاکت سے واقف و آگاہ تھے اس لیے وہ اس سلسلہ میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ وہ دین کے ہر سر معاملہ میں ذاتی رائے و قیاس پر عمل کرنے کی بجائے اپنے ائمہ اطہار سے استصواب کرتے اور اصلاح لیتے تھے۔“

پس انصاف اور پیغمبر محصوم کی جلالت شان کا تقاضا یہ ہے کہ ایسا یا اس سے زیادہ مقام ثقاہت نلامذہ نبوت کو دیا جائے۔ ان کی عظمت و عدالت کا بھی اصحاب ائمہ سے بڑھ کر تحفظ ہو۔ ان پر انہیں پیش اعتماد ہو۔ اگر عن ابی بصیر قال ابو عبد اللہ علیہ السلام شیعہ بھائیوں کے لیے سب سے بڑا ذریعہ دین ہے۔ تو عن ابی ہریرہ و عائشہ و ابن عباس و ابی سعید و ابن عمر قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی امت محمدیہ کے لیے دین کا سب سے بڑا تقہ ذریعہ ماننا چاہیے۔ اگر تعلیمات نبوت کو گھر گھر پہنچانے والا یہ طبقہ نجات نہیں۔ تو ڈیڑھ صدی بعد ائمہ کے اصحاب کا طبقہ کیسے نجات ہو گیا۔ کیا خدا نے رسول کی تعلیمات کو منسوخ یا باطل کر دیا کہ ان کے راوی منافق اور غیر معتبر ہو گئے۔ اور حضرت صادق کو نئی نبوت اور ہدایت بخشی کہ ان کی تعلیمات کے تحفظ و فروغ کے لیے ان کے اصحاب کو مومنین باتمکین اور تقہ بنا دیا۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ؟ -

تو ماننا پڑے گا کہ خلیفہ رسول ”سنت“ امت تک صحیح پہنچا۔ اور آج بھی ارشادات نبوت۔ رسول کی جانشینی اور قرآن کی تشریح کر رہے ہیں۔ جبکہ شیعہ کے ائمہ نے قال الرسول کے عنوان سے۔ ا فیصد ارشادات نبوی بھی پیش نہیں کیے جس کا جی چاہے کافی و بخاری کا یا تہذیب و سلم کا نقل کر دیکھے۔ (دوسرے) قرآن و سنت کے نفاذ کا کام خلفاء راشدین نے سرانجام دیا۔ حدیث جاری کہیں جہاد کیے۔ قرآن و سنت کے مدارس و بھامات

قائم کیے۔ لشکر اسلام کے ذریعے دشمنوں کو زیر کیا۔ اسلام کو چار سو پھیلا یا۔ عامہ مسلمان میں روحانیت اور فکر آخرت پیدا کی۔ کروڑوں سرچ میل دھرتی پر عبادت الہی کا وہ منظر چشم فلک کو دکھایا جس کی اللہ تعالیٰ نے ان تمام خصوصیات کیساتھ بصورت وعدہ پیشین گوئی فرمائی تھی۔

دَعَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَّعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لِيَسْبِقَنَّهُمْ خَلْفَهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اَسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلِيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي رِضُوْا لَهُمْ وَّلِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا يَّعْبُدُوْنَ وَاَنْتَ لَا تُؤْتِيْ كُوْنًا فِىْ شَيْءٍ وَّ مِنْ كَعْنٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (نور)

ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے ان کی خاطر سے پائدار کر دے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا اس وقت وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس نافرمان وہی ہیں۔ (مقبول)

تو یہ دو طبقہ جانشین رسول کی حیثیت سے کامیاب و ممتاز ہوئے۔ آج یا تاریخ کے کسی دور میں اگر نفاذ شریعت کرنے والے طبقہ کی کمزوری یا غیر موجودگی کا سوال اٹھایا جائے تو کم کہتے ہیں کہ شیعہ کے یہاں تو یہ طبقہ سرے سے ہوا ہی نہیں۔ دوسرا طبقہ رواد حدیث دوسری تیسری صدی میں ان کے بقول ہوا مگر ان کو ہزار برس تک تقیہ و کتمان میں رہنا پڑا۔ اور آج بھی تعلیم ائمہ یہی ہے کہ غیبت کبریٰ کے اس دور میں مذہب شیعہ اور اس کے خصائص کو انتہائی صیغہ راز و رکتمان میں رکھا جائے۔ تو اس سنت کے اکابر صحابہ کرامؓ، خلفاء اور ائمہ دین ہی اس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح سائیکسک۔ ظاہری و باطنی۔ مادی و روحانی۔ دینی و دنیوی جانشین و وارث بنے جو رحلت کے وقت تاجدار رسالت بھی تھا اور دنیا کا قائد و حکمران بھی۔ امام غائب بننے اور دین کا تقیہ و

کتمان کرنے کی اسے کبھی ضرورت نہ پڑی۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ و
خلفاءہ اجمعین۔

اس تقریر سے اہل سنت کے واقعی معیار خلافت اور شیعہ حضرات کے ذہنی و
خیالی معیار امامت کا فرق واضح ہو گیا۔ ضرورت نہیں ہے کہ جانشین کے مسئلہ پر
مزید روشنی ڈالی جائے۔ تاہم شیعہ حضرات اپنی مفروضہ امامت پر بہت ناز کرتے
ہیں۔ بزرگ نویسین تحریف قرآنی کا ارتکاب کر کے۔ اس پر آیات پڑھتے ہیں۔ لہذا محقران
کے دلائل کے تالے بانے کی پیمائش بھی ضروری ہے۔

قولہ۔ لہذا ایسے نائب رسول ہر شخص کے لیے صفات نبوی کا حامل ہونا ضروری اور
علوم پیغمبر کا وارث ہونا ناگزیر ہے وہ نائب یا متولی بعد از ختم نبوت۔ اصطلاح شرعی میں
”امام“ ہوتا ہے اور بعد از رسول امت کی دینی قیادت عظمیٰ کی اہم ذمہ داریوں کے منصب
کو بیان شرع میں امامت کہا جاتا ہے۔ ایسے امام امت اور قائد شریعت کا مخصوص من
اللہ ہونا بھی ضروری ہے اور لازم ہے کہ شریع اسلام نے اس کے تقرر منجانب اللہ کا
خود اعلان فرمایا ہو۔ یعنی اس کی امامت اللہ اور رسول کی تفویض صریح سے ثابت و
معلوم ہو من ۲۔

نبابت اکمہ شیعہ کی حقیقت جواب۔ نائب رسول کے لیے تمام صفات نبوی اور
اتمام علوم پیغمبر کا وارث ہونا دعویٰ بلا دلیل ہے اور عقل
ونقل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ پیغمبر کے ساتھ برابر ہو گئی۔ اور پیغمبر ان خصوصیات اور نبوت
کا علو و تفوق باقی نہ رہا۔ لہذا ایوں کو نہ چاہیے کہ نائب رسول زندگی کے ہر شعبہ میں صفات و
کمالات نبوی کا پر تو ہو کر کامل مطیع و فرمانبردار ہو۔ یہ ”امام“ اور ”امامت“ تو خالص
شیعی اصطلاح ہے۔ اس کے مفہوم خاص پر قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں جیسے
عنقریب آئے گا۔ علوم پیغمبر کا وارث وہی ہو سکتا ہے جس نے آپ سے یہ علوم حاصل
کیے ہوں۔ اور وہ آپ سے تلمذ و تعلیم پر فخر کرتا ہو۔ شیعہ کے اعتقاد میں حضرت علیؓ وہی
مسلمان پیدا ہوئے یا فتہ علم لدنی کے ناجدار اور پیدا ہونے سے پہلے ہی عالم ارواح

میں چاروں کتب سماوی کے حافظ و عالم تھے۔ (جلال العیون ص ۱۶۹) اور وہ مسلم لکائنات
پیغمبر آخر الزمان کے کسی بھی پیغمبر میں محتاج نہ تھے۔ تو وہ علوم پیغمبر کے وارث کیسے ہوئے۔
حضرت حسینؓ تو علوم پیغمبر سیکھنے کی عمر میں بھی نہ تھے۔ بانی ۹ اکمہ نے تو آپ کا عبد
حیات پایا ہی نہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ علوم پیغمبر کے وارث تلامذہ نبوت صحابہ کرام ہی
ہوئے اور شیعی اصول پر ہی ان کے اکمہ علوم پیغمبر کے وارث اور حقدار خلافت ثابت
نہ ہو سکے۔ قائد شریعت کا منصوص من اللہ ہونا۔ ایک دعویٰ محض ہے۔ میں شیعہ حضرات
کو چیلنج دیتا ہوں کہ جیسے حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسول بنائے۔ بھیجئے ان
کی ابتداء کرنے کی بیسیوں آیات صریحہ ہیں۔ ۱۲ اکمہ کے لیے ایک ہی نص قرآنی پیش کریں۔
چلیے صرف حضرت علیؓ کے لیے ہی صریح نص قرآنی کہ ان کو میں نے امام بنایا۔ تمہاری طرف
ہادی بنا کر میں ان کی ابتداء کروان کی مخالفت حرام ہے۔ پیش کریں۔ ہَا اُولَٰئِہَا اٰلُکُمْ
اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ۔ جب ایسی کوئی آیت نہیں ہے تو کوئی شیعہ آج تک پیش کر سکا نہ
قیامت تک کر سکے گا۔ تو خدا سے خوف کریں۔ اور بعد از ختم نبوت، پیغمبر کے ہم منصب، ہم
رتبہ، معصوم، حلال و حرام میں ممتاز، واجب الاتباع اماموں کا عقیدہ مان کر ختم نبوت
کی جڑ نہ کاٹیں کہ اس امامت کا دور شروع ہوتے ہی تمام امت محمدیہ کافر و منافق ہو
گئی۔ آپ کی ازواج و بنات بھی ایمان و عظمت سے محروم ہو گئیں۔ قرآن بھی منسوخ و
متغیر ہو گیا۔ کلمہ اسلام بھی بدل گیا۔ ارشادات رسول بھی منسوخ اور ناقابل اتباع ہو گئے۔
اب صرف یہ صورت رہ گئی۔ کہ سب لوگ تعلیمات نبوی کو ذہن سے نکال کر منصوص من اللہ
علم لدنی والے امام کو ہی اپنا سب کچھ سمجھیں۔ شیعہ کے نام سے ایک نئی امت بنے۔ نئی شریعت
اور نئے احکام (بنام فقہ امام جیسے آج کل فقہ جعفری مشہور کی جا رہی ہے)۔ ہوں دنیا کلمہ
ہو۔ صرف امام کے پاس رہنے والا قرآن ہو حضور علیہ السلام کے تمام متعلقین کو سب د
ختم کرنے کی نئی رسم بدبو وغیرہ۔ کیا خدا نے ایسی ہی امامت کو قرآن میں منصوص کرنا اتفاقاً
نہیں۔ خدا ہرگز ایسا کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ وہ فرما چکا تھا۔ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ اٰیٰتِہُمْ
اِنَّ اللّٰہَ بِالْاٰتِیٰسِ لَدُوْنِہٖ دَجِیْدٌ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (دعائے اعمال) کو ضائع

نہ کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں (اصحاب رسول و امت رسول) پر بڑا مہربان اور شفیق ہے۔

اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے پاؤں پر کھانا مارنے والے اور تمام عمر کی محنت کمائی (لاکھوں صحابہ و مؤمنین) پر پانی پھیرنے والے نہ تھے کہ ایسی امت کشش اور منافق ساز امامت کا اعلان کرتے۔ آپؐ نے حجۃ الوداع کے آخری خطبہ میں صرف قرآن و سنت کو خلیفہ بنانے اور اتباع کرنے کا اعلان کیا۔ جیسے پہلے گذرا۔ اور کسی بھی روایت اور منبر کتاب میں یہ نہیں کہ اس آخری خطاب الوداعی میں یا حرم کعبہ میں یا مسجد نبوی کے منبر پر ہزاروں افراد کو یہ کہا ہو کہ علیؑ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے میں ان کو تمہارا امام بنا کر جا رہا ہوں۔ تم سب ان کے شیعہ بن جاؤ۔ ”آج تک کوئی شیعہ مولف ایسی روایت پیش نہ کر سکا۔ نیز صحاح کی ایک حدیث غدیرہ پیش کی جاتی ہے۔ ”کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولیٰ ہیں۔ اے اللہ! تو اس شخص سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔ پھر اسے خلافت پر نص جلی و مزیع کہا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ارشاد حضرت علیؑ کی شکایت کے ازالے اور حمایت کے سلسلے میں ایک کنوین پر پڑاؤ کے دوران آپؐ نے فرمایا کہ کسی شخص نے حضرت علیؑ کی یوں شکایت کی انہوں نے فلاں باندی سے تعلق قائم کیا ہے۔ آپؐ نے حضرت علیؑ کی برأت کی اور شکایت کی مذمت کی۔ کہ ان کا تعلق میرے ساتھ خصوصی ہے جس کا دوست اور پیارا میں ہوں۔ علیؑ بھی اس کے پیارے ہیں۔ مجھ پر تمہیں شکایت کی جو برأت نہیں تو علیؑ کی شکایت کیوں کرتے ہیں؟ مولانا کا معنی۔ مالک، سافلی دوست، محبوب، غلام، آقا، سردار، مددگار وغیرہ ۲۰، ۲۲ منے کتب لغت میں لکھے ہیں۔ دیکھو مصباح اللغات ص ۹۶۹۔ مگر خلیفہ بلا فصل ”اس کا معنی کسی نے نہیں لکھا۔ تو ایسے ذوالجودہ مشترک المعانی لفظ سے حضرت علیؑ کی یہ حمایت۔ ”امام منصوص من اللہ کے لیے شہسیرؑ میں کیسے تبدیل ہو گئی۔ کچھ تو انصاف اور غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ یہاں محبوب کے معنی ہی درست ہیں کہ بصورت دعا حدیث اس پر دال ہے۔ اگر ایسی کفر اسلام میں خدا صلی امامت کا وجود ہوتا خدا قرآن میں نام کی تعین کے ساتھ اعلان

فرماتا۔ یا اپنے پیغمبر کو فرمانا کہ حجۃ الوداع میں لاکھوں امتیوں کے سامنے علیؑ اور ان کے اولاد کی امامت کا نام بنام اعلان کرونا کہ اختلاف کا اندیشہ نہ رہے۔ یا حرم کعبہ و مسجد نبویؐ میں کرایا جانا۔ اور وہ چیز پھر متواتر منتقل ہوتی مگر یہ لوگوں نے تو خدا پر بھی تفتیکاً یہ الزام لگا دیا۔ ”کہ اگر خدا نام بنام آئمہ کا اعلان کرتا تو منافقین اسے قرآن سے نکال دیتے اس لیے اللہ نے مسئلہ مبہم کر دیا (احتجاج طبری)

پھر کافی باب الحکمۃ کی روایات کے مطابق۔ جو آپ سوال ۵۸ تفتیک کی بحث میں پڑھیں گے۔ امامت خدا کا رازہ سرستہ تھا۔ حضورؐ نے بھی صرف حضرت علیؑ کو پوشیدہ بتایا تھا۔ پھر کیسے اس راز کو آپؐ خیم غدیرہ وغیرہ کے موقع پر اعلان سے فاش کر کے خدا کی نافرمانی کرنے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ ایسا کوئی اعلان آپؐ کرنے کے جواز ہی نہ تھے۔

قولہ۔ نائب رسول کا بھی رسول کی طرح معصوم ہونا ضروری نائب رسول معصوم نہیں ہوتے ہے۔ تاکہ لوگ پورے پورے بختہ یقین اور اطمینان کے ساتھ اس سے احکام اخذ کریں اس کے حکم کو حکم رسول تسلیم کریں اور اسے بدل جان مائیں۔ جواب۔ یہ بھی دعویٰ محض ہے۔ کیونکہ سنی و شیعہ کی متفقہ حدیث ہے۔

ان العلماء وراثۃ الانبیاء ان الانبیاء ان الانبیاء بلاشبہ علماء ہی انبیاء کے وراثت میں انبیاء لہم یورثوا دینا و اولادہا و لکن درہم و دینار اور جاسیدا کی وراثت نہیں وراثۃ العلم فمن اخذ منہ احسن چھوڑنے بلکہ وہ علم دین چھوڑ کر جاتے ہیں بحظ و اخذ (کتب فضل العلم اصول کافی) جو وراثت علم لیتا ہے وہ بہت بڑی دولت وراثت میں پاتا ہے۔

جب علماء نائب رسول اور وراثت میں ان کی عصمت کا کوئی قابل نہیں تو شیعہ اصول غلط ہوا خود بارہ آئمہ بھی اپنے متعلق یہ عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ جیسے نہج البلاغۃ اور رد و نہ کافی ص ۳۵۹ سے حضرت علیؑ کی تقریر گزری۔ ”آئمہ کے پیروکار بھی ان کو معصوم نہ جانتے تھے بلکہ نیک علماء میں سے جانتے تھے۔ اس کے باوجود آئمہ ان کو مومن جانتے تھے۔ جیسے حق الیقین میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔ ”احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ راویوں کی عبادت

ہو ائمہ علیہم السلام کے زمانے میں ہوئی۔ وہ ان کی عصمت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ ان کو نیکو کار علماء میں سے جانتے تھے۔ جیسے رجال کشی سے ظاہر ہوتا ہے مع ہذا ائمہ علیہم السلام ان کو مومن و عادل کہتے تھے۔

۴۔ اس اصول کے مطابق پھر ائمہ معصومین کے نابالوں اور بیانشینوں کو بھی معصوم ماننا چاہیے۔ وجہ تفریق کیوں؟ معصوم کا بیانشین عین معصوم کیسے؟ تو پھر شیعہ کے مراجع شریعت مدار قسم کے علماء بھی معصوم ہوں حالانکہ ان کی عصمت کا کوئی قائل نہیں۔ اور شیعہ ان کو نائب امام یوں مانتے ہیں کہ آج دین کا آخری مرجع وہی ہیں۔ شیعہ سکے میں سونا چاندی اور زمینی عشر کے علاوہ چونکہ باقی اموال اور فاضل آمدنی میں عبادت زکوٰۃ نہیں مانتے۔ حالانکہ آج ۹۰٪ دولت یہی ہے۔ وہ خمس کے قائل ہیں۔ پھر خمس میں سے امام کا حصہ نکال کر ان علماء کو دیتے ہیں اور وہ تبلیغی امور کے علاوہ امام باڑوں، متعانی عشرت کدوں کی تعمیر پر صرف کرتے ہیں۔

۵۔ پختہ یقین اور اطمینان اصول میں عند الشیخہ درکار ہے۔ تبھی تو وہ اصول میں تقلید کے قائل نہیں بلکہ یہ یقین قرآن و سنت پر مبنی ہے کہ براہ راست حاصل کرنا ہوگا۔ لہذا فروعی احکام اخذ کرنے میں عصمت کی شرط لگانا ایجاد بندہ اور بدعت ہوئی۔ (ملاحظہ ہو شیعہ رسالہ توضیح المسائل کا دیباچہ اصول دین کی بحث ص ۷)

قولہ۔ حضور نے اپنے بعد نہ صرف ایک نائب کا اعلان فرمایا بلکہ قرآن و اہل بیت سے تمسک کا حکم دے کر امت کو قیامت تک کے لیے بتا دیا کہ قایدین امت صرف اہل بیت ہیں۔ ص ۲۔

جواب۔ جس حدیث سے یہ استدلال ہے وہ اندر وئے الفاظ و معنی درست نہیں آپ نے قرآن و سنت کا تمسک واجب فرمایا (ملاحظہ ہو رسالہ حدیث ثقلین از مولانا محمد نافع، شیعہ اصول پر اہلبیت و امام کے قاید ہونے نہ ہونے کی بحث ہم بالا کر چکے ہیں پھر ملاحظہ فرمائیں۔)

مفروضہ امامت پر قرآنی آیات مع جوابات۔ ان غیر مربوط اور مسئلہ امامت

اشیاع۔ بالکل غیر متعلق آیات کہ ایک نیا ہی رشتہ کہ ساتھ پر دہنے اور پھر استدلال؟ یہ نے کسی لاحقہ اصل کی گئی ہے

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ مَا اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ اِلَّا رِيسًا عَوْنًا رَّسُولًا۔

آیت بالا سے ثابت ہے کہ جناب رسالت نائب حضرت موسیٰ کے ثقیل تھے اس لیے امت رسول کو بھی امت موسیٰ سے مماثلت ہے۔ ص ۲۳

جواب۔ مماثلت من کل الوجود مراد نہیں ہو سکتی ورنہ لازم آئے گا کہ آپ کے مخالفین بھی فرعون کی طرح غرق ہوں۔ ہاں بعض درجہ میں ہے۔ اور وہ اہل سنت کے موافق ہے۔ کہ آپ کے خلیفہ اول حضرت یوشع بن نون علیہ السلام آپ کے خادم خاص اور حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی طرح دور کے رشتہ دار تھے۔ نسب یہ ہے۔ یوشع بن نون بن فراسیم بن یوسف بن یعقوب بن ابراہیم (قصص القرآن ج ۲ ص ۲۷) از مولانا حفظ الرحمن سیلو ہار دی (تو پانچویں پشت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران بن قاسم بن لادی بن یعقوب علیہ السلام سے نسب ملا۔ آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا جانشین بنایا۔ جیسے حضرت ابو بکر کو حج میں اور نماز میں اپنے مصطفیٰ پر جانشین بنایا۔ سب بنی اسرائیل نے ان کی متفقہ بیعت کی۔ اور جابرہ کے ملک کو فتح کیا۔ اور امت موسیٰ کا اقتدار و غلبہ رہا۔ اسی طرح خلفائہ ثلاثہ علیہم الصلوٰۃ و السلام قیصر و کسری وغیرہ فتوحات کے ذریعے امت محمدیہ کو غلبہ اور استحکام بخشا (ملاحظہ ہو شیعہ تفسیر مجمع البیان طبری ص ۱۰۱ آیت (تخلد))

۲۔ وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰی الْكِتَابَ اور بالتحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی پس ان کی قیامت کی حاضری کے بارے میں شک میں نہ رہا اور ہم نے اس کتاب کو اولاد اسرائیل کے لیے ہدایت مقرر کیا اور چونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ ہم نے بھی ان میں

يُؤَقِّتُونَ (سورہ ص ۱۳) کہ قصص القرآن ج ۲ ص ۲۷

۱۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ جَعَلْتُ خَلِیْفَ الْاَوَّلِیْنَ
(اعراف)

اسی نے تم سب کو خلیفہ میں جانشین بنایا۔

بے شک تمہارا پیار و لگاؤ قیامت کے دن ان کے مابین ان تمام چیزوں میں جن میں

۲۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ (فاطر)

۳۔ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَلَهُ مُدَّةٌ قَلِيلٌ (لقدرہ)

۴۔ اِنْ جَعَلْ فِيكُمْ اَنْبِيَاءَ لَرَجَعَكُمْ مَثَلًا (مائدہ)

۵۔ وَجَعَلْنَا هُمْ اُمَّةً يَدْخُلُونَ النَّارَ (قصص)

اس قسم کی تمام آیات میں جَعَلَ کا معنی مقرر کرنا نامزد کرنا کہنے کی بالکل ضرورت نہیں نہ گنجائش ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جملنا ہم ائمہ کا ترجمہ ائمہ مقرر کرنا بالکل غلط اور بد عقیدہ چلانے کی ناکام کوشش ہے۔ (معاذ اللہ)

۳۔ وَلَقَدْ اخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَنْتُمْ مَا وَعَدْتُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُعْطِيَنَّكُم مِّنْ سَوَاءٍ السَّبِيلِ (دپ مائدہ ۳)

میں بن کے نیچے نہری بہتی ہیں داخل کر رہا ہوں۔ پس اس کے بعد جو تم میں سے منکر ہو گا وہ ضرور سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا۔ (ترجمہ مقبول)

جبراب ۱۔ آیت میں پہلی شیعہ ۲۔ سردار کا لفظ (ب) کے لیے نہیں لیا گیا۔ یہاں

سائل نے بھی ایسا ہی کیا اور اپنا ترجمہ غلط کیا۔ صحیح شیعہ ترجمہ اور ان بارہ اماموں کی بریت و درج ذیل ہے۔

”نقیباً“ مطلب ہے دکیل، کفیل، امین اور برگزیدہ کا گواہ جو اپنی قوم کے احوال سے مطلع ہو کہ تفتیش کرتا رہے اور ان کے نیک و بد کو پہچاننا ہو۔ روایت میں وارد ہے کہ ہلا فرعون کے بعد خدا نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ تم ملک مصر کو سپرد وادارہ رضی شام میں بنیں اریحہ میں چلے جاؤ جس میں اس وقت بیابان آباد تھے۔ خدا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے اس کو تمہارے لیے جائے پناہ قرار دیا ہے۔ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ تم بنی اسرائیل کے ہر بیٹے سے ایک ایک نقیب مقرر کر دو کہ وہ اپنے اپنے گروہ کی وفاداری کا ذکر کرے اور وہ ان کا سردار اور رئیس بھی ہو اس لیے کہ وہ بیابان کے حصار پر امور کیے گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نقیبوں کا انتخاب کیا اور کل بنی اسرائیل سے عمل لیا اور ان نقیبوں کو اپنا عہد کا ذمہ دار قرار دیا اور آپ سب کو ساتھ لے کر چلے۔ جب اس زمین کے قریب پہنچے تو حضرت موسیٰ نے ان نقیبوں کو بطور جاسوس کے بھیجا انہوں نے بڑے بڑے قوی سپاہی لوگ دیکھے حضرت موسیٰ کو اس کی اطلاع دی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھنا ظاہر نہ کرنا گناہ کی تعمیل صرف کالب بن یوتنا نے جو سبط یوذا سے تھے اور یوشع بن نون نے جو کہ سبط نواہی بن یوسف سے تھے کی اور باقی لوگوں نے اپنی اپنی قوم سے اس واقعہ کا ذکر کر دیا۔ اسی پر خدا نے فرمایا۔ خُذْ أَمْثَلَهُمْ مِّثْيَا قَهُمْ أَقْنَهُمْ (دپ مائدہ ۱۳)

اگر شیعہ کو حضور کے نقیب مقرر ہونے اور بارہ نقیب بنی اسرائیل پر پناہ ہے تو اپنے ائمہ کو ان آیات پر پیش کر کے فتویٰ لے لیں۔ خدا کا کہنا ہے کہ اگر عداوت تمہارے گروہ کے بعد سائل نے یہ بہت غلط لکھا ہے۔ ”اس میں خداوند تعالیٰ نے ان بات کا اعلان فرمایا ہے کہ قوم موسیٰ میں نقیب کی تعداد بارہ تھی بنی اسرائیل سے ان کی پیروی کا عہد لیا گیا تھا تا یہ کہ سر زمین جنت کا وعدہ کیا گیا اور مخالفت پر ہلاکت کا پیمانہ دیا۔“

حالانکہ یہ سلاطین و بادشاہوں کے دربار انجام کا وعدہ الہی تھا مگر یہی سب سے بڑی امت ہے نہیں۔
۲۔ سوالیقیہ سبب نقیض و نقض عہدہ کے وزیر سے متعلق سند ہے۔

گستاخانہ مواد اب اگر کوئی اعبی آپ کے ناجائز استدلال سے موقف پر آکر یہ کہہ دے کہ اس امت کے ۱۱ منسوخ شیعہ آئمہ میں سے صرف دو (علی حسین) جنگ کرنے کے عہد پر قائم رہے۔ لقیہ دس نے تقیہ کر کے نقض عہد کیا۔ اور ان پر فتویٰ قرآنی و کتبہم چسپاں ہوا تو آپ کیا جواب دیں گے؟

اور یقیناً ہم نے مرنے کو کتاب عنایت کا بھی
وَبَعَثْنَا آتِنَا ثَوْرًا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
اور ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر
مقرر کیا تھا۔

معلوم ہوا سنت موسیٰ کے وزیر اور خلیفہ اہل ان کے بھائی ہارون تھے کوئی بھائی
امنی نہ تھے۔ اس لیے امت محمدیہ کے خلیفہ اہل بھی حضرت علی ہی قرار پائے جو برادر مصطفیٰ
ہیں اسی لیے حضور نے جناب امیر کو مخاطب کر کے فرمایا: یا علی انت منی بمنزلہ
ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ اے علی! تیری منزلت مجھ سے وہی
ہے جو ہارون کی تھی مگر اس کے ساتھ نبی۔ سو اے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ۲۵

جواب۔ حضرت ہارون علیہ السلام واقعی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور
وزیر تھے۔ وزیر کے منصب و دوکارہ مشیر اور مددگار ہیں مگر یہ کہ میں یہ کام
اعمال بادشاہ یا نبی کو زندگی میں دے گا رہے۔ اس عہدے کا بعد از وفات خلافت جائز نہیں
سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ وزیر اور خلیفہ اول ایک ہی زمانہ میں متنازع بات ہے تو شیعہ
کا استدلال نام نہاد ایک نبی یا بادشاہ کے وزیر سے ہو سکتے ہیں۔ جیسے وزیر کی حیثیت
سے حضرت علی زندگی میں آپ کے مشیر اور معاون رہے۔ اسی طرح حضرت ابو جبر عبد اللہ بن
وزیر و معاون رہے۔ حضرت ابو جبر عبد اللہ کو بھی آپ نے اپنا محبوب یا ماضی اور بھائی
فرمایا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۱۶) آپ کو نسوی حکم الہی ملا تھا کہ ابو جبر کو اپنا مشیر
(وزیر) بنائیں۔ (الریاض النضرہ ص ۱۲)

تہذیبی شریعت کی روایت ہے کہ ہر نبی کے وزیر آسمانی ہوتے ہیں۔ ورنہ نبی۔
میرے آسمانی وزیر تو حضرت جبریل دیکھائی گئے ہیں۔ اور نبی و وزیر الیکٹرک و عمر ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہذا ان السمع
والبصر۔ کہ یہ الیکٹرک و عمر میرے لیے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶)
آپ نے حضرت علی کو بمنزلہ ہارون کے فرمایا۔ انوت وزارت میں حضرت صدیق
ابو جبر کی کئی شہادت کے باوجود۔ اس کا ٹیکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے ہارون زندگی
میں حضرت موسیٰ کے معاون اور عارضی طور پر خلیفہ ہوئے تھے۔ جیسے آپ کو عہد پر گئے
اسی طرح تم زندگی میں میرے قائم مقام ہو کر میں تم کو اپنے گھر
والوں کا جانشین بنا کر توبہ کی تم پر ہمارے ہارون اور دراصل میرا غزوہ توبہ کے موقع
پر آپ نے اس وقت فرمایا جب آپ علی کو چھوڑ کر چلے گئے۔ منافقین نے طعنہ دیا کہ نہیں
جو جھوٹا چھوڑ گئے حضرت علی شنگ دل اور پیشانی ہوا لشکر سے جا ملے آپ نے وجہ پوچھ
کر یہ تسلی دی کہ واپس جاؤ میری جانشینی کرو۔ جیسے ہارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی کئی تھی مگر حضرت ہارون تو اس وقت نبی بھی تھے تم نبی اور صاحب اوصاف نبی نہیں
ہو کر یہ عہدہ مجھ پر ختم ہے۔ حدیث کا سیاق اور شان نزول ہی یہی بتا رہا ہے کہ زندگی میں
عارضی طور پر جانشین ہو گئے۔ مگر بعد از وفات نہیں۔ کیونکہ مشعہ پر حضرت ہارون حضرت
موسیٰ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ (تقصیر القرآن ج ۱ ص ۵۳) اور خلیفہ حضرت یحییٰ
بن زون ہوئے۔ حضرت موسیٰ و ہارون کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہوا۔ الا انہ لا نبی
بعدی۔ اس کا یہ مفہوم غلط لیا جاتا ہے کہ میری وفات کے بعد نبی کوئی نہ ہوگا تو خلیفہ
ہوگا۔ کیونکہ جب مشعہ ہارون بعد از وفات موسیٰ ہوں گے ہی نہیں تو مشعہ حضرت علی
سے نفی نورت کا کیا فائدہ ہوا۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو عطا نبوت کے
بعد آپ کے سوال پر حضرت ہارون کو وزارت و نبوت دونوں مل گئیں۔ مگر مجھے نبوت ملنے
کے بعد تجھے وزارت و انوت تو ملی ہے نبوت نہیں مل سکتی۔ کہ مجھے عطا نبوت کے بعد نبی
کوئی نہ بنے گا۔ تو یہ بدایت زندگی میں بھی پائی گئی۔ اسود غنی۔ طلیحہ مسیلمہ جیسے جن لوگوں

نے ادا فرمایا نبوت میں نبوت کے جھوٹے دعوے کیے وہ بھی لابی بعدی کی تلواریں سے قتل کر دیئے گئے اور تاقیامت بعد از نبی نیا پیغمبر نہ ہوگا۔ حدیث منزلت اور حدیث موافقین کے درمیان مسلم سہمی۔ مگر صاحب آپ کا چیلنج گوزشتہ سے زیادہ نہیں۔ یہ وزارت و اخوت کے دونوں منصب حضرت ابوبکر صدیق کو بھی حاصل رہے۔ زید بن حارثہؓ کو آپ نے اپنا بھائی فرمایا۔ (سجاری) تو حضرت علیؓ کی خصوصیت نہ رہی۔ بعد از رحلت نبوی خلافت ملاحظہ فرما۔

۵۔ وَالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مَصَدَّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ثُمَّ أَوْثَرْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ أَصْلَفْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ (فاطی ۵۶)

(بندوں) میں سے کچھ تو اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں اور کچھ میانہ روی ہیں اور کچھ حکم خدا سے تمام نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں۔

لفظ اصطفا دی وہ مخصوص لفظ ہے جو ہمیشہ خدا کی جانب سے مقرر شدہ ہادیوں کا پتہ دیتا رہا۔

۶۔ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (آل عمران)

یہ لفظ اصطفا خدا کے انتخاب خاص کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لفظ کے ذریعہ خدا نے ان افراد کا پتہ دیا ہے جو امت رسول میں سے اللہ نے منتخب فرمائے۔ اور قرآن مجید کا وارث بنایا۔ (لاحظہ ہر حدیث ثقلین۔ میں شیعہ کہیں ہوا)

جواب۔ یہ بالکل غیر معقول اور خواستدلال ہے۔ آیت اَوْثَرْنَا الْكِتَابَ میں تَبْدُل کے چناؤ سے مراد مطلق امت محمدیہ مراد ہے جو فی نفسہ مغز سالبہ ام پر مصطفیٰ اور برگزیدہ ہے۔ جیسے حیات القلوب ج ۲ ص ۱۳۵ پر حضرت موسیٰ کاظمؑ کی حدیث ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام پیغمبروں پر فضیلت دی۔ (مقام مصطفیٰ) بنشہا اسی طرح آپؐ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی۔ (مقام اصطفا بنشہا) چنانچہ فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (کہ تم سب اہم سے) بہترین امت ہو کہ لوگوں کی ہدایت کے لیے تم کو بنایا گیا اور جلاء العیون مگر آپؐ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ اگر اس جملہ داہنے بندوں میں سے ہم نے جن کو چنا، سے مراد شیعہ کے ۱۲ امام ہوں تو یہ ہوا انکو مہنگا پڑے گا کہ اللہ نے ظالم، میانہ روی اور سابق بالخیرین جماعتوں میں ان کی تقسیم کر دی، حالانکہ شیعہ ان کو معصوم مطلق مانتے ہیں۔ تبھی تو خائن پیشہ مصنف نے آیت کے خط کشیدہ چلے کچھ نہیں تاکہ جو پوری سینہ زد ری اور ناجائز استدلال قارئین پر کھل نہ جائے۔ تو اس اصطفا کا آیت اِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ سے کوئی ربط نہ ہوا کہ یہاں حضرت آدم۔ نوح۔ آل ابراہیم (یعقوب و اسحاق) آل عمران ریحی و علیؑ سب کے سب انبیاء کرامؑ ہیں جو عالمین سے ممتاز ہیں اور نیک و بد کی تقسیم ان میں نہیں ہے۔ انرض اللہ نے اس امت کے کوئی خاص افراد نہیں چنے جن کو کتاب کا وارث بنایا ہو اور وہ اسے لے کر امت کو اس سے محروم کرے تفسیر میں یقار میں غائب ہو گئے ہوں بلکہ وارث سے مراد وہ لوگ ہیں جو شب و روز قرآن پڑھتے پڑھانے اس پر عمل کرتے اور دشمنوں کے اعتراضات سے دفاع کرتے ہیں وہ سنی المسلم امت محمدیہ ہی ہیں تینوں قسم کے لوگ ان میں پائے جاتے ہیں۔

۷۔ قَوْلَهُ كَيْسَىٰ نَبِيٍّ وَرَسُولٍ رَّبِّهِمْ لَكَ جَانِثِي مَا مَقْدَمُ حَقِّ اس کی اولاد ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ان کی اولاد کو بھی ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔ اور ان کے

امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيمًا وَآمَدُ دَنًا
بِفَاكِهِةٍ وَلَحْمٍ مَّا يَشْكُهُونَ۔

(سورہ طہ آیت ۱۲)

ادبم لکم میروں سے اور گوشت سے جو (جو)

کچھ وہ چاہیں گے مدد دیں گے۔

جواب۔ اس آیت کا ریا میں جانشینی سے ذاتعلق نہیں تھی تو شیعہ نے خط کشیدہ جتنہ نہیں لکھا۔ جس سے آئندہ کے متعلق ہوا یقینی نظر آتا ہے برکت میں نعمتوں کے بیان میں یہ ذکر فرمایا کہ ایک اولاد کو نیک والدین کے ساتھ جنت میں ایک مقام دیا جائے گا کہ ثوابی رشتے اور

اعمال و ایمان میں اتباع کا تقاضا ہی ہے۔

۸۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ
وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النَّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ
فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ

ماریتہ یافتہ ہے۔ اور بہت سے۔ ان میں سے نافرمان ہیں۔

ابن ابی شیبہ و ابی یوسف کہ نوح اور ابراہیم کی جانشینی ان کے بعد ان کی ذریت کو عطا ہوئی۔ جو بحیثیت نبوت تھی۔ اب نبوت ختم ہو گئی۔ لیکن کتاب باقی رہی۔ اس لیے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ (کتاب میں) جانشینی کا حق صرف ذریت ہی کو حاصل ہے اور کسی غیر کو نہیں۔

جواب۔ حضرت نوح علیہ السلام نو آدم ثانی ہیں اور آج تمام ذریت انس ان کی اولاد ہے جن میں کفار و غیرہ سب شامل ہیں۔ نوح اکثر شیعہ کو مفید نہ ہوا۔ حضرت ابراہیم بھی حضرت نوح کی اولاد سے جو کہ پھر ایک غلط فہمی دیا اس کے بعد خاص ہیں۔ تفسیر الجمل ج ۲ ص ۲۹۵ میں ہے۔

ونوح هو الاب الثاني لجميع البشر
والاب اھیم الواعظ والموم وبنی
تمام انسانوں کے دوسرے باپ حضرت نوح ہیں
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام رومیوں۔ عربوں
اسرائیلیں۔

نوح چلا کہ حضرت ابراہیم کی اولاد بھی اکثر دسے زمین۔ بڑا عظیم الشان۔ یورپ اور افریقہ پھیلی ہیں تھی اب بنس قزاقی ہر غیر اسی قوم میں سے ہوتا ہے۔ ان کے انبیاء بھی انہی میں سے

ذریت ابراہیم۔ تھے۔ کثیرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ۔ جسے شیعہ نہیں لکھتے۔ ان کی

اکثریت نواسق رکافر و گنہگار بتا دیا۔ یہ حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کی خصوصی عزت کی گئی کہ سب دنیا یا آخر کو ان کی اولاد بنایا۔ ان میں سے بعض انبیاء علیہم السلام بنے اور ان پر کتاب ہر زمانہ میں اترتی رہی۔ اب ظاہر ہے کہ اس ذریت اور اکثر کا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت سے یا ان کوئی کتاب ملنے سے تو کوئی تعلق نہیں۔ آخر وجہ تشریح و علت ارتباط کیا ہے؟ اگر لفظ ذریت ہی ہے تو ان کے ہزاروں انبیاء اپنی اپنی مخصوص قوموں کے رہنما اور کتاب اللہ کے معلم وقت محمد دے یہ تھے۔ جو برہمنوں علیہ السلام ختم نبوت کی وجہ سے تمام دنیا کے

لیے اور تمام اوطان و مملکت کے لیے تاقیامت ہادی اور پیغمبر ہیں تو ان کی ہدیٰ للناس کتاب ان کی ذریت میں سے صرف بارہ میں منحصر کیوں ہے؟ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ذریت رسول کے ہزاروں لاکھوں افراد علم و عمل سے آراستہ۔ قابل اتباع نمونہ بن کر دنیا کے کونے کونے میں بھیجیں اور تعلیم و ہدایت خلق کا کام کریں۔ مگر اس کثرت اور نشان و شوکت کے ساتھ ذریت رسول ہوئی ہی نہیں۔

گو ہم اہلسنت سینکڑوں سادات کو علماء و فضلاء اور قابل اتباع ماننے میں مگر شیعہ اسے کبھی نہیں مان سکتے۔ وہ تو اپنے عقیدہ کے علاوہ ذریت رسول کو علانیہ بدتر کہتے اور کتے سے بھی نجس جانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مجالس المؤمنین شوشتری۔ احتجاج طبرسی وغیرہ) تو کتاب اللہ کا ذریت رسول

میں بند ہونا اور ہر قریر و بستی والوں کا ان سے دین حاصل کرنا۔ تاکہ حجت الہی بندوں پر تمام ہو۔ ناممکن اور دلیل مشاہدہ سے غیر واقعی ثابت ہوا۔ تو یہ ماننا پڑے گا کہ ذریت رسول کو ذریت نوح و ابراہیم سے کوئی مشابہت نہیں۔ ان کی بزرگی تو ان کے غیہ انبیاء افراد پر نمایاں ہے۔ مگر کتاب اللہ جو ہدیٰ للناس ہے اور ذریت کے ساتھ خاص نہیں تو اس کی تعلیم

تدریس عملی تشریح بھی ذریت کے ساتھ خاص نہ ہوئی بلکہ ذریت و غیر ذریت امت مطلقہ میں عام رہی کہ ان کے لاکھوں کروڑوں افراد کو اللہ نے کتاب اللہ کا وارث بنا کر علم عمل سے آراستہ کیا اور وہ دنیا کے کونے کونے میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور یہی جانشین رسول ہیں جو سنی المسلک ہیں اور شیعہ کے خیال میں اصل وارث ذریت، قرآن کو اپنے ساتھ لیے دنیا سے غائب ہے۔ اور امت محمدیہ ان کی زیارت۔

برائیت، تعلیم و تبلیغ سے یکسر محروم ہے۔ بس دن ہم بائیں گے ہرگز وہ کوئی کہ
۹- یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (دن ہم بلائیں گے ہرگز وہ کوئی کہ
پیشوا کے ساتھ۔) ۱۰

ثابت ہو کہ ہر دور زمانے میں کوئی نہ کوئی امام ضرور ہے۔ (۲- ملخصاً)

جواب۔ یہاں امام سے مراد مطلقاً پیشوا ہے خواہ نیک ہو جیسے انبیاء کرام
اور ان کے متبعین متبعین۔ خواہ بد ہو۔ جیسے فرعونوں کے متعلق فرمایا ہم نے ان کو
امام بنایا۔ وہ لوگوں کو آگ کی طرف بلاتے تھے۔ قیامت کے دن بد شکل ہوں گے
(قصص ع ۷۷) اس کا قرینہ اگلی آیت ہے کہ جن کو نامہ اعمال و ایمان ہاتھ میں ملیگا
وہ خود چڑھیں گے۔ ان پر ذرہ ظلم نہ ہوگا (اور جس کو بائیں ہاتھ میں ملا، وہ دنیا میں اڑھا
نفا آخرت میں بھی اڑھا ہوگا یا اس سے بھی زیادہ گمراہ ہوگا) معلوم ہوا کہ اس آیت کا
بھی شیعہ کی امامت سے تعلق نہیں۔

۱۰- وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً
وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
وَتَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔
اور اسی طرح ہم نے تم کو بیچ کا گروہ مقرر
کیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول
تم پر گواہ رہیں۔

(البقرہ)

معلوم ہوا کہ یہ اشخاص جو لوگوں کے ساتھ بلائیں جائیں گے وہ ہیں جو رسول کے
ماخت اور تمام امت کے حاکم و ولی ہیں۔ اور انہیں کو امام کہا جاسکتا ہے، انہی کی ہدایت
کا ہر زمانہ والوں کو حکم دیا ہے۔ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور عداوتیں کے
ساتھ رہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں البیاد وجود باقی رہتا ہے جو صدق فی القول
والعمل کے ساتھ حقیقی معنی میں محسوم ہوگا۔ پھر فرمایا۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔
تم ڈرانے والے ہو اور ہر نسل انسانی کے ہر
طبقہ کے لیے ایک راہنما ہے۔

ثابت ہو کہ ہر طبقہ انسانی کے لیے رہنمائے حقیقی کا ہر ذوق یقینی ہے۔ (میں شیعہ کیوں ہوا؟)

۵ جواب۔ اس خالی خالی استدلال اور سخن سازی کا لچر پوچھنا ہر عامی پرچھ ہی ظاہر
ہے۔ جبلا آیت امت وسط کو آیت گذشتہ یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ سے کیا تعلق ہو اچھر
جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا (تم کو معتدل امت بنایا) کا خطاب سب امت محمدیہ کو ہے۔ صرف
بارہ امام کیسے بن گئے؟ یہ قرآن کی صریح تحریر ہے۔ پھر اہل تقویٰ اور صادقین ہر زمانے
میں ہیں اور وہ ہزاروں لاکھوں افراد ظاہر و باہر ہیں اور دنیا ان کی اتباع کر رہی ہے۔
یہ تو نہیں کہ ہر زمانے میں صرف ایک ایک فرد وہ بھی تقیہ میں مستور اور گمنام ہو کر رہا۔ اور
۲۵ھ سے امام عصر کے غائب ہوجانے سے وہ بھی ختم ہو گیا۔ کیا عقل سلیم کی روشنی میں ایسے
صادقین کی محبت کسی کو میسر آسکتی ہے۔ پوری امت میں صرف ۵۰۰ افراد ہی کی فہرست
درکار ہے جن کو ان کی محبت مع سند ایمانی نصیب ہوئی ہو۔ دیدہ باید آیت اِنَّمَا اَنْتَ
مُنْذِرٌ کے دو مطلب ہیں۔ کہ اے پیغمبر آپ ہی اس دور کے مندر ہیں۔ اور تمام اقوام
عالم کے لیے ہادی ہیں۔ یا یہ کہ آپ مندر و پیغمبر ہیں اور ہر قوم کے لیے پیغمبر و ہادی ہوتا رہا ہے۔
الغرض اس آیت کا بھی شیعہ امامت سے کوئی تعلق نہیں۔

قارئین کرام! ہم نے شیعہ مؤلف کی امامت پر پیش کردہ تمام آیات مع شیعہ
استدلال کی حقیقت المشرع کر دی۔ ہر آیت میں ان کی لفظی چوری اور معنوی تحریف اور
بالکل غیر متعلقہ سخن سازی واضح کر دی۔ غور کیجیے کہ ”مسئلہ امامت“ ان کے ہاں اتنا اہم ہے
کہ کلام طیبہ کا ہر ذرہ اس میں شک کرنے والی تمام امت مسلمہ بھی بے ایمان و منافق
ہے۔ مگر دلیل میں قرآن کریم کی ایک آیت بھی صریح یا ظنی مفہوم کی نہیں ہے۔ ہرگز نہیں ہے
عمر لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔

لیجیے، اب موصوف امام غائب علیہ السلام کے عنوان سے قرآن کا خون کرتے ہیں۔
غیب کے معنی نظر نہ آنا ہے نہ کہ محروم ہوجانا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ امام کا ہر
زمانہ میں ہونا یقینی ہے تاہم اگر ظاہر اس کا سراغ نہ ملے تو وہ غائب ہے۔ اور پروردہ قدرت
میں مستور ہے۔ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَاتَّخِذُوا لِي مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَتَّبِعِينَ۔ (غیب اللہ
کے قبضہ میں ہے۔ تم انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں) مطالعہ قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ غیب

کی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔
 هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلَهُمْ مَالٌ غَلِيظٌ
 پر ایمان رکھتے ہیں۔

اگر غیب سے مراد اللہ تعالیٰ لیا جائے تو ظاہر ہے کہ ایمان باللہ کے بغیر متقی قرار ہی نہیں پاسکتے۔ اگر قیامت مراد لی جائے تو اس کا ذکر بالیوم الآخر میں علیحدہ موجود ہے لہذا غیب کوئی اور ہی چیز ہے جس پر ایمان لائے بغیر متقین ہونے کے باوجود قرآن سے ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی ۲۹۔

الجواب - "ماروں گھٹنا بھوٹے آنکھ" کا مسدق اس لایعنی استدلال کا میں کیا جو
 دوں جو قرآن کی صحیح تخریف کر رہا ہے۔ اور اس کی سزا حکومت اسلامی، پاکستان چوک کر اپنی
 میں سولی لٹکا کر دے تو بجا ہے۔ سورت یونس کی آیت اِنَّمَا الْغَيْبُ لَنَا مَعْلُومٌ کہ غیب کا علم صرف
 خدا کو ہے۔ کفار کے اس مطالبہ کے رد میں ہے کہ کوئی معجزہ رب کی طرف سے کیوں نہیں آتا۔
 بقرہ کی شروع کی آیات میں غیب سے مراد صفات الہیہ نہایت انبیاء۔ قبر و درخ جنت
 کی تفصیل حساب کتاب وغیرہ ہے جسکی تفصیل دیگر آیات سے ملتی ہے۔ ترجمہ مقبول کے حاشیہ
 میں ان چیزوں کے علاوہ قیام قائم علیہ السلام اور رجعت بھی مثال میں بتایا ہے۔ مگر یہ تو
 ان کا خاص مسلک ہے جب توحید۔ رسالت۔ و درخ جنت کی طرح سینکڑوں آیات سے
 پرچہ قطعی ثابت نہ ہو تو اسے غیب کے تحت کیسے لایا جاسکتا ہے۔ پھر تو فادیانی وغیرہ بھی
 سچے ہو گئے کہ اپنی من گھڑت چیزیں اسی طرح آیات کے تحت لادیتے ہیں۔ اعاذ باللہ من
 تخلف القرآن۔

امام غائب علیہ السلام کا تعارف - شیعہ کا یہ خلاف عقل و نقل بنیادی عقیدہ ہے کہ
 بارہویں امام (مہدی) پیدا ہو آؤ کہ سال کی عمر میں دشمنوں کے خوف سے چھپ کر ہمن راسی نامی
 ایک غار میں چلے گئے۔ اصلی قرآن بموجب حدیث "لَنْ يَفْترَقَا" کہ امام و قرآن کبھی جدا نہ
 ہوں گے۔ انہی کے پاس ہے جب ۳۳ مومن دنیا میں ہو جائیں گے باہر تشریف لائیں گے۔
 اور اصلی قرآن شریف شیعہ لوگوں کو چڑھائیں گے۔ باقی سب لوگوں کے لیے وہ لقمہ و عذاب

ہوں گے۔ جیسے حضور سب لوگوں کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ چنانچہ یہ امام لقمہ و روضہ
 بنوی کو بھی گرا دے گا۔ حضرت ابو بکر و عمرؓ کی صحیح سالم لاشیں نکال کر ایک خشک درخت پر
 (طور سولی) لٹکائے گا۔ وہ ہرا ہو جائے گا۔ جنت البقیع کی قبریں اٹھائے گا منجہ حضرت مومنین
 مائتہ صدیقہ کی سالم لاش نکال کر اسے اتنی در سے لگائے گا۔ (اصول کافی وغیرہ)
 چند باتیں باحوالہ لکھی جاتی ہیں۔ ۱۔ نور اللہ شہسری کہتے ہیں کہ امام مہدی کے اختفاء
 پر اجماع ہے۔ ہر زمانے اور ہر شہر کے شیعہ نے مسلسل اس پر اجماع کیا اور قول امام کی حجت
 بھی ان کے پاس ہے۔ (مجالس المؤمنین ص ۱۶) ۲۔ شیعہ محقق شیخ طوسی نے امام غائب کا
 فلسفہ ایک بادشاہ کے دربار میں بیان کیا۔

لولا الامام لما قامت السموات والارض
 اگر امام غائب نہ ہو تو آسمان و زمین قائم نہ
 ولما انزلت السماء قطرة لما اخرجت
 رہیں اور آسمان سے بوند نہ پڑے۔
 الارض بركة (مجالس المؤمنین ص ۲۲)
 اور زمین اپنی برکت و پیداوار نہ نکالے۔

گویا امام غائب اپنے فرائض۔ اقامت نماز۔ اقامت حدود۔ تبلیغ اسلام۔ تزکیہ
 نفوس وغیرہ۔ تو دشمنوں کے خوف سے چھوڑ کر چلے گئے۔ اور خدا بن بیٹھے یا خدائی کے حصہ دار
 اور انچارج بن گئے حالانکہ پناہ کی پہلی آیت میں اللہ کا ارشاد ہے۔

وَايَا كُفْرًا سَمَّيْنَاهُ نَبَايَ كَسْنَاهُ سَمَاءَ بَنِي كَسْنَاهُ سَمَاءَ بَنِي كَسْنَاهُ
 وہ آیکس آسمان و زمین بنائی۔ کس نے تمہارے لیے پانی برسا یا۔ آیکس نے پر رونق
 باغات اگائے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ و خدا ہے؟ بلکہ یہ منکر کرنے والی قوم ہے۔

۳۔ امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا
 کر دے گا۔ (بقرہ پ ۱) سے مراد حضرت قائم مہدی کے اصحاب و شیعہ ہیں جو ۳۱۰ سے

چند عدد و اند ہوں گے (۳۱۳) اللہ کی قسم یہی گنتی کی امت ہے۔ ایک گھڑی میں جمع ہو جائیں
 گے جیسے بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں۔ (روضہ کافی ص ۳۳) گویا آج تک ۳۳ مومن شیعہ

بھی دنیا میں نہیں ہوئے ورنہ امام کو چھپ رہنا جائز نہیں۔ (کافی ص ۴۰) اصبح بن زبانہ کہتے
 ہیں کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا میرے گیارہویں بچے مہدی کی غیبت اور گمشدگی
 ہوگی جس کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور کچھ ہدایت پائیں گے۔ میں نے

پوچھا۔ امیر المؤمنین کتنا عرصہ گمشدگی اور غیبت ہوئی فرمایا۔ چھ دن۔ یا چھ مہینے یا چھ سال۔ میں نے کہا اب بسا نہ دے ہو گا۔ فرمایا ہاں ضرور ہو گا۔ گویا وہ پیدائش کا ہے۔

(اصول کافی ج ۲ ص ۳۳۸ باب النقیبہ)

امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث میں ہے۔ فرمایا اسے نہ رہا یہی منتظر مہدی ہے جس کی ولادت میں کبھی شک نہ ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا باپ لاد لدر گیا۔ بعض کہتے ہیں حمل چھوڑ گیا۔ بعض کہتے ہیں۔ باب کی موت سے دو سال پہلے پیدا ہوا اور غائب ہو گیا۔ یہی منتظر مہدی ہے مگر یہ کہ اللہ شیعہوں کا امتحان چاہتا ہے اس رغبت کبریٰ کے زمانہ میں اہل باطل شک میں پڑے ہوں گے۔ (کافی ج ۲ ص ۳۳۸) آگے کافی کے باب کمرہ التوقیت میں ہے کہ اللہ نے ظہور مہدی کا وقت خیر برج ستہ بتایا تھا جب حضرت حسینؑ ۱۱ھ میں شہید ہو گئے تو اللہ کا غضب اہل زمین پر (یعنی شیعہوں پر) سخت ہو گیا کہ نہ اٹھ تک امام مہدی کو لیٹ کر دیا۔ ہم نے یہ تاریخ تم کو بتائی۔ تم نے اس کی نشا کر دی اور یہ وہ روز بھٹا دیا۔ اس کے بعد اللہ نے اس کے نکلنے کی تاریخ بھی نہیں بتائی۔ اللہ جس بات کو چاہتا ہے مٹاتا ہے (یعنی اپنی خبر کسی غلط کر دیتا ہے) اور جسے چاہتا ہے ثابت (سچا) کر رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔ (شیخین کو لٹکانے اور حضرت عائشہؓ کو حمار نے اور اس امام غائب کے عذاب الہی۔ اور رحمتہ للعالمین کا نور اور حذر۔ ہونے پر احادیث ملاذیر کی حیات انکسور ج ۲ ص ۶۱۱ وغیرہ پر موجود ہیں۔

تبصرہ | کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ کا مصداق یہ وہ امام غائب ہے جس کی غیبت کے ثبوت کے لیے شیعہ قرآن کی علامتیں تحریر کر رہے ہیں اور اس عقیدہ پر نہ مان کر رہے ہیں۔ علامتوں پر ریاہت بالائی روشنی میں نہ خدا سچا رہا نہ امام باقر و صادق سچے ہوئے۔ نہ وہ منتظر ذات شریف کوئی منصف مزاج رحمدل مسلمان صفت ثابت ہوئی۔ آج اگر خلافت سنت کی قبریں مٹانے والے نجدی برے ہیں تو یہ روضہ نبویؐ ڈھا کر لاشیں نکال کر خاکی کا حصار نہ کرنے والے اور ۳۳۔ ۳۴ افراد کے ماسوا تمام نسل انسانی کے لیے روس و سر کیہ

کے اہم ہوں کی طرح عذاب خود دہی بننے والے کیا ہوئے۔ چلیے خشک کے ساتھ تزلزل جایا کرتی ہے۔ اللہ کرے وہ ذات شریف جلد از جلد ظہور فرمائے اور ۳۳ افراد کے ماسوا کر ڈروں شیعہ ان کی تلوار سے قہر بن کر ہم کی ہانڈی میں پکیں اور چشم فلک پر نظارہ دیکھیں کہ اہمات المؤمنین۔ اصحاب و خلفاء رسولؐ اور بہترین امت محمدیہؐ کو گالیال دینے والوں اور گھر گھر منتہ کی فحاشی پھیلانے والوں کا انجام کیا ہوا اور یہ ظلم سے بھری ہوئی دنیا عدل و انصاف سے کیسے معمور ہو گئی۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر ان کے نام لیا عیسا یوں کی قیامت آجائے گی اور مسلمان ہو کر نہ بچ سکیں گے اسی طرح حضرت مہدیؑ کے بھوٹے محب ان کے عذاب کا نشانہ ہو کر یا مٹیں گے یا سنت و جماعت نبی کے مطابق، مسلمان ہو کر اپنی جانیں بچائیں گے۔ فانتظر والی معکم من المنتظرین۔

قولہ۔ بروئے حدیث بھی آئمہ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم اجمعین ہی پیغمبر خدا کے حقیقی جانشین ہیں۔

قرآن حکیم سے امامت کا قلعہ تہذیب کرنے کے بعد موصوف حدیث نقیہ سے اور حدیث من کنت مولاہ سے۔ امامت کو ثابت دیتے ہیں۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کی روایت سے ایک جھوٹی روایت پیش کی ہے کہ سب یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ
و اطیعوا الرسول واولی الامر
منکم فان تنازعتم فی شئ فیہ ذل
الی اللہ و الی الرسول (سورۃ ۸)

اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس رسول اور ان دالین امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں۔ پھر اگر کسی معاملے میں تم میں آپس میں جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پیر دو۔

تو میں نے پوچھا۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو تو پوچھا لیا لیکن ابوہ الامیر کو نہیں پوچھا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ وہ میرے جانشین ہیں۔ وہ میرے بعد تم پر حاکم و مفسر نگران و متولی بنائے گئے ہیں۔ ان میں کا پہلا میرا جانشین علیؑ ہے۔ پھر آپؐ نے حسب اقتدار شیعہ گیارہ افراد کے نام لیے۔ (بحوالہ کتب الی سنت یناسب المودۃ معنفہ علامہ سیاحندویؒ)

شواہد النبوة ص ۱۹۰ - (میں شیعہ کیوں ہوا؟)

آیت اولی الامر کی بحث | الجواب - حدیث ثقلین ۲ کتب اہل سنت اور اصول کافی سے ہم قیاس کر چکے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت نبوی ہیں جن ہماری کتب میں یہ ہے کہ کتاب اللہ اور اہل بیت ہیں۔ وہ سب جو صحیح - موضوع یا اعتقاد ہیں۔ فردا فرما ہر ایک کی حقیقت حدیث ثقلین، از مولانا محمد نافع سے معلوم کریں۔ آیت بالا بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ قرآن میں امر - منہار - ماضی کے تفسیر یا ۱۰۰ اصیغوں میں اطاعت خدا اور اطاعت رسول کا مستقل حکم موجود ہے۔ اور یہ تاقیامت خطاب ہے۔ یعنی کنارہ سنت کی ہر ذرہ میں اہل ایمان پیر رہی کریں۔ صرف اس آیت میں اولی الامر کی ضمنی طاقت کا۔ یعنی بواسطہ انبیاء رسول - حکم ہے۔ لفظ الطیر اس کے ساتھ مستقل نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اولی الامر سے حکام مراد ہوں۔ یا فقہاء و علماء دین یا شیعہ کے بارہ امام ہیں سب کی اطاعت مستفیض نہیں بواسطہ اطاعت رسول ہے تو خدا اور رسول کے ساتھ ان کی اطاعت کا ۲/۳ تناسب رہا۔ لہذا ان کے کلمہ بنانے کی حاجت نہ رہی نہ مستقل اور منقطع اطاعت ماننا جائز ہے۔ آیت سے مراد کچھ ہو، ہوں شیعہ کا استدلال باطل اور مذہب فنا ہو گیا۔ علاوہ ان میں اولی الامر منکم کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ تمہارے ہی منفرہ اور چنے ہوئے ہوں۔ جب شیعہ بطور عموم حجاز آج تک جہنمی صاحب جیسے اپنے حاکموں کی یا نہ مہربانیوں کے سر پرانوں کی یا اپنے مجتہدین و شریعتداروں کی آیت ہذا کی روشنی میں اطاعت کرتے ہیں تو شیعہ اولو الامر آئمہ کا غیر منصوص اور النسائل کا منتخب شدہ ہونا قرآن سے ثابت ہوا۔ مع ہذا منکم مسلمانوں کی جنس سے ہونا چاہتا ہے۔ جب شیعہ کے امام نہ عام مسلمانوں کی (اور نہ کسی غیر دینی) مسلمان ہیں۔ نہ فی نفسہ انسان ہیں بلکہ ان کے بقول خدا کے نور سے نور اور جوش میں اللہ میں نور ہونا منکام کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کے اپنے منفرہ حاکم اور عامار ہمارے ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ رہتا ہے شیعہ خائن نہ رہیں۔ مانتا نقل نہیں کیا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ان ایسے رابر سے اختلاف و نزاع کہ ان کے رفع کی صورت میں یہ بھی ہے کہ صاحب امر۔ اس کا مبیعہ کتاب و سنت سے فیض

کرائیں تب وہ مومن باللہ و آخرت ہوں گے ورنہ نہیں شیعہ عقیدہ میں امام کے ساتھ اختلاف و نزاع نبی معصوم کی طرح کفر ہے۔ لہذا ان کے آئمہ اس کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ تنبی ہوں گے کہ سنی عقیدہ کے مطابق ان کو یہ معصوم و غیر منصوص عالم و فقیہ مانا جائے۔ ان کے قول و عمل سے اختلاف ممکن ہے۔ اسے کتاب و سنت پر جانچا جاسکتا ہے۔ حدیث بالا یہ بھی کہتی ہے کہ وہ جانشین حاکم و منصرف ہوں گے۔ حالانکہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ وہ جانشین (حضرت علیؓ) کے دور خلافت کے سوا نہ حاکم بنے نہ منصرف فی امور الناس ہوئے پھر وہ اس کا مصداق کیسے؟ شیعہ مولف نے اولی الامر منکم کی وضاحت حاشیہ میں یہ کی ہے۔ ”یعنی صاحب اختیار کن فیکون کی“ سبحان اللہ! شیعہ جہت کا کیا کہنا؟ امام دنیا کے حاکم و منصرف تو بن سکے عمر بھر مخالفت رہے۔ مگر کن فیکون خدا کی کے مالک بن گئے۔ حالانکہ یہ صفت سورت یسین کے آخر میں اللہ نے اپنی بیان کی ہے۔

حدیث امامت کی حقیقت | آیت سے استدلال کے جواب کے بعد روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل جھوٹی حدیث ہے۔ ہماری کسی معتبر کتاب میں اس کا نشان تک نہیں۔ مینابیع المودۃ کا مصنف سلیمان بن ابراہیم معروف خواجہ کللال۔ ظاہر اسنی حنفی باطنی یکبارہ فاضی ہے۔ تمام شیعہ عقائد اس کی کتاب سے واضح ہیں لہذا ہرگز حجت نہیں۔ رجوالہ حدیث ثقلین نافع، شواہد النبوة کا مصنف بھی مجہول ہے۔ بقیہ سب کتابوں کا جو کچھ محل سوال ہے اور وہ اکثر جھوٹی روایات کی ہیں۔ جیسے اربع المطالب حلیب السیر و صفۃ الاحباب وغیرہ۔ اور عبارت والفاظ بھی نہیں رکھے۔ ان کا جواب ہمارے ذمے نہیں ہے۔ البتہ صواعق محرقة کی یہ روایت ”کہ میرے بعد میری امت میں ہمیشہ عادلین میرے اہل بیت سے رہیں گے جو اس دنیا کو گمراہ لوگوں کی تحریف، تاویل و باطلین اور جھوٹے لوگوں سے بچا کر راہ حق کی ہدایت کرتے رہیں گے۔ خبر دار تمہارے پیشوا تم کو خدا کے سامنے اپنے ساتھ لے جائے والے ہیں۔ اس لیے سوچ لو کہ کیسے شخص کو پیشوا بنا رہے ہو“ اگر سنی ثابت نہ ہو۔ مناد درست معلوم ہوتی ہے اور من اہل حق کی تصریح کے بغیر کئی کتابوں میں یہ حدیث ہے۔ اگر شیعہ مقصد خاص کے لیے استدلال کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اضافہ :-

نسات کے خلاف ہے تو نشانہ ہو گئی۔ قابل احتجاج نہ بنی نگہ اس کی میں ضرورت نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس میں ”میری امت میں ہمیشہ عادلین اہل بیت“ کا لفظ ہماری ہی تائید کرتا ہے۔

اہل سنت کی خدمات دین | کہ اہل سنت کے اختصار میں سینکڑوں علماء و سادات ہر دور میں امت کی راہنمائی کرتے آ رہے ہیں۔ حضرت علیؓ، حسینؓ، زین العابدینؓ، حضرت جعفر صادقؓ رحمہم اللہ اجماع میں سب سکتے تھے۔ روافض کو فہم پر تنوک دیا تھا ان کی علانیہ تردید کی سب دنیا کو مسلک اہل سنت کے مطابق کتاب و سنت کی تعلیم دی کبھی شیعہ کی بات نہ کہی تھی تبھی تو شیعہ بالاتفاق ان کو تقیہ باز کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبداللہ درجیلانیؒ رئیس اولیاء۔ جو والدہ سنی سید ہیں اور والدہ سے سنی جیسے اسلاف سادات۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری۔ علامہ محمد یوسف بنوری۔ بیل ریاض رسول عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے موجودہ دور کے محقق فضلہ سادات حدیث بالا کام صادق ہیں اور وہ کثرت ہوتے آ رہے ہیں۔ نہ کہ شیعہ کی طرح ایک ایک امام واجب الاطاعت ہے۔ مگر تقیہ کی وجہ سے اس کی اتباع ناممکن ہے۔ امام عصرؑ کا تو کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ اسی لیے ہم نے حدیث نبویؐ پر عمل کرتے ہوئے سوچ کر اپنے اساتذہ۔ ائمہ اور قابل اتباع اہل علم تلاش کیے جو ہر وقت ہماری راہنمائی اور تکریر نفوس اور تعلیم و تبلیغ کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں اور آپ جیسے گمراہ و جاہل جھوٹے لوگوں کی تاویل و تحریف سے راقم انیم جیسے ان کے ادنیٰ شاگرد و لوگوں کو بچا کر راہ حق کی تباہی کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ واللہ الحمد والمنة۔

الخصف دنیا میں صرف مذہب اسلام ہی سچا ہے اور اہل سنت والجماعت کے مطابق اس کی تشریح و تفسیر ہی برحق ہے۔ عقل و نقل کی کسوٹی پر پرکھا ہوا ہے۔ وہی منصب سالت کے فریضہ تبلیغ کا دنیا میں وارث و جانشین ہوا۔ اس کے اکابر صحابہ کرامؓ و تابعینؓ ائمہ دین فہما و مجتہدین سبھی اعلیٰ درجہ کے شجاع۔ دنیا نے اسلام کے عظیم الشان فاتح۔ اقوام عالم کے بے مثال بادی۔ محاکم اسلامیہ کے لاثانی مدیر۔ افضل الائم۔ پارسا۔ عابد۔ عادل و رحم دل تھے اور تمام دنیا نے اپنی جہالت شان علمی مقام میں ان بان اور عظمت و تقویٰ کا لایا موابا زبان خلق

نقادہ خدا۔ کامصدق وہ دنیا نے اسلام کے منفذ امام و پیشوا، ولیہ خدا۔ اور ورنہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ بایں ہمہ وہ اللہ کے عاجز بندے تھے۔ کبھی متکبرانہ بات نہ کی۔ آستانہ کعبہ پر چھکے رہنے والے کیسے کہیں ”کہ ہم گناہ و خطا سے پاک ہیں“ سحری کے استغفار میں آہ دہکا کرنے والے کیوں اپنے پیر و کار دل سے یہ کہلوائیں ”ہمارے ائمہ معصوم تھے۔ گناہوں سے پاک تھے انبیاء سے افضل تھے“ ان کا خدا واد مقام ہی کافی تھا۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا النَّبِيُّ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ لَآئِحُ الْآخِرَةِ الْكِبَرُ (نحل ۶۷)

وہ لوگ جنہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا خدا کی خوشنودی کے لیے ہجرت کی ہم ضرور بالضرور ان کو دنیا میں رہنے کی اجی جگہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہو گا۔ (مقبول)

آج لِيُعْطِيَهُمُ الْفَقَارُ (تاکہ صحابہ کی ترقی سے کفار جلیں) کامصدق ان کے حاسد و دشمن ہزار جلیں۔ حقائق جھٹلائیں۔ قرآن و سنت کو نشانہ طعن بنائیں۔ روئیں بیٹیں لہو لمان ہو کر اپنے آپ کو ختم کر دیں ان کو قدرت نے پاداش اعمال میں بھی کچھ دینا ہے۔ لَنْ يُقَالَهُمْ عَذَابُ الْآخِرَةِ فِي الْحَيَاةِ تاکہ ہم ان کو دنیا میں رسوائی کا عذاب کھائیں اللہ نیا و لَعَذَابُ الْآخِرَةِ آخِرُي دَهُمُ اور آخرت کا عذاب تو اس سے زیادہ سزاگن لَآ يُخْصَرُونَ۔ ہے۔ ان کی دہاں کوئی مدد نہ کرے گا۔

رہی آخر میں حدیث ”یا علی انت و شیععتک ہم الفائزون“ اس کے جعلی اور من گھڑت ہونے کی حقیقت مجہ متعلقات ہم نے ”تحفہ امامیہ“ میں دس صفحات میں کر دی ہے۔ اس کے مقابل نجات اہل سنت پر حدیث صحیحہ ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا من مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ (شیعہ کتاب کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۲۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آل محمد کی محبت پر فوت ہوتا ہے وہ اہل سنت و جماعت کے مذہب پر فوت ہوتا ہے۔ تازہ لیت آل محمد سے سچی محبت رکھنے والا بالاتفاق جنتی ہے۔ تو سب اہل سنت جنتی ہوئے۔ نیز حضرت علیؓ نے فرمایا سب بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے متعلق درمیانہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ علیؓ خدا و رسول کی

صفت والے ہیں نہ منافق و دشمن اسلام۔ یعنی شیعہ و خارجی نہیں سنی ہیں تم اسی گروہ کی اتباع کرو یہی سوادِ اعظم اور جماعت والے ہیں۔ نہج البلاغہ ص ۲۸ میں گروہ کی اتباع کا علیٰ حکم میں ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے۔ محترم! آپ کے ہزار و بیہ انعام کی مجھ جیسے درپیش منقش کو ضرورت نہیں۔ یہ خونِ اہلبیت کی بیع کا معاوضہ اور متہ خانہ کی آمدنی آپ کو مبارک ہو۔ آپ اگر مفادِ دنیوی قربان کر کے سنی ہو جائیں تو چشمِ مار و شن دلِ مانشاد ورنہ ہم دعا گو ہیں اللہ رکھے ہم سب کو محبِ اہلبیت و جمیع صحابہ کرام اور جنتی بنائے۔ آمین

مناجیح دعا۔ مہر محمد میاں زوالوی۔

حصہ دوم

سنیہ پرسو سوال کے جوابات

اہل السنّت والجماعت کی وتبہ تسمیہ

سوال ۱۰۔ اہل سنّت والجماعت کے نام کے متعلق ہے۔ مؤلف نے سنی شہرت حاصل کرنے کے لیے اسے دس سوالوں میں پھیلادکریاں کیا ہے۔

سوال ۱۱۔ آپ کے مذہب کا نام سنی یا اہلسنّت یا اہلبیت والجماعت قرآن سے ثبوت ہے۔ اپنے مذہب کا نام قرآن سے بتائیے۔

جواب۔ تینوں الفاظ ایک ہی حقیقت ہیں اور ایک ہی دین نبوی کی متبع جماعت کا نام ہیں۔ سب سے پہلے ہم ملتِ ابراہیمی کے پیروکار اور مسلمان ہیں۔ ارشادِ الہی ہے۔
مِلَّةً اَبَیْکُمْ اِنْرَاھِیْمْ هُوَ سَمُّکُمْ
اَلْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلِ ذٰلِکَ هٰذَا (آج ۱۰۶)
اس خدا نے پہلے ہی سے تمہارا نام مسلم (مطیع و فرمانبردار) رکھا اور اس قرآن میں بھی وہی نام رکھا۔ (ترجمہ مقبول)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سنّت کی اتباع کرنے کی وجہ سے ہم سنی یا اہل سنّت کہلاتے ہیں۔ کیونکہ سنّت نبوی کا منکر کافر۔ تارک۔ گمراہ اور بے دین ہے۔ اتباع رسول ہی میں اللہ کی محبت حاصل ہوگی۔ سنّت رسول چھوڑنے پر جہنم کا پورا دار ہوگا اس موضوع پر قرآن کی آیات بکثرت ہیں۔ صرف نین پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
اسے رسول اکرم اللہ کو دوست

سچا مذہب کیا ہے؟ مع سنی مذہب سچا ہے۔

۱۸×۲۲۔ ۱۲۲ صفحات۔ قیمت

یہ دلچسپ رسالہ تحریری مناظرہ کے ان دس خطوط کا نام ہے جو مولانا مہر محمد میاں زوالوی اور شیعہ مؤلف عبدالحکیم مشتاق کے درمیان اس کے پسندیدہ موضوع ”نجاتِ شیعہ“ پر سال بھر جاری رہے اور مشتاق نے اپنی عاجزی اور شکست تسلیم کر لی۔ سنی و شیعہ کے تقابلی مطالعہ اور اہل سنّت کی صداقت پر روشن برہان ہے۔
زبان سنجیدہ اور مدلل

اپنے شہر کے کتبے فروش کے علاوہ

مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی سے طلبہ کرے

فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ - (آل عمران)

رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تاکہ اللہ تمہیں دوست رکھے اور تمہارے گناہ بخش دے۔

(ترجمہ مقبول)

۲۔ قَلِيلٌ حَذَرَ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (نور ۹۲)

پس ان لوگوں کو جو امیر رسولؐ سے مخالفت کرتے ہیں۔ اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

اس سے مراد حکم رسولؐ اور سنت رسولؐ ہے۔ اس کا منکر یا دشمن دردناک عذاب کا مستحق رہتا ہے۔

۳۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ لُولَهُ مَا لَوَّلَىٰ لَصَلَّاهُ جَهَنَّمَ - (نساء ۷۴)

اور جو شخص بعد اس کے کہ حق اس کے لیے کھل جائے۔ رسولؐ کی مخالفت اختیار کرے گا اور مومنوں کے راستے کے سوا اور کوئی راہ اختیار کرے گا ہم بھی اسے اسی راہ پر چلا دیں گے۔

اور اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

تیسری آیت سے معلوم ہوا کہ سنت رسولؐ وہی ہے جس پر حضور علیہ السلام کی تیار کردہ جماعت مومنین صحابہ کرامؓ ہیں۔ اس جماعت کی راہ چھوڑنے والا رسولؐ کا بھی مخالف۔ خواہش نفس کا پیرو اور جہنم کا ایندھن ہے۔ سنی شیعہ تاریخ کے انفاق سے اسی جماعت نے حضرت ابوبکر و عمر عثمان و علی اور معاویہ رضی اللہ عنہم کی بالترتیب بیعت کی۔ ان کو خلیفہ برحق مان کر ان کے جھنڈے کے تحت تمام دنیا نے اسلام عرب و عجم اور مشرق و غرب کو فتح کیا۔

شیعہ کی متبرک کتاب احتجاج طبرسی ص ۱۱۱ مطبوعہ ایران میں ہے۔

ما من الامۃ احد با یح مکرھا غیر علی و آل بعتنا۔

امت میں کوئی ایک بھی نہیں جس نے عبوسے (ابوبکرؓ) کی بیعت کی ہو بجز حضرت علیؓ اور

ہمارے چار ساتھیوں کے۔ ان ۵ اکابر پر لقیہ کا انعام لگانا تو خود اپنے منافی ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہے۔ بہر حال فیصلے ظاہر رہ رہتے ہیں۔ جب ساتھیوں سمیت حضرت علیؓ نے بھی بیعت کر لی (روضہ کافی ج ۸ ص ۲۲۶) تو سب جماعت مومنین کے اتفاق اور بیعت خلافت سے وہ خلفاء برحق ثابت ہوئے۔ اب ان کا مخالف و منکر گویا تمام مہاجرین و انصار اور جماعت مومنین کے راستے کا مخالف اور دشمن رسولؐ ہے۔ اس آیت سے اہل سنت نبویؐ اور اہل سبیل المومنین کا ثبوت قطعی ہوا۔ اسی کو مختصر اہل سنت والجماعت یا سنی کہتے ہیں۔ جیسے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کو کلمہ طیبہ کہتے ہیں۔ اور یہ قرآن سے قطعی الثبوت ہے۔ جیسے کسی شخص کا یہ مطالبہ ہے ہو وہ ہے کہ لفظ ”کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت“ کا ثبوت قرآن سے بتاؤ۔ اسی طرح جب سنت رسولؐ اور جماعت رسولؐ کی پیروی کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ تو اب لفظ اہل السنۃ والجماعت یا سنی کا مطالبہ حقاقت ہے۔ تحقیقی جواب اتنا کافی ہے۔ اگر لفظ سنت دکھانے پر اصرار ہو تو ہم کہتے ہیں کہ لفظ سنت اللہ کی طرف یا انبیاء کرامؓ کی طرف مضاف ہو کر قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ سُنَّةٌ مِّنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رَّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا (پ ۸۶)

اسی طریقہ پر جس پر ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے تھے اور تم ہمارے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

۲۔ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۚ الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ

خدا نے تعالیٰ کا قاعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے ایک ہی چلا آتا ہے اور خدا کا حکم ایک حد پر اندازہ کیا ہوا ہے۔ پیغمبر ایسے لوگ ہیں جو خدا کا حکم پہنچاتے ہیں۔ اور اسی سے ڈرتے ہیں۔ (پ ۲۲۲ ع ۲)

ان دو آیتوں میں انبیاء و رسل اور اللہ کی طرف اضافت کی تصریح ہے معلوم ہوا کہ اہل سنت اللہ اور اہل سنت نبویؐ ہی برحق جماعت ہیں۔ اگر دو مقام پر اللہ کی طرف اضافت نہیں ہے تو وہ بھی دراصل مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل کی طرف مضاف سنتہ اللہ ہونا یقینی ہے۔ جیسے پ ۲۲۲ ع ۱۷ میں ہے۔

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّنَةَ الْأُولَىٰ
وَلَنْ يَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا
تبدیلی نہ پاؤ گے۔ (ترجمہ مقبول)

اگر کوئی شخص اس طرز پر بھی سوچے تو مطلب یہ ہوگا کہ اہل سنت والجماعت سنت اللہ کا منظر ہیں کہ وہ کفار عرب و عجم پر عذاب الہی بن کر ٹوٹے۔ اور آج بھی ان کے دشمن اس سنت اللہ سے خائف اور ماتم کتاں ہیں۔ والجماعت ہونے کی تفسیر یہ ہے۔
وَالسَّائِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ
تَرَجَّيَ اللَّهُ عَنْهُمْ الْخِزْيَ (توبہ ۱۲۶)
وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی
خدا نے تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔

مہاجرین و انصار صحابہ کرام جو سب امت سے سابق، اقل اور افضل تھے۔ ان کے ہمراہی ہیں ان کے پیروکاروں کو بھی اللہ نے اپنی رضا و جنت اور کامیابی سے نوازا ہے۔ چونکہ تمام صحابہ کرام اہل سنت نبوی تھے۔ اور مہاجرین و انصار کے پیرو تھے۔ لہذا وہ اور تاقیامت ان کے تمام متبعین اہل سنت والجماعت فیصلہ قرآن کے مطابق برحق اور دین و دنیا میں کامیاب اور جنتی ہیں۔

سوال ۱۔ احادیث پیغمبر سے کوئی متواتر مرفوع اور صحیح حدیث باحوالہ سنی یا اہل السنۃ والجماعۃ نام پر بطور مذہب پیش کریں۔

جواب۔ احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں صرف پانچ کافی سنی و شیعہ کی احادیث سے ثبوت ہیں۔

۱۔ امت کے تہمت فرقوں میں ”کون ناجی ہے“ کا سوال جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم سے ہوا تو آپ نے فرمایا۔

ما انا علیہ و اصحابی۔ (ترمذی مشکوٰۃ)
میری سنت اور میرے صحابہ (جماعت) کا پیرو ناجی ہے۔
احمد ابو داؤد۔ مستدرک ج ۱ ص ۱۲۹

ماتے مراد سنت اور طریقہ ہے۔ یعنی جس طریقے پر میں ہوں اور جس پر میرے اصحاب کرام نہیں۔ تو اس مذہب اور طریقے کے ہی پیروکار۔ اہل سنت والجماعت یا مختصراً بطور نسبت سنی کہلائے۔

۲۔ اپنی وفات کے بعد کئی فتنوں کی نشاندہی کی تو راہ ہدایت کی تلقین یوں فرمائی۔
علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين
المہدین تمسکوا بہا وعضوا علیہا
ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے پر
بالنواجذ وایاکم وحدثات الامور
چلو سنت اپناؤ اور سنت کو ڈاڑھوں
فان کل محدثۃ بدعة وکل بدعة
سے مضبوط پکڑ لو۔ نئی باتیں نکالنے سے
صلالۃ۔ (مشکوٰۃ) احمد ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ
پچو۔ کیونکہ دین بنا کر میری بات بدعت ہے
اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

آپ کے خلفاء اور جانشین وہی ہوں گے جو آپ کی جاری ڈیوٹی سنبھال کر ملت کا انتظام اور امت کی راہبری قول اور عمل سے فرمائیں گے۔ نماز کے امام کا (بصورت حدیث وغیرہ) خلیفہ وہی ہوتا ہے جو اس کی نماز کو اسی رکن سے سنبھال کر تکمیل کرائے۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ ہادی مبلغ بھی تھے اور حکومت و سیاست کے سربراہ بھی۔ آپ کی وفات کے بعد بلا فصل جو حضرات مصلیٰ تعلیم نبوی اور حکومت کے موارث ہوئے خلیفہ پیغمبر صرف وہی ہیں۔ وہ بلا فصل خلیفہ ہرگز نہیں کرنا ان کو حکومت و اقتدار ملا تفسیر و کتمان دین کی وجہ سے پیغمبرانہ مشن تعلیم و تبلیغ کی توفیق نصیب ہوئی۔ تو دین و اقتدار و پیغمبروں کے مآجانشین ہی آپ کے خلفاء ہوئے اور آپ نے ان کے راہ و مہدی ہونے کی سنجیدگی لوگوں کو بتا دی اور اپنی سنت کے ساتھ ان کی سنت کے اتباع کا بھی حکم دیا تو ایسے کامل خلفاء کو ماننے والے ہی تعلیم نبوی کے مطابق اہل سنت والجماعت ہدایت یافتہ ناجی اور ظالموں میں مینارہ نور ہیں۔ اور ان کے خلاف مذہب نکالنے والے بدعتی ہیں۔

۳۔ مرفوعاً۔ ثلثان وسبعون فی النبی
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۳، فرقوں

وواحدة في الجنة وهي الجماعة -

(احمد، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

۴۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان الله لا يجتمع امتي على الضلالة ويد
الله على الجماعة ومن شذّ شذّ في النار
(ترمذی)

۵۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذّ
شذّ في النار - (ابن ماجه)

میں سے ۷۲ آگ میں ہوں گے اور ایک جنت
میں جو اہل جماعت ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے
گا اور اللہ کا دست حق جماعت پر ہوگا۔ اور
جو جماعت سے الگ ہو جہنم میں پھینکا جائیگا
مخصوصاً علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لوگو!
بہت بڑی (حق پرست) جماعت کی پیروی
کر جو ان سے الگ ہو جہنم میں گر گیا۔

تینوں احادیث ”جماعت“ کی اتباع پر نہ دروہتی ہیں۔ کسی مسئلے پر ان کے اتفاق
کو گمراہی سے پاک۔ اللہ کی تائید سے منصور اور مخالف کو جہنم بتاتی ہیں۔ ان کی علامت
علماء و صلحاء کے نفوس کی کثرت ہے۔ جسے سواد اعظم کہتے ہیں۔ اور اسی سے اہل سنت
کے بعد والجماعت کی وجہ تسمیہ ظاہر اور قطعی ہے۔

سائل نے صرف سنی احادیث پوچھی تھیں۔ لیکن ان کے بعد شیعہ احادیث بھی اہل سنت
والجماعت کی وجہ تسمیہ اور ان کی حقانیت پر شاہد عدل پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ ”عنتریب میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں
گے۔ ایک وہ جو محبت میں غلو کرے اور حق سے نکل جاتا ہو۔ (کہ خدا اور رسول کی صفات
میں آپ کو شریک کرے۔ ان سے بڑھ کر آپ کا ذکر کرے اور آپ سے محبت رکھے)۔
اور ایک وہ جو عداوت میں غالی ہو اور عداوت ناحق تک اسے پہنچائے۔ (کہ نیک شخص کی
زبانی آپ کے ذکر صحیح سے بھی جلے اور آپ کو منافق دروغ گو یا تقیہ باز بتائے)۔

وخیر الناس فی حال النقط الاوسط
فالتموه واتبعوا السواد الاعظم فان
ید الله علی الجماعة (نہج البلاغہ، ص ۲۸۷)

میرے متعلق عقیدت رکھنے والے سب سے
بہترین وہ لوگ ہیں جو معتدل راہ چلیں گے
توان کا دامن تھام لو اور اس بڑی جماعت

کی پیروی کرو۔ بلاشبہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ فرماں مرقضوی کے مطابق۔ شیعہ اور خارجی افراط و تفریط کی وجہ
سے ہلاک اور گمراہ ہیں اور اکثریتی جماعت اہل سنت والجماعت ہی ہدایت پر ہیں۔
۲۔ فتوٰں اور فرقہ بندی کے دو دریں کتاب و سنت اور جماعت ”چھوٹے

والوں کی مذمت میں حضرت علیؑ نے فرمایا۔
فاجتمع القوم علی الفرقۃ وافترقوا
عن الجماعة کانهم ائمة الکتاب و
لیس الکتاب امامهم۔
ایک قوم علیؑ کی پر منفق ہو گئی اور جماعت
سے الگ ہو گئی گو یا کتاب کے پیشوا ہیں
اور کتاب ان کی پیشوا نہیں ہے۔

(نہج البلاغہ، قسم اول ص ۲۸۷)

اس ارشاد و امام میں والجماعت کی وجہ تسمیہ واضح ہے۔ جماعت کے تارک گو یا کتاب اللہ
کے بھی تارک ہیں اور کتاب اللہ کو ”امام ہدایت“ نہ ماننے والے اور نئے منصوص اماموں
کا سلسلہ ماننے والے درحقیقت گمراہ ہیں۔
۳۔ نہج البلاغہ، قسم اول ص ۲۸۷ پر حضرت علیؑ نے لوگوں کو وصیت فرمائی۔

اما وصیتی فالله لا تشركوا به شيئا
محمد صلى الله عليه وسلم فلا
تضيّعوا سنته اقيموا هاديين
العمودين و خلاكم ذم مام تشردوا
میری وصیت یہ ہے کہ تم اللہ کو ذات و
صفات میں کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرنا
ان دو ستونوں کو تھامے رکھنا اور مذمت
عمودین و خلاکم ذم مام تشردوا

تم سے دور رہیگی۔ جب تک تم جماعت سے کٹ کر فرقہ فرقہ نہ بنو گے۔

اس حدیث سے ”سنت و جماعت“ دونوں کی حقانیت اور ان کو اصول دین
بنانے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی وصیت پر عالمی اہل سنت والجماعت اور حضرت علیؑ کا
تالبدار گروہ کہلاتے ہیں۔ اور حضرت علیؑ کے گروہ کی (بلغظ اصحاب، جماعت یا شیعہ) جلتی
بھی درج و توصیف میں احادیث ہوں گی وہ سب اہل سنت والجماعت ہی کی تحریف ہے
کیونکہ ہی آپ کے تالبدار، مددگار اور اصحاب نئے اور اب کبھی ہیں۔

اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تہتر فرقوں میں سے ناجی گروہ کو جماعت کہا ہے۔

قالوا يا رسول الله من تلك الفرقۃ قال الجماعة الجماعة الجماعة (کتب خصال لابن بابویہ ج ۲ ص ۱۱۱)
صحیہ کرامؑ نے جب پوچھا یا رسول اللہ ناجی گروہ کون ہو گا؟ فرمایا۔ جو جماعت ہو، جو جماعت ہو، جو جماعت ہو، یعنی صحابہ کرامؑ کی بڑی جماعت کا پیردہ ہو۔

۴۔ حضرت علیؑ نے اپنے زمانہ کے قاضیوں اور مجسٹریٹوں کو حکم دیا۔

اقضوا كما كنتم تقضون حتى يكون الناس جماعة او اموت كما مات اصحابی۔
تم فیصلے اسی طرح کر دیجیے پہلے کرتے تھے۔ تا آنکہ سب لوگ ایک جماعت ہو جائیں یا میں وفات پا جاؤں جیسے میرے ساتھی فوت ہو چکے ہیں۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۲۳ مجلس المؤمنین طایرین)

معلوم ہوا حضرت علیؑ اہل سنت والجماعت تھے۔ جماعت کو تادم زلیت پسند کرتے تھے۔

۵۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال من فارق جماعة المسلمين ونکث صفقة الامام جاء الى الله عن وجیل اجنم (اصول کافی ج ۱ ص ۳۱ طایرین)
جو مسلمانوں کی عام جماعت سے الگ ہو گیا اور ان کے امام کی بیعت توڑ دی وہ خدا کے پاس کوڑھی شکل میں آئے گا۔

اس جعفری حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی جماعت کے مذہب پر رہنا چاہیے۔ اور شیعہ مسلمین کا لفظ اہل سنت ہی پر بولتے ہیں۔ خود تو صرف ”مؤمنین“ کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے یہاں مسلمان اور منافق ایک ہو سکتے ہیں، اور اس سنی جماعت مسلمین کا ہوا امام و حاکم ہو اس کی بیعت کرنا اور اس کی بیعت پر رہنا ضروری ہے۔ اور نقض بیعت کرنا یا ان کے ایسے آئمہ کو برحق نہ جان کر بدگوئی و مذمت کرتے رہنا قیامت کے دن کوڑھے ہوئے کا باعث ہے۔

حاصل جواب یہ نکلا کہ جب کتب فریقین میں ”سنت اور جماعت“ کا ثبوت اور ان کی پیروی کرنے کا لازمی حکم موجود ہے۔ تو ان دونوں کو اپنانے والے اہل سنت والجماعت ہی کہلائیں گے۔ اس کے برعکس وہ ٹولہ فرقہ، شیعہ اور اہل تشیع ہرگز نہیں کہلائیں گے۔ کیونکہ یہ الفاظ جماعت کے مقابل چند ہم خیال افراد پر لے جاتے ہیں۔ نماز پڑھنے والا نمازی کہلائے گا وہ بے نماز کیوں کہلائے۔ ”اہل السنۃ والجماعت“ بطور مقدس مذہبی نام کا ثبوت صحیہ کرامؑ کے اقوال سے سوال ۱۵ کے جواب میں ملاحظہ کریں۔

سوال ۳۔ تاریخ اسلام سے وہ تاریخ اور مہینہ اور سن سحری بنایا جائے جس دن سے یہ لقب اختیار کیا گیا۔

جواب۔ جب قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے سنت و جماعت جماعت کی اہمیت کا ثبوت اور ان کی پابندی کا حکم پایا گیا تو آغاز اسلام ہی سے جو یہ سلم۔ اور صاحب ملت ابراہیمی ہے وہی سنی اور اہل سنت والجماعت ہے۔ خواہ وہ بطور لقب اپنے نام کے ساتھ یہ لکھے اور کہلائے یا نہ۔ یہ صفات والقباق و حقیقت ضرورت کے موقع پر استعمال ہوتے ہیں خصوصاً جب کہ مقابل اور صفات والا ہو تو بطور امتیاز انہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً اب پنجاب و پاکستان میں رہنے والے باشندے پنجابی و پاکستانی اپنے ساتھ نہیں لکھتے اور نہیں کہلاتے۔ ہاں کراچی و سندھ میں رہیں تو پنجابی کہلائیں گے۔ عرب یا برطانیہ وغیرہ میں رہیں تو پاکستانی کہلائیں گے۔ کسی ایسی کمیٹی کے ممبر ہوں جو مختلف مذاہب لوگوں پر مشتمل ہو تو مسلم کہلائیں گے۔

حالانکہ یہ مذہبی و علاقائی خصوصیات ان کو شروع سے حاصل ہیں مگر ضرورت کے موقع پر ان کا تشخص ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب عہد نصرانی میں مختلف گروہوں میں سے مسلمان بٹ گئے۔ شیعہ معاویہ۔ شیعہ علی۔ عیث بن ہار۔ خوارج۔ سبائی وغیرہ اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے تھے کہ کاش مسلمان حسب سابق ایک پلیٹ فارم اور وحدت پر جمع ہو کر ”جماعت“ بن جاتے۔ جیسے مجالس المؤمنین کی حدیث بالا گذر چکی ہے۔ مگر آپ کے عہد میں یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ آپ کی حضرت حسنؑ کو اس وصیت کے مطابق — کہ بیامداد

کی امارت و حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر یہ کسی دنیا سے چلے گئے تو قوم کندھوں سے سرگرتہ دیکھو گے۔ (ابن ابی الحدید) آپ کے خاندان الرشید حضرت حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بشارت نبوی کو بجا کرتے ہوئے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اس کے ذریعے اللہ مسلمانوں کی دوڑی جماعتوں میں صلح صفائی کر دے گا۔ بخاری ج ۱ حضرت معاویہ کے ساتھ مسالحت اور بیعت کر لی۔ آپ کے فرمانبردار لشکر نے بھی کر لی۔ تو سب مسلمان حضرت حسن کے تیار کردہ اس پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ اور وہ سال ”عام الجملہ“ اتفاق والے سال کے نام سے مشہور ہوا۔ اب ہر قسم کا شیعہ اور گروہ بندی ممنوع کر دی گئی اور گمراہی کی علامت قرار پائی۔ بطور تقیہ جب حضرت حسن و معاویہ کی مصالحت کے دشمن اپنی پارٹیوں کو ختم کرنے کے بجائے شیعہ اور خارجی کے نام سے بر زمین سازشوں کا جال بچھاتے رہے تب ضرورت تھی کہ مسلمان اہل سنت کہلائیں تاکہ عقیدت پرست منکر سے اور سنت نبوی کے بجائے امامت کا عقیدہ ایجاد کرنے والے ختم نبوت کے دشمنوں سے امتیاز حاصل ہو جائے اور الجملہ کو کھلانے کی بھی ضرورت ہوئی تاکہ تمام جماعتیں صحابہ کرام کے منکر اور دشمن شیعہ و رافضی سے بھی امتیاز پیدا ہو۔

فرطیہ اس میں کون سی جدت یا بدعت پیدا ہوئی مسلمانوں کے اس اتفاق دائمی سے نقصان تو صرف غیر مسلموں، یهود و نصاریٰ اور مجوس ہی کو پہنچا کہ ان کے ممالک پر پھر فتوحات اسلامی کی یلغار شروع ہو گئی اب ہم اسو سال بعد بھی اس اتفاق و اتحاد پر چلیں بچیں ہونے والے کیا کفار کے ایجنٹ اور ملت اسلامیہ کے دشمن اب بھی ثابت نہیں ہوئے؟

سوال ۱۰ تا ۱۱۔ اس لقب سے قبل آپ کس نام سے مشہور تھے۔ پرانا لقب آپ نے کیوں ترک فرمایا۔ آپ کے مذہب کے مطابق ہر نئی چیز بدعت ہو جاتی ہے لہذا اس بدعت کو جاری کرانے والا سب سے پہلا بدعتی کون تھا۔ سنی، اہل سنت، اہل السنۃ والجماعۃ ان تینوں کے کیا معنی ہیں۔ لغوی اور اصطلاحی مع ثبوت نقل کیجیے۔ ان تینوں میں سے قدیم کون سا ہے۔ ان تینوں میں سے آپ سب سے اچھا کس لقب کو منتخب کرتے ہیں۔ باقی

دو القاب کمتر کیوں ہیں اور ان دونوں میں کمترین کون سا ہے اور اس کے کمترین ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جوابات۔ ہمارا پہلا لقب بھی مسلمان اور سنت نبوی و جماعت صحابہ کا پیرو تھا۔ اب بھی مسلمان کہلانا ترک نہیں کیا بطور فخر کہلاتے ہیں۔ شیعہ کی طرح نہیں کہ مسلمان کہلانے کے بجائے شیعہ کہلانے پر فخر کریں۔ اور مسلمان کو منافق بتائیں۔ ہمارے سب القاب اچھے ہیں۔ ان میں سے کوئی کمتر نہیں۔

جیسے آپ لاہوری، کراچی، ناظم آبادی، پاکستانی اور ادیب فاضل کہلاتے ہیں سب درست ہے۔ کوئی لفظ اپنے مفہوم میں کسی سے کمتر نہیں ہے۔ اسی طرح ہم مسلمان سنی، اہل سنت والجماعت حنفی و دیوبندی وغیرہ کہلاتے ہیں۔ ہر لفظ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے جو دیگر اشخاص سے ہم کو امتیاز بخشتا ہے۔ افسوس ہے کہ ایسے لالچینی سوال کرنے والے شیعہ مذہب کے مولف بن گئے۔

فیروز اللغات ج ۲ ص ۲۹ پر ہے سنی۔ سنت رسول کی پیروی کرنے والا اہلسنت جماعت

مسلمانوں کو ایک جماعت بنانے کو حضرت علیؑ پسند کریں حضرت حسنؑ بدعتی کون ہے؟ انجیل کریں اور اپنے نام کی پارٹی شیعہ حسنؑ کو بلن کر دیں مگر وہ قتل ہو کر آپ پر قاتلانہ حملہ کر دے، ران کاٹے، مصلی چھینے اور مدلل المؤمنین کا لقب دے اور کئی سال گھورتی رہے۔ (جلال العیون حالات حسنؑ) آپ ان سے جان بچا کر مدینہ طیبہ آجائیں۔ تمام مسلمانوں کے سر تاج بن کر حضرت معاویہ کے وظائف و انعامات سے عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں۔ تمام مسلمان شیعہ علیؑ، شیعہ معاویہؑ، شیعہ فلاں کہلایا وغیرہ بنا رہنے کے بجائے ایک مرکز پر متفق ہو جائیں اور یہ سب کرڈیٹ اور تاج سیادت حضرت حسنؑ کو پہنایا جائے۔ کیا بدعتی (معاذ اللہ) نواسہ رسول حسنؑ ہو یا سب مسلمان اور ان کا خلیفہ معاویہؑ؟ اگر یہ دونوں نہیں تو کیا بدعتی وہ رافضی، تیرائی، متعہ باز بے نماز تو نہیں۔ جو دین اسلام کے قیام کا دشمن۔ سنت پیغمبر کا زبردست مخالف۔ قرآن کریم کی صحت و صداقت

کا صاف منکر۔ جماعت نبی کے ایک ایک فرد کا بیری اور جگر گوشہ رسول لخت جگر قبول سیدنا حسن مقبول شکر کے بے مثال کارنامہ کا بھی دشمن ہے۔ اور آپ کی ذات والا صفات کے نہ صرف مناقب سے ناک بھون چڑھتا ہے۔

سائل صاحب ملا باقر علی مجلسی کی جلاء العیون سے حالات حسن پڑھ کر اپنے مذہب کا نام کریں۔ حضرت حسن کا یہ ارشاد ان کو دشمن اسلام و اہلبیت ظاہر کرنے میں معاون اور ان کی جماعت کو محض اسلام و اہلبیت بنانے کے لیے سزا کا فی ہے۔

بخدا سو گند کہ معاویہ از برائے من بہتر است اللہ کی قسم معاویہ میرے لیے ان لوگوں سے ازیں جماعت اینہا دعویٰ می کنند کہ شیعہ بہتر ہے کہ جو کہتے ہیں کہ وہ میرے شیعہ ہیں۔ من اند و ارادہ قتل من کردند و مال مرا حالانکہ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا میرا مال غارت کر دند بخدا سو گند کہ اگر از معاویہ عہدے لوٹا۔ اللہ کی قسم اگر میں معاویہ سے عہدہ بگیرم و خون خود را حفظ کنم و ایمن گردم و اہل و عیال خود بہتر است از برائے من اند کہ انہا مرا بکشد و ضائع شوند اہل و عیال خود ایشان من الخ (جلاء العیون ص ۲۶)

اس اقتباس میں تین چیزیں کا ذکر ہے۔ ایک اپنی ذات اور اپنی عیال و برادری کا کہ ان سب نے حضرت معاویہ کے دامن عافیت میں پناہ پائی۔ اب جو معاویہ سے عدالت رکھے وہ حضرت حسن کا ضرور دشمن ہے۔ دوسرے حضرت معاویہ کا ذکر خیر اور ان کو اپنے حق میں بہتر بتانا حضرت معاویہ کے حق میں نواسہ رسول کی جانب سے اس سے بڑھ کر پروا نہ محبت اور منہ صداقت نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کا منہ کالا ہو۔ تیسرے اپنے شیعوں کا ذکر کہ وہ صرف زبانی محب اہل بیت تھے۔ دراصل خانوادہ پیغمبر کے جانی دشمن تھے۔ موقد پاکر اپنے ہر ہاشمی علوی اور سادات کو قتل کیا حضرت حسن کچھ اور دیکھتے تو آپ ان کے ہاتھوں قتل ہو جاتے۔ جیسے بعد میں حضرت حسین نے شیعان کو فیر قدرے اعتماد

کیا تو انہی کے ہاتھوں حجام شہادت نوش کیا اور قافلہ کربلا کی بد دعاؤں کے سلسلے میں قائم و ذخیر زنی اور دین اسلام سے لاتعلقی اور مخالفت ان کے گلے کا ہا اور مذہب کا شکار بن گئی۔

نوعی طور پر کہنی۔ اہل سنت۔ اہل سنت و الجماعت تینوں کے معانی بیان ہو چکے ہیں۔ اصطلاحاً خاص ان مسلمانوں کا وصف امتیازی ہے۔ جو کتاب اللہ اور سنت نبوی کا علم۔ جماعت نبی کے واسطے سے حاصل کرتے ہیں اور شرک و بدعت اور شخصیت پرستی اور شخصیت دشمنی سے پاک ہوتے ہیں۔ اپنی حقیقت کے اعتبار سے تینوں اصطلاحیں ہیں تینوں اچھے ہیں اور کوئی کسی سے کمتر نہیں۔ بیچ میان اہل محمد کا لقب ہی اہل سنت و الجماعت ہے۔ اور اہل السنۃ و الجماعت ہی دراصل جہاد اہل بیت ہیں۔

قال النبی علیہ السلام الامم مات علی حب ال محمد کی محبت پر مرادہ سنت و مات علی حب ال محمد فقد مات جماعت پر فوت ہوا علی السنۃ و الجماعۃ (کشف الغمہ ص ۱۲)

البتہ موجودہ دور میں ”سنی“ سن بن چکا ہے۔ کہ اس کے نام نہادینوں پر تنقید اکابر صحابہ کرام۔ خلفاء اسلام۔ اہل بیت نبوی۔ اندواج مطہر بنات رسول۔ قرابت داران پیغمبر۔ مشن نبوت اور ختم رسالت پر اعداء اسلام مسلسل حملے کرتے ہیں۔ گالیاں اور تبرے بکتے ہیں۔ اس کی تمام دنیا نے اسلام کی فاتح غیرت کو بھینٹ دیا ہے۔ مگر یس سے مس نہیں ہوتا۔ ان کی محافل عزاء اور مجالس دین رہا کوہ و نق نبشتا ہے۔ چیز سے دیتا ہے اگر کوئی امتیازی مسئلہ چھڑے تو ان کی طرف داری کرتا ہے۔ اپنے معمولی فروعی مسائل پر لڑتا مرنے لگا ہے۔ بز ۹۰ ہو کر اسے اپنی قدر و قیمت اور قومی تشخص و امتیاز کا کوئی احساس نہیں ہے۔ بیخبروں کا ترنوالہ بن کر اپنے اہل مذہب کے لیے مصیبت جان بتاتا ہے۔ جہاد کا کام یہ رہ گیا ہے کہ وہ اپنے علماء اور مذہبی پیشواؤں کے عیوب ڈھونڈیں اور خوب غیبت کریں۔ متعصب دینداروں کا یہ کام ہو گیا ہے کہ وہ اپنے ہی سنی بھائیوں کو دیوبندی و ہابی مشہور کر کے شیعوں سے بدتر سمجھیں ان کی مساجد و مدارس چھپیلے اور تیس

مار خاں کہلا میں۔ خواہ ان کا اصلی حریف فقہ جعفریہ کی اڑے کر نظام اسلام کا نفاذ رک دے جہلاء کو ساتھ ہلا کر موجودہ خطرناک حالات میں کمیونسٹوں کو دعوت دے کر پاکستان اور اہل سنت کی اسی طرح تباہی کرادے جیسے ان کے علقی اور طوسی وغیرہ ہلاک و خاں تاناری کے ہاتھوں بغداد و سلطنت عثمانیہ کی کراچکے ہیں یا تازہ اہل سنت کشتِ تخریر لبنان میں ہوا۔ فوا اسفا۔ ایسے بے ضمیر، بے حس، انجام سے بے خبر اور دشمن کی پالیسیوں سے غافل سنی اگر سن سے متفق نہیں جائیں تو ٹھیک ہے۔ کیونکہ سنت نبوی اور جماعت صحابہؓ اور ان کے پیروکاروں کی طرف ان کی نسبت کرنا تو ہمیں ہے۔ قیصر و کسریٰ کے تاج روندنے والے چار دانگ دنیا کے اسلام میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی عظمتوں کا پھیرا لہانے والے قرآن و حدیث کی شمع دنیا کے کونے کونے میں روشن کرنے والے اپنا خون جگر دے کر اسلام کے شجر طوبیٰ کی پرورش کرنے والے۔ ابو بکر و عمر و عثمان و علی کی عظمتوں کے پاسباں اور شریعتِ مصطفویہ کے نگہبان ایک دوسرے کی عبارتوں پر لڑ رہے ہیں۔ بریلوی دلیوزی فتنہ برپا کر رہے ہیں۔ گھر گھر میں ملت دشمن مولوی افتراق و عناد کا بیج بوریے ہیں سیاہی لیڈر مذہب کو بھی داؤ پر لگا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو نوم سے بیدار کرے اور متفق و متحد کرے۔ آمین۔

سوال ۱۱۔ کیا لقب شیعہ قرآن و حدیث لفظ شیعہ کی تحقیق قرآن اور تاریخ کی روشنی میں سے ثابت ہے اور حضرت ابراہیمؑ کو شیعہ

کہا گیا ہے۔ کیا آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔

جواب۔ کتب لغت میں شیطان اور شیطنت کے منقبت شیعہ کا معنی اگر وہ مطیع فرمانبردار۔ مدد کرنے والا لکھا ہے۔ اصطلاحی معنوں میں مذہب امامیہ رکھنے والا اور حضرت علیؑ کریم اللہ وجہہ کے سوا حضرت ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہ ماننے والا لکھا ہے۔ (فیروز اللغات فارسی حصہ دوم ص ۹)

جب اصطلاحی معنی مذہب امامیہ اور حضرت علیؑ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ اور یہ چیز نزول قرآن کے بعد کی ہے تو قرآن میں لفظ شیعہ بطور مقدس مذہبی لفظ یا اصطلاح کے

استعمال نہیں ہو سکتا۔ معنی لغوی ہی مراد ہوگا۔ چونکہ سورۃ صفات میں مضاف الیہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذات گرامی ہے اس قرینہ اور مناسبت سے اس کا لغوی معنی مطیع و فرمانبردار لیا جائے گا۔ نہ یہ حضرت ابراہیمؑ کا لقب ہے نہ نام و تخلص ہے۔ قرآن پاک میں آپ کے القاب نبی، صدیق، حنیف، مسلم، قانت، امت، شرک سے میرا شاکر وغیرہ آئے ہیں۔ کہیں بھی القاب بالا کی طرح یوں ترکیب نہیں ہے۔ ان ابراہیم کان شیعۃ قانتا الہ شیعہ کا معنی یہاں نسل سے ہونا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ دونوں معنی لغوی ہیں اصطلاحی نہیں۔ لہذا شیعہ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ پھر شیعہ غیر نبی اور تابعدار کو کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تو مستقل صاحب شریعت نبی اور حضرت نوحؑ سے بھی افضل تھے وہ کیسے آپ کے شیعہ ہوئے۔ توشیحہ کا صحیح معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے گروہ یعنی انبیاء کرام کا ایک فرد تھے۔ (ان افادات علامہ دوست محمد قریشی)

سوال ۱۲۔ اگر کرتے ہیں تو آپ کے مذہب میں ملت ابراہیمی سے کیا مراد ہے۔ اگر نہیں کرتے تو وہ بیان کریں کہ ابراہیمؑ کے لیے شیعہ کیوں کہا گیا ہے؟

جواب۔ تقریر بالا سے اس کا بھی جواب ہو گیا کہ جب شیعہ کا لغوی معنی مطیع مراد ہے تو ملت ابراہیمی کا لفظ شیعہ اور اس کی اصطلاحی حقیقت سے ذرا بھی تعلق نہ ہوا کیونکہ ملت ابراہیم یہ تھی اور اب بھی یہی ہے۔ سچ بولنا۔ فرمانبردار ہونا۔ اللہ کے آگے عاجزی سے دست بستہ کھڑے ہونا۔ مطاع و پیشوا ہونا۔ شرک و بدعت سے پاک ہونا خصائلِ فطریہ پر کاربند رہنا وغیرہ ہے۔ مذہب شیعہ اور اس کے قابل ان صفات سے قطعی محروم ہیں۔ وہ تقیہ کے نام سے جھوٹ بولتے ہیں۔ عزاداری کے ضمن و شغل میں شریعت کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ کبھی نماز پڑھیں تو متکبرانہ ہاتھ چھوڑ کر پڑھتے ہیں وہ خود تو کجا ان کے ائمہ بھی مطاع و پیشوا نہ رہے۔ کہ ہر امام کے اپنے اپنے عہد میں۔ ۵۰۰، ۱۰۰ افراد بھی فرمانبردار نہ تھے شرک و بدعت تو شیعہ کی کھٹی میس ہے۔ خصائلِ فطرت کے وہ یہاں تک دشمن ہیں کہ متعہ کے نام سے بغیر ولی اور گواہوں کے وقت اور فیس کے تعین کے ساتھ زنا بالرضا کے قابل ہیں حالانکہ کوئی دین اور کوئی فطرتِ سلیم اسے تسلیم نہیں کرتی۔ وہ پیغمبر پاک کی بیویوں بیٹوں

دامادوں - خمنوں - اصحاب اور دیگر قرائداروں کو پیغمبر کریم کے ساتھ نازک و عظیم شتوں کے باوجود تبرا اور گالیوں سے معاف نہیں کرتے۔ حالانکہ ہر فطرت سلیم اس فعل قبیح پر لعنت بھیجتی ہے۔ بقیہ تمام باتیں اپنی جگہ اہل حقیقتیں میں جو کسی جگہ باحوالہ بیان ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔ ابراہیم کو شیعہ کہنے کی وجہ بیان ہو چکی۔

والہذا۔ کیا لقب شیعہ کی مخالفت قرآن کی مخالفت نہیں ہے جبکہ اس کی مخالفت علی وفاطہ و اہل بیت کے ساتھ ہو۔

بجواب۔ قرآن پاک میں تو لفظ شیعہ کی مخالفت حضرت علی و اہل بیت کی طرف بالکل نہیں ہے۔ تو یہ اس کی تنظیم کیسے؟ اور تردید پر مخالفت قرآن کیسے؟ ہاں قرآن پاک میں لفظ شیعہ واحد و جمع کے ساتھ مندرجہ ذیل آیات میں مذکور ہے۔ ہر جگہ شیطان کا گروہ اور کفار و مشرکین مراد ہیں۔ جن سے نبی کا ذرہ بھی تعلق نہیں۔

۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَرَوْا بِیْنَهُمْ وَكَانُوا شِیْعًا اَلَسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ
بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور گروہ گروہ ہو گئے تو ان سے کسی معاملے میں سرکار نہیں (ترجمہ مقبول)

(اعراف ۲۰۶)
معلوم ہوا شیعہ گروہ اور پیغمبر کریم کا آپس میں ذرا بھی تعلق نہیں۔ پھر پیغمبر کی مدح کیسے کر سکتے ہیں اور اس کی مذمت میں مخالفت رسول کیسے لازم آتی ہے۔

۲۔ وَلَا تَلْعَنُوْا مَنِ الْمَشْرِکِیْنَ
اور مشرکوں میں سے نہ ہونا یعنی ان میں سے جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ ہو گئے۔

شیعہ (۲۰۶)
معلوم ہوا شیعہ لوگ فرقہ پرست اور مشرک ہوتے ہیں۔ آج بھی ان کا یہی طرہ امتیاز ہے کہ فرقہ بعفری کے عنوان سے اور نصاب دینیات و کلمہ کی علیحدگی کے عنوان سے پیدائش سے لے کر مرنے تک تمام احکام و رسوم میں جمہور مسلمانوں سے علیحدگی پر زور دیتے ہیں۔

(۱) احفظ ہو ہفت روزہ شیعہ کا شمارہ جون ۱۹۷۹ء

۳۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ
کہہ دو کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب

عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِّنْ تَحْتِ
اور آپ کی طرف سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہارے کئی گروہ بنا دے اور بَعْضُکُمْ بِاَسْبَغٍ - (العام ۸۶)
ایک کی سختی دوسرے کو چکھائے۔

معلوم ہوا شیعہ ہونا عذاب الہی کا شکار ہونا ہے۔ اب تو اہلسنت میں بھی یہ جراثیم شیعہ پھیل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمان اور سنی قوم کو اس عذاب سے بچائے۔

۴۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
اور بالتحقیق ہم نے تم سے پہلے اگلے گروہوں فِیْ شِیْعٍ الْاَوَّلِیْنَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَالُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِئُوْنَ (حج)
میں بھی رسول بھیجتے تھے اور ایک رسول بھی ان کے پاس ایسا نہ آتا تھا کہ وہ اس کی ہنسی نہ اڑاتے ہوں۔

معلوم ہوا کہ سابقہ انبیاء کرام کے ساتھ بھی شیعہ استہزاء کرتے اور ان کی تعلیمات کو ٹھکراتے تھے۔ اس امت کے شیعہ بھی نبی کے تمام اصحاب و تلامذہ کو مرتد و منافق کہہ کر آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کتاب اللہ کے بعد سنت نبوی کو کبھی نقل اور دینی حجت نہیں مانتے۔ یہ تعلیمات رسالت کا سابق شیعہ کی طرح انکار ہوا۔

نہ رہے بانس نہ بچے بالنسری
۵۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا شِیْعًا عَمَّ
اور ہم تمہارے ہمسروں کو ضرور ہلاک کر فُہْلُ مِنْ مَّدَکِرٍ۔
چکے ہیں پس بے بھی کوئی نصیحت پاؤ والا۔

سورت قمر کی اس آیت میں تمام شیعوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے قوم نوح کے شیعوں کی عزقابی کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ معلوم ہوا سفید نوح میں نجات پانوالے شیعہ ہرگز نہ تھے تو حضرت ابراہیم بھی نوح علیہ السلام کے شیعوں میں سے نہ تھے۔ بلکہ فرماؤ ذریت میں سے تھے۔

۶۔ وَحِیْلٌ لِّیْنَهُمْ وَیَبْتَ مَا
اور ان کے درمیان اور جن چیزوں کی لَیْسَتْ لَهُمْ کَمَا فَعَلَ بِاَشْیَاءِهِمْ مِنْ قَبْلِ اِنَّهُمْ کَانُوْا فِیْ شَکٍّ مُّرِیْبٍ۔
ان کو خواہش ہو گی ان کے درمیان ایک آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان سے پہلے

(سبا آخری آیت) گروہوں کے بارے میں کیا گیا ہے بیشک وہ سب کے سب پر لٹیان کر دینے والے شک میں تھے۔

معلوم ہوا کہ شیعہ ہی اپنی مراد سے محروم۔ عذاب میں گرفتار ہوں گے کیونکہ وہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔

واضح رہے کہ بعض اصحاب لغت و مفسرین نے اشیاع کا معنی ”امثال“ کیا ہے۔ یعنی اے امت محمدیہ کے مشرکوں کو ہی اللہ نے تباہ و برباد کیا ہے۔ اشیاع جمع شیعہ ہی کی ہے۔ لہذا شیعہ اور ابو جہل والو لب یکساں مشرک ہوتے ہیں۔

۷۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ
يَهُودَ اَنَّهُمْ اَشْرَكُوا عَلَى الرَّحْمٰنِ عَنِتًّا ۝۱۶
کرنے والے تھے۔ (ترجمہ مقبول)

معلوم ہوا شیعہ بڑا صندی ہوتا ہے خدا کے احکام کے سامنے بھی اکڑتا ہے۔ لہذا جہنم میں پھینکے جائیں گے۔

۸۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلٰی فِي الْاَرْضِ
وَجَعَلْ اَهْلَهَا شِيْعًا اِلٰى اَنَّهُ كَانَ
مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (قصص ۱۶)

فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ (معلوم ہوا کہ اہل تشیع کا موجد دہانی فرعون لین تھا) قرآن میں مذکور شیعوں کی یہ حقیقت بیان کرنے کے بعد سورۃ قصص کی ایک

آیت پر بھی غور کر لیں جس سے شیعہ سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

فَاَسْتَعَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيعَتِهِ عَلٰی
الَّذِيْ مِنْ عَدُوٍّ وَّكَوْكَرًا مُّوسٰى فَقَفٰى
عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ
اِلٰى فَلَئِنْ اُكُوْنْتَ ظٰهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ
وَقَالَ لَهُ مُّوسٰى اِنَّكَ لَعَوٰى مُّبِيْنٌ
پس اس شخص نے جو ان کے گروہ میں سے
تھا اس شخص کے برخلاف جو ان کے
دشمنوں میں سے تھا ان سے استغاثہ کیا پس
موسیٰ نے اس کو ایک گھونسا مارا کہ اس کا
خاتمہ ہو گیا۔ فرمانے لگے یہ ان کا جھگڑا شیطان

کی کاروائی تھی۔۔۔۔۔ میں کبھی گناہگاروں کا پشت پناہ نہ ہوں گا۔۔۔۔۔ موسیٰ نے اس سے فرمایا تو صریح گمراہ ہے۔ (ترجمہ مقبول)

یہاں شیعہ کا معنی ”اپنا قومی“ بجائی ہے۔ کہ وہ اسرائیلی تھا اور دوسرے کو آپ نے دشمن کہا کہ وہ قبلی غیر قوم کا تھا۔ یہ شخص موسیٰ علیہ السلام کا نہ لغوی معنوں میں فرمانبردار تھا نہ اصطلاحی معنوں میں شیعہ اور مسلمان کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنی نبوت پر ایمان کی دعوت ہی نہیں دی تھی۔ نہ بالفعل آپ نبی مبعوث تھے۔ وہ مسلمان کیسے ہوتا۔ ہاں وہ بے وقوف بے صبر اور شریر ضرور تھا۔ نبی تو آپ نے اس کی حمایت میں قتل بلائید کو جو گناہ نہ تھا۔ عمل شیطان کہا اسے مجرم اور کھلا گمراہ بتایا ہے اور اس نے آپ کے قتل کا راز افشا کر دیا اور حضرت موسیٰ کو جبار اور غیر مصلح بتایا۔ اگر شیعہ حضرات لفظ شیعہ پر نازاں ہیں تو مجرم اور کھلے گمراہ ہونے کا تاج بھی سر پر رکھ لیں۔

سوال ۱۷۔ اگر ہے تو خدا اور رسول کا مخالف کس بات کا منہ اوار ہے اور اگر نہیں ہے تو اس کے اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے نفس صریح پیش کیجیے اور ثبوت دیجیے۔

جواب۔ یہ بھی اس تقریر سے بالا سے حل ہو گیا کہ جب لقب شیعہ قرآن میں کفار و مشرکین اور مخالفین انبیاء صندی لوگوں کو کہا گیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کا بھی ان سے ذرہ تعلق نہیں ہے تو پھر اس لقب کا دشمن خدا و رسول کا مخالف ہرگز نہیں ہے۔ لغوی اور اصطلاحی معنوں پر لفظ صریح واضح ہیں۔ مزید کیا ثبوت چاہیے۔ ہاں اگر اصطلاحی معنوں میں کوئی ”شیعہ البدیت“ کے عنوان سے حدیث مرفوع آپ ذکر کرتے تو جواب دیا جاتا۔ مگر ایسی حدیث ہی کہاں؟

نہ خبر اٹھے کا نہ تلو۔ ان سے یہ باز د میرے آزمائے ہوئے ہیں

سوال ۱۸۔ دین قیم ہے اور ہر دور میں اس کا بدول لازمی ہے۔ لہذا زمانہ اصحاب و تابعین میں کون سے القاب رائج تھے؟

جواب۔ دین واقعی قیم ہے جس کا معنی ہے مضبوط، ثابت قدم اور قائم رہنے والا جس کا ذکر آیت ہذا میں ہے۔

فَاقْرَءْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا
فَطَرَّتْ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ
عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ
الدِّينُ الْقَيِّمُ (روم ۳۰)

پس اسے نبی تم خالص دل سے دین کیط
اپنا رخ کیے رہو۔ خدا کی بنائی ہوئی رشت
جس پر اس نے آدمیوں کو پیدا کیا یہی ہے
خدا کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی
راہ مستقیم یہی ہے۔

معلوم ہوا دینِ قیم میں شرک سے برات نظامِ عبادت کا قیام اور انسان کی طرف
سے عبادت کا مظاہرہ ہی فطرۃ اللہ ہے۔ اس دینِ قیم اور فطرۃ اللہ سے تشبیہ کا کیا
تعلق ہے؟ وہ تو دینِ قیم کے قیام اور اس کے کامیاب اجراء و نفاذ کے قابل نہیں۔
ان کے لٹریچر میں سینکڑوں شہادتیں اس بات پر موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غلبہ دین۔
انصرت بر کفار، استقام اسلام اور خلافت راشدہ عادلہ کے قیام کے جو وعدے پیغمبر اسلام
سے کیے تھے ان میں سے کوئی سی پورا نہیں ہوا۔ وہ ان کے بقول حضرت ہمدی صاحبِ کتب
کے ہاتھ پر پورے ہونے لگے گویا حضرت ہمدی جھوٹا نام لے لیں گے۔ یہ بھی افضل ہوں گے۔
شیعہ مذہب میں شرک سے برات کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے عنقریب بیان ہوگا۔ رہا
عبادت کا مظاہرہ تو شیعہ کے ائمہ کے اذاعات میں سینکڑوں مرتبہ نقلی امین و عادی ہیں
مثلاً: ہم خدا کا نور ہیں، خدا کے ہاتھ ہیں، ہم نے مخلوق کو بنایا۔ ہم جو چاہتے ہیں وہی ہوتا
ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ دیکھیے کتاب الحجۃ کافی کلینی بہت کم سی انہوں نے بندے ہونے کا
اقرار کیا ہے۔ تو دینِ قیم کی تصویر شیعہ مذہب ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دینِ قیم بلاشبہ اہل سنت کے اکابر ہی میں رہا اور ان کے لٹریچر کے مطابق بزرگان
اہل بیت اور ساداتِ ہاشمی عباسی وغیرہ بھی قرآن و سنت پر عامل اور دینِ قیم کے
علمبردار تھے۔ وہ مسلمان کہلاتے تھے۔ خود کو اہل سنت والجماعت جانتے تھے۔ اور امت
محمدیہ کہلاتے پرفخر کرتے تھے۔ چند روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ احتجاج طبرسی میں طویل حدیث ہے۔ حضرت علیؑ نے اہل السنۃ کی تعریف میں فرمایا
سے۔ چنانچہ تھانویؒ نے ۲۹ جون ۱۸۷۵ء علامہ نجفی کا یہ نظر ووشائع ہوا ہے کہ امام ہمدی انصاف کا پیغام لائیں گے
جس سے دنیا کی کایا بلٹ جائیگی ایسا کام جسکو حاصل کرنے کیلئے حضرت محمدؐ بھی کل طور پر کامیاب ہوئے تھے (عادل اللہ)

واما اهل السنة فالمتمسكون بما
سنه الله لهم ورسوله (احتجاج طبرسی ۲۱)

اہل السنۃ والجماعۃ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس
کے رسول کی سنت کو کچھڑنے والے ہیں گو وہ
کسی جگہ تصور سے بھی ہوں۔

۲۔ حضرت امام حسینؑ نے خطبہ کربلا میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور
میرے بھائی کو فرمایا۔ تم جتنی فوج والوں کے سردار ہو اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک
ہو۔ (تاریخ کابل ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آل عمران کی آیت یَوْمَ تَبْدِئُ دُجُوعًا وَ
تَسُودُ دُجُوعًا کی تفسیر میں فرمایا۔ یعنی قیامت کے دن "اہل السنۃ والجماعت" کے
چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت و فرقہ (شیعہ) کے چہرے کالے ہوں گے (تفسیر ابن کثیر)
۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے
سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے کالے ہوں گے۔ (تفسیر درمنثور بحوالہ سنی مذہب ہی ہے)
ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے دور میں لقب اہل السنۃ
والجماعت بطریق مذہبی جماعت رائج تھا اور صحابہ و تابعین سب سنی تھے اس کے مخالف
کو بدعتی فرقہ باز اور غیر ناجی جانتے تھے۔

سوال ۱۶۔ ان میں سے پرانا لقب کونسا ہے مع ثبوت بتایئے۔

جواب۔ پرانا لقب تو وہی مسلمان۔ امت محمدی اور سنت و جماعت والا ہے جو
بیان ہو چکا ہے۔ البتہ فرقہ بندی اور مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کے دور میں جو
پارٹیوں کے نام تجویز ہوئے وہ یہ ہیں۔ بلوائی جو پھر شیعہ بنے۔ شیعہ عثمانی شیعہ علی شیعہ
معاویہ خارجی سبائی وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ناموں کے ساتھ شیعہ کی اصناف پارٹی کے منوں
میں تھی۔ جیسے ہم موجودہ دور میں نیشنل عوامی پارٹی۔ ڈیموکریٹک پارٹی۔ مسلم لیگ پارٹی اور
جمعیتہ علماء اسلام پارٹی کہتے ہیں۔ تو یہ لفظ سب کا مشترک نام ہوا۔ محض لفظ شیعہ اور سیاسی
پارٹی پرفخر کرنا اور جزیہ مذہب بنانا یا اس پر مذہب کی بنیاد رکھنا کوئی عقل و دانش کا تقاضا
نہیں۔ جب یہ تفرق و تشیع فی نفسہ ایک عجیب، اسلام میں ایک رشتہ اور ملی کمزوری کے کا

پیش خیمہ تھا۔ کہ جب تک یہ پارٹیاں رہیں مسلمان آپس میں دست و گریبان رہے۔ کفار سے مقابلہ نہ رہا۔ نہ ایک بالشت زمین فتح کی۔ بعد میں النام الہی سے باقی پارٹیاں متحد ہو جائیں اور اپنا شیخ و تفرق اور علیہ الشخص ختم کر دیں۔ مگر شیعہ علی اپنے اسلاف کی تعلیم کے خلاف۔ اور اسی طرح خوارج بھی۔ اپنے علیحدہ وجود پر اصرار کریں۔ اہل تشیع تفریق ہونے پر فخر کریں اور تاہنوزیر سلسلہ نہ چھوڑیں۔ میں تمام ذی شعور عقلمند سیاست ملی سے واقف اور دنیا کی سیاسی تاریخ کے تشبیہ و فراز سے آگاہ قارئین سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ کہ آیا وحدت ملی اور امت محمدیہ کی اجتماعی قوت کی ضرورت کے پیش نظر وہ رویہ بہتر تھا اور بہتر ہے۔ جو باقی پارٹیوں نے اپنا یا اور امت واحدہ کا لیبیان المصون بنے رہے ہیں۔ یا نام نہاد شیعہ علی و خوارج کی مانند انہ لغزت آفرین پالیسی کہ آج بھی ۱۴ سال تک گڑے مردے اکھاڑتے تمام امت کے اساطین اور فائجن اسلام کو گالیاں دیتے ہیں اور اپنا علی الشخص برقرار رکھنے کے لیے قرآن و سنت کی نصوص کی کتر بونت اور اصولوں کی پامالی سے کبھی باز نہیں آتے؟۔ ظاہر ہے کہ اس طرز عمل سے ان کا ملی وجود تو الگ قائم ہو گیا اور اس کے لیے انہوں نے قربانی بھی بہت دی مگر ملت اسلامیہ کو کیا فائدہ ہوا۔ خوارج اور شیعہ کی جمہور اہل اسلام کے ساتھ جنگوں عداوتوں نے کتنے لائق و مسائل کھڑے کیے۔ ہماری تاریخ اس کے نقصانات سے لبریز ہے۔ ایک غیر مسلم پڑھ کر اسلام ہی سے متنفر ہو جاتا ہے۔ مگر کچھ نہیں اور نہ یغ قلبی ملاحظہ ہو کہ آج اسی موجب ننگ و عار لفظ پر فخر کیا جا رہا ہے۔ اسے قدیم ثابت کر کے اپنی حقانیت پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ فوا اسنا۔

سوال ۱۷۔ اگر شیعہ ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں تسلیم کیا ہے تو پھر تمام صحابہ و تابعین شیعہ ہوئے ان سب بزرگواروں کے نام کو ناپسند کر کے ان کا نام کیوں بدنام کرتے ہیں۔

جواب۔ حضرت شاہ صاحب نے اختلاف آفرین عبدالمصنوی لشکر علی کی چار قسمیں میں مسلمانوں کی جن جماعتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے حضرت علی

کی جماعت کی چار قسمیں لکھی ہیں۔ ان کی تفصیل خود ان کے قلم سے ہم رقم کرتے ہیں۔ تاکہ شیعہ کا مخالف اور دھوکہ دور ہو جائے۔ فرماتے ہیں۔ پس جناب امیر کے لشکر والے شیطان کے واسو اس سے چار فریق ہو گئے۔

ایک فرقہ شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہ اہل سنت والجماعت کے پیشوا ہیں۔ اور حضرت امیر کے چال چلن پر ہیں۔ اصحاب کبار اور از دارج مطہرات کے حقوق پہنچاتے تھے۔ اور ظاہر و باطن میں ان کی پاسداری کرتے تھے۔ لڑائیوں اور جنگوں کے باوجود بھی سیدہ بے کیمن سے مکمل وفاق کو نکال دیا تھا اور صفاء و برأت حاصل کی تھی انہی کو شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہتے ہیں کیونکہ یہ گروہ ہر لحاظ سے اِنِّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْہُمْ سُلْطَانٌ کہ بے شک میرے خاص بندوں پر تجھ کو غلبہ نہ ہوگا۔ کے تحت شیطان مکار سے محفوظ و مصئون رہے ان کا دامن اس خبیثت کی نجاست پلید سے پاک رہا۔ اور جناب امیر نے خطبوں میں ان کی مدح فرمائی اور ان کی روش پسند کی۔

دوسرا فرقہ تفضیلیہ کہ جناب امیر کو سب صحابہ پر فضیلت دیتے تھے۔ یہ فرقہ اس لعین (ابن سبا) کے ادنیٰ شاگردوں میں سے تھا کہ انہوں نے تھوڑا سا وسوسہ اس کا قبول کیا۔ اور جناب امیر نے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا کہ اگر میں نے کسی سے سنا کہ مجھے خبیث پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس کو افتراء کی سزا دوں گا جو اسی کوڑے ہیں۔

تیسرا فرقہ شیعہ سببیہ کا ہے۔ سبب معنی گالی کہ ان کو تبرائے بھی کہتے ہیں جو تمام صحابہ کو ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق جانتے ہیں اور یہ اس لعین کے اوسط درجے کے شاگرد ہوئے حضرت طلحہ، زبیر، عائشہ اور حضرت امیر کے مشاجرات کو اپنے دلائل میں سمجھا چونکہ یہ سب لڑائیاں حضرت عثمان کے قصاص پر تھیں۔ خلافت میں اختلاف پر نہ تھیں۔ بالضرورت ان لوگوں نے حضرت عثمان پر بھی زبان طعن کھولی۔ چونکہ حضرت عثمان کی خلافت تینین کی خلافت پر مبنی تھی اور حضرت عثمان کی خلافت کے بانی حضرت عبدالرحمن بن عوف وغیرہ جیسے اصحاب تھے لہذا سب کو تبر طعن کا نشانہ بنایا۔ ہر گاہ کہ یہ خبیث مخلصین کے توسط سے حضرت امیر کے مجمع مبارک میں پہنچی تو آپ خطبہ دینے اور بلکہ اہل کفر کے ان سے اپنی بیزاری

ظاہر کرتے تھے۔

چوتھا فرقہ شیعہ غلات یعنی نہایت حد سے بڑا ہوا تھا کہ یہ لوگ اس خبیث کے خاص الخاص اور ارشد شاگردوں سے تھے کہ حضرت امیرؓ کی الوہیت - خدائی صفت والا ہونا - کے قائل ہو گئے۔ پھر جب مخلصین نے ان کو الزام دیا کہ حضرت علیؓ میں تو بشری تھا تھے۔ الوہیت کے برخلاف پائے جاتے ہیں تو وہ الوہیت صریح سے پھر کر حلول کے قائل ہو گئے کہ روح الہی نے قالب بشری میں نزول کیا ہے۔ (تحفۃ اثناعشر)

باب اول (۱۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شیعہ کے نام اور عنوان کے ساتھ باقی رہے اور اب بھی پائے جاتے ہیں۔ وہ یہی تین فرقے ہیں اور یہی شیعہ کی اصل ہیں۔ اب ان میں لاتعداد فرقے امامت میں اختلاف کی بنا پر بن گئے۔ مخلصین کا یعنی حضرت علیؓ کی پادشاہی کا پہلا طبقہ ان سے بالکل الگ تھلک ہے۔ اور وہی دراصل اہلسنت تھے۔ سوال ۲۔

میں حضرت علیؓ کی پیش کردہ احادیث کو پھر سے پڑھیے وہ انہی کی تحریف کرتے اور اہلسنت والجماعت کے طریقہ پر چلاتے تھے۔ جب ان کا دیگر سبب اور غالیہ اور تقفیلی شیعہ فرقوں سے اشتراک ہی نہیں تو محض لفظ شیعہ سے خوش ہونا اور اسے قییم بنانا خوش فہمی کے ماسوا کچھ نہیں ہے۔ اور ہمارے حق پرست ہونے کی دلیل بھی یہی ہے کہ شیعہ معنی ائمرہ باز یا خاص مذہبی گروہ کے طور پر اس نام کو نہیں اپنایا۔ بلکہ جب شیعہ عثمانی شیعہ معاویہ گروہ عین جانبدار جو بالکل ان شیعہ اولیٰ مخلصین کے ہم مذہب تھے۔ تو حضرت حسنؓ کی کامیاب سیاست کی رو سے سب متفق ہو کر ایک جماعت بن گئے اور شیعہ کہلا کر چھوڑ دیا۔ حضرت حسنؓ اس کے بانی اور ان کے امام تھے۔ لہذا شیعہ نام کے ساتھ جو فرقہ بعد میں رہے وہ گمراہ ہی رہے۔ اہلبیت سے ان کا تعلق بالکل نہ تھا۔ بجز اس کے کہ انہی معنوں میں بطور سیاسی پارٹی لکھی استعمال ہوا ہو۔ لہذا جب صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین نے شیعہ بننا اور کہلانا چھوڑ ہی دیا۔ تو شیعہ کے نام سے اہل بیت کرامؓ کو دھوکہ دینے والے گروہ کی مذمت سے صحابہؓ و تابعینؓ کی کوئی بدنامی نہیں ہوتی۔

سوال ۱۵۔ پھر کہیں کہتے ہیں کہ شیعوں نے امام حسینؓ کو شہید کیا؟

جواب۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہی امام حسینؓ کو بلایا اور شہید کیا۔ تفصیل کے لیے آپ خلاصۃ المصاب - جلاء العیون - مجالس المؤمنین وغیرہ سے قصہ کر بلا پڑھ لیں۔ ہم یہاں تفصیل نہیں لکھ سکتے۔ کچھ حوالہ جات ہمارے رسالہ تحفۃ الاخیار سوال ۱۵ کے جواب میں ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں صرف یہ لکھنا کافی ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے شیدان کو قتل امام حسینؓ کر کے روتے پٹیتے پر فرمایا کہ تم نے ہمیشہ کے لیے اپنے کو تہمتی بنالیا۔ تم ہم پر ماتم کرتے ہو جب کہ تم ہی نے خود قتل کیا؟ اللہ کی قسم یہ ضرور ہو گا کہ تم بہت رو دو گے اور کم ہنس دو گے۔ (جلاء العیون ص ۲۲) منہی الامال سوال ۱۹۔ آپ کے مذہب میں شیعہ کی تحریف کیا

شیعہ ناصبی اور افضی کی تحریف ہے؟

جواب۔ فیروز اللغات ص ۹ شیعہ گروہ ۲۔ وہ لوگ جو مذہب امامیہ کہتے ہیں اور حضرت علیؓ کے سوا حضرت ثلاثہ اور عائشہ صدیقہ کو نہیں مانتے۔ قرآن معنی میں میں پھر دیکھ لیں۔ سوال ۲۰۔ ناصبی اور افضی کی تحریف مع شرح بحوالہ لخت بیان کیجیے۔

جواب۔ ناصب - ناصب کرنے والا - قائم کرنے والا - برپا کرنے والا - دشمنی کرنے والا - ۳۔ مہرب کلمہ میں فتح کی حرکت دینے والا۔ (فیروز اللغات فارسی حصہ ۴ ص ۸۴) ناصبہ - ناصب کا مؤنث۔

اس میں ناصبی کی مختصر اصطلاح - جو حضرت علیؓ اور اہل بیت کا مخالف ہو - لخت اس سے خاموش ہے۔ دراصل یہ آپ کا بناؤنی اصطلاحی لفظ ہے کہ جو شیعہ مذہب پر نہ ہو یا حضرت علیؓ پر خلفا ثلاثہ اور انبیاء کرامؓ کو فضیلت دینا ہو وہ ناصبی ہے اور قطعی جہنمی۔ (مجالس المؤمنین) پھر آپ کی اسلام دشمن احادیث یہ بھی کہتی ہیں کہ تمام کفار - یہود و مجوس اور کتے و خنزیر کے جھوٹے سے بڑھ کر ناپاک سنی ناصبی کا جھوٹا ہے۔ (نور باللہ) مثلاً من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الطہارت میں یہ حدیث ہے۔ کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے اور خنزیر کا جھوٹا اس سے بھی ناپاک ہے اور سب چیزوں سے بڑھ کر ناپاک

ناصبی رستی کا جھوٹا ہے۔

یہ آپ کی رواداری کا اعلیٰ نمونہ ہے اور ایسی غلو آمیز گالیوں سے لبریز روایتوں نے فرقہ بین میں ٹھنڈ پکڑا دیا اور غیروں کو اسلام سے بیگانہ کیا۔ جب کہ ہمارے نزدیک کفر معصومی چیز ہے۔ جب تک کسی کے منہ میں نجاست نہ لگی ہو بحیثیت انسان کے اس کا جھوٹا پاک ہے۔

رافضہ کی تعریف۔ اپنے سردار پر کشتی کرنے یا اس کا ساتھ چھوڑ دینے والا گروہ۔ شیعہوں کے مشہور گروہ کا نام۔ ان لوگوں نے حضرت زید بن علی بن امام حسین رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو کہا کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے تبرّاعین نفرت کریں لیکن آپ نے انکار کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو جو ہمیشہ ان کے مدد و معاون رہے ہیں کیونکر برا کہہ سکتا ہوں۔ اس پر ان لوگوں نے صرف ان کا ساتھ ہی نہ چھوڑ دیا بلکہ بے وفائی سے پیش آئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت زید حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ رافضی۔ منسوب بہ رافضہ جو شیعہوں کا مشہور گروہ ہے۔ دیکھو رافضہ۔ (فیروز اللغات حصہ ۴۹۵)۔

مصباح اللغات عربی ص ۳۵۵ مادہ راض میں ہے۔

رافضہ۔ جنگ وغیرہ میں اپنے قائد و راہنما کو چھوڑ دینے والی جماعت جو روافض اور اسی سے ہے لاجئ فی الروافض۔

رافضہ شیعہوں کی ایک جماعت اور نسبت کے لیے رافضی۔

امید ہے کہ آپ کو لغت سے تو تسلی ہو چکی ہوگی۔ اب اپنی اصح الکتاب کافی کتاب الروضۃ منک سے اپنے رافضی نام کی وجہ تسمیہ سماعت فرمائیں۔

وہ راوی کتنا ہے میں نے حضرت صادق سے کہا میں آپ پر قربان جاؤں لوگ یہیں ایسے گندے لقب سے یاد کرتے ہیں کہ اس سے ہماری کمر ٹوٹ جاتی ہے اور دل مدہ ہو جاتے ہیں اور حکام ہمارا خون حلال جانتے ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر جو ان کے علمائے بدایت کی ہے

فقال ابو عبد الله عليه السلام
الرافضة؟ قلت نعم قال والله ما
هو سموكم ولكن الله سماكم به
ويا بلكم الله نے تمہیں یہ لقب دیا ہے۔

اب یہ اللہ کا رکھا ہوا نام ہے۔ اگر شیعہ لوگ کسی برائی کی نسبت ہونے کی وجہ سے اسے برا جانیں تو اس برائی یعنی مذہب سے تو برا کر لیں ورنہ اسے برداشت کریں۔ اور ناراض نہ ہوا کریں۔ کیونکہ یہ لقب اور نام خود شیعہ حضرات بھی اپنے حق میں استعمال کرتے تھے۔ مثلاً کافی جلد ۵ میں ہے۔

احمد بن عبد اللہ نے اپنے باپ سے پوچھا۔ جو شیعہ تھا۔ اباجان ابدہ آدمی کون تھا جو کل میں نے آپ کے پاس دیکھا اور آپ نے اس کی بڑی عزت اور تعظیم و تکریم کی اور اپنے ماں باپ اور جان قربان کرنے کی تمنا کی فرمانے لگا۔

یابنی ذاک امام الرافضة ذاک الحسن
بن علی المعروف بابن الرضا فسكت
ساعة ثم قال يا بني لو نزلت الامامة
عن خلفاء بني العباس ما استحقها
احد من بني هاشم غير هذا اشر
اثني عليه كثيرا۔

رافضہ کی وجہ تسمیہ تو ظاہر ہو ہی گئی حقیقت یہ ہے کہ اس کا مصداق کوئی شیعہ اور غدار ہی خاص شیعہ گروہ نہیں۔ بلکہ از اوّل تا امد و تمام شیعہ پر یہ لقب صادق آتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک نے اپنے امام کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

اب حضرت علی نے اپنے شیعہ کملانے والوں کی مذمت میں طویل خطبہ میں فرمایا۔
فترکم الامّة فترکوکم فاصبحتم
تحمون باهواؤکم (منہ کافی ص ۳۲)
تم نے اپنے ائمہ (اصحاب رسول) کو چھوڑ دیا
انہوں نے تم کو چھوڑ دیا۔ اب تم اپنی خواہشات

پر فیصلے کرتے ہو۔

۲۔ حضرت حسنؑ نے توصاف طور پر حضرت معاویہؓ کو اپنے لیے بہتر اور شیعوں کو قاتل و بدخواہ بتایا جیسے گزر چکا ہے۔

۳۔ حضرت حسینؑ نے میدان کربلا میں شیعان کو فہ سے کہا۔

اے بے وفا و غدار و مجبوری کے وقت اپنی مدد کے لیے تم نے ہم کو بلایا جب ہم آگئے تو کیلئے کی تلوار ہم پر چلائی۔ (جلاء الجیون ص ۳۹۱) منتهی الآمال۔

۴۔ حضرت زین العابدینؑ کو بروایت شیعہ کچھ سنا تھی نہ ملے حتیٰ کہ مجبوراً زینؑ کی غلامی کا اعتراف کیا۔ (روضہ کافی)

۵۔ حضرت باقرؑ نے اپنے شیعوں کے متعلق فرمایا۔

فیہم التمییز فیہم التبذیل فیہم ان میں چھٹائی ہوگی۔ ان کے مذہب بدلیں التمجیص (کافی باب المؤمن وعلامتہ) گئے اور ان کو جدا جدا کیا جائے گا۔

۶۔ حضرت صادقؑ کے نام پر جعفری شیعہ یوں تو ہزاروں بنتے تھے اور اب بھی کہلاتے ہیں۔ مگر مخلص و وفادار سترہ بھی نہ تھے ورنہ امام ان کو سنا مقدسے کر وقت کے عباسی خلیفہ پر پٹ پٹھائی کر دیتے۔ (کافی ج ۲ ص ۲۲۳ باب قلۃ عدد المؤمنین)

یہی وجہ ہے کہ حضرت جعفر صادقؑ ان کی روایات کے مطابق خوب تقیہ کرتے تھے۔ اور صاف سچی بات ان پر بے اعتباری کی وجہ سے نہ بتاتے تھے۔ مثلاً زرارہ کہتے ہیں کہ میں امام باقر علیہ السلام سے تنہائی میں مسائل پوچھتا تھا کہ وہ مجمع عام میں تقیہ کرتے

تھے وکنت اکوہ ان اسالہ الا خالیاً خشیۃ ان یفتنی من اجل ان یحضرا احد بالتقیۃ (خروج کافی ج ۳ ص ۵۲) پھر امام ان کو جھٹلا بھی دیتے تھے۔ مجالس المؤمنین مجلس پنجم ص ۶۶ پر ہے کہ ایک اہل مجلس نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ آیات میں امام مقرر فی الطاعت موجود ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ اپنے درمیان ہم ایسا کسی کو نہیں جانتے اس نے کہا کہ وہ نہیں ایک جماعت ہے ان کا خیال ہے کہ تم اہل بیت میں مقرر فی الطاعت (امام معصوم) ہے وہ جھوٹ نہیں بولتے کیونکہ وہ متقی اور عبادت گزار ہیں۔ ان میں عبد اللہ یغفور اور

فلاں فلاں ہیں۔

پس آنحضرتؐ فرمودند کہ من یشال را حضرت صادقؑ نے فرمایا میں نے ان کو بایں اعتقاد امر نہ کر دم گناہ من در اسے یہ اعتقاد نہیں بتایا۔ میرا اس میں کیا گناہ چھپت۔

معلوم ہوا کہ ائمہ نے شیعوں کی برسر عام تکذیب کی اس مذہب سے تبرک کیا۔ جو وہ منسوب بسوئے اہل بیت کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں تو ان دلائل کی رد سے رافضی غدار و بے وفا کے علاوہ جھوٹا اور بد مذہب بھی ثابت ہوا۔

بحث البیات

سوال ۲۱۔ کیا آپ توحید خداوندی پر اعتقاد رکھتے ہیں؟ اگر رکھتے ہیں تو ذات خداوندی واجب الوجود ہے یا ممکن الوجود؟

جواب۔ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ باقی تمام کائنات اہل سنت کی توحیداً مخلوقات مبعوثہ یعنی امام حادث۔ مخلوق اور ممکن الوجود ہیں۔ تمام اشیاء محدود و محصور ہیں۔ پھر عرض وجود میں آئیں۔ پھر سرسبز و زلال ہے۔ صرف خدائے خلاق ہی واجب الوجود اور دائم البقاء ہے۔ کل شئی عہا لک إلا وجہہ اسی کی شان ہے۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ (حدید) وہی خدا سب سے پہلے ہے۔ وہی سب سے آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے۔

صرف اللہ کا خاصہ ہے۔ بدترین کفار ہیں وہ لوگ جو اپنے ائمہ کو اللہ کی صفات و کمالات میں شریک کرتے ہیں۔ ہمارے درس نظامی کی ابتدائی کتاب مالا بدمنہ کے آغاز پر ہے۔

حمد و الثناء من عند اللہ راست کہ بذات خود و تائید من عند اللہ اس اللہ کی ہے جو اپنی ذات مقدس خود موجود است و اشیاء با ایجاد او تعالیٰ موجود اند و در وجود و بقا بولے تمام چیزیں اس کے پیدا کرنے سے وجود

محتاج انا، ووسلہ چیز محتاج نیست میں آئیں اور وجود و بقا میں اسی کی
لیگانہ است، ہم ذات و ہم در صفات محتاج ہیں وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔
وہم ذات اور ہم در صفات وہ ذات میں، صفات میں اور کاموں
شکر نیست الخ میں بالکل اکیلا ہے لاشرک ہے کسی

ہستی کو کسی چیز میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔
بہر حال ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو زبانی نہیں بلکہ عملاً مکمل توحید مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
کی ذات میں صفات میں، خلق، علم، قدرت، عبادت، دعا و پکار، نذر و نیاز، قربانی
صدقہ، طواف بیت اللہ، مناسک حج وغیرہ ہر چیز میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو وحدہ لا شریک
جانتے ہیں۔ ہر کام بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شروع کرتے ہیں۔ شیعہ کی طرح یا علی مدد کہہ
کر نہیں کرتے۔ رب و لائق صرف اللہ کو جانتے ہیں حضرت علی کو نہیں۔ اولاد کی درخواست
مصائب ٹالنے کی دعا صرف اللہ سے کرتے ہیں۔ تعزیہ اور علم پر۔ دور جدید کے بت۔
جو سابق زمانہ میں بزرگوں کی یادگار محسوس اور بتوں کے قائم مقام ہیں، عرضیاں نہیں
ٹھکانے۔ چنانچہ خدا میں نماز کے بعد اللہ کے آگے روتے گڑ گڑاتے ہیں۔ یہ ور د نہیں پڑھتے۔
یا علی مدد۔ ناد علی۔ دے خوشیاں سرکار حسین۔ غم ٹال مرا اے حسن حسین وغیرہ۔ بہر حال
ہماری توحید۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف
تجھی سے مدد مانگتے ہیں) کی تصویر ہے۔

سوال ۲۲۔ اگر واجب الوجود ہے تو حلول کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

جیسا کہ مولانا روم نے بایزید بسطامی کے متعلق لکھا ہے۔

بامرِ بیاں اَل فقیہ محققم بایزید آمد کہ یک بندہ اَل منم
یَوَاب۔ خدائے تعالیٰ کا کسی بندے میں حلول کرنا کہ اس بندے کو خدا کہا جاسکے ہمارے
نزدیک یہ کفر و شرک ہے۔ عیسائی اسی بنا پر تو کافر ہوئے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ
اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ۔ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے مسیح بن مریم کو اللہ کی
صورت بتایا۔

ہم اسے عقاید کی کتابوں میں ہے۔ خداوند تعالیٰ کسی چیز میں گھل مل نہیں جاتا
و اللہ تعالیٰ در ہیچ چیز حلول نکند و چیزے اور نہ کوئی چیز اس میں گھل مل جاتی ہے
دروے تعالیٰ حال نبود (بالا بدمنہ صر) یعنی وہ کسی کی شکل و صورت میں ظاہر
نہیں ہوتا۔

مولانا روم کا شعر نیز کتاب اور صفحہ کے حوالے سے لکھا ہے۔ اگر حوالہ ہوتا تو ممکن
تھا کہ سیاق و سباق سے اس کا مطلب لیا جاتا۔ بظاہر یہ غلط ہے۔ اور اس کی تاویل
واجب ہے۔ جب ہم منشائہ آیات کی تاویل کرتے ہیں تو اس معمولی سے شعر کی توجیہ
کی مشکل ہے۔ سب سے آسان توجیہ یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف نکالیں یعنی حضرت
بایزید بسطامی ایک مرتبہ اپنے مریدوں کے ساتھ آئے تو فرمایا کہ ایک اللہ کا بندہ میں بھی
ہوں۔ لفظ یک اس کا قرینہ ہے کہ بندہ ایسی چیز ہے جس میں تعدد ہو سکتا ہے اور وہ
اللہ کے بندے ہیں۔ تو اللہ کے بندوں سے ایک بندہ میں ہوں۔ یہ چہ دلا دلاست درد
کہ کھٹ چراغ دار دکا مصداق۔ سائل نے اس شعر کو تو محل اعتراض بنا ڈالا مگر اپنے گھر
مذہب اور آئمہ کے افکار کی خبر نہ لی کہ ”اس خاتمہ ہمہ شرک تمان است“ کا ترجمان دشمن
ایمان ہے۔

کافی کلینی کے ابواب الحجۃ ایک نظر میں ملاحظہ فرمائیے۔

شیعہ کی توحید | باب ان الائمة نود اس بات کا بیان کہ آئمہ علیہم السلام اللہ
اللہ عز وجل۔ کا نور ہیں۔

کیا اللہ کے نور سے نور کا الگ ہونا، اللہ تعالیٰ کا تجزیہ کرنا اور اس کے اجزائے امانا
نہیں ہے؟ حالانکہ کفار کی مذمت اللہ نے یوں کی ہے۔
وَجْعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادٍ حِجْرًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ (پا ۶۷)
کافر، لوگوں نے خدا کے بندوں کو خدا کے
ٹکڑے بنا دیا۔ ایسے انسان کھلے ناشکرے
(کافر) ہیں۔

۲۔ ان الائمة ولاۃ امرا اللہ امام اللہ کے حکم کے والی اور اس کے

و خزنة علمه - علم کا خزانہ میں۔

پھر اس میں حضرت صادق کی حدیث میں ہے۔

نحن ولاية امر الله وخزنة علم الله ہم اللہ کے حکم کے والی اس کے علم کا خزانہ اور وعیبة وحی اللہ۔

اللہ کا حکم چلانے والے حاکم، اللہ کے علم کا خزانہ اور انبیاء پر بھی جانے والی وحی کا برتن اور منبع و مصدر حجب آئمہ بن گئے تو خود خدا کیا ہوا؟ اور ان صفات والے خدا سے الگ وجود کیسے ہوئے۔ کیا اس سے بڑھ کر حلول و تجسم کی مثال کسی اور مذہب میں مل سکتی ہے۔ شیعہ حدیثیں اپنے اماموں سے یکملاتی ہیں کہ وہ اللہ کے ہاتھ ہیں اللہ کا چہرہ ہیں۔

باب - آئمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور وہ صرف اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔

باب - آئمہ زندہ اور گذشتہ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔ ان سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ علامہ کلینی کا یہ وہ مایہ ناز لٹریچر ہے جو اس نے اللہ کی توحید کی نفی اور خدائی پر براجمان آئمہ کی جلالت شان پر پیش کیا ہے۔ آج عوام و خواص شیعہ سنی اور تبراٹی ہونے کے علاوہ ٹھیک غالی اور نصیری بھی ہیں کہ حضرت علی کو انسانی روپ میں خدا اور الہ مانتے ہیں۔ اگر آج حضرت علی کا دور خلافت ہوتا تو آپ ان سب کو اسی طرح زندہ جلا دیتے اور کسی ملامت کی پرواہ نہ کرتے۔ جیسے اپنے عہد میں اسی آدمیوں کو جلا دیا تھا۔ (رجال کشی) قرآن میں بیسیوں نصوص ہیں کہ اللہ جزا و داد حصص سے پاک ہے۔ اعضا سے پاک ہے۔ اس کے علم کا کوئی مخلوق احاطہ نہیں کر سکتی۔ موت و حیات پر اس کے ماسوا کوئی قادر و مختار نہیں۔ صرف وہی مازیا جلاتا ہے۔ مگر شیعہ حضرات یہ سب خدائی صفات اپنے آئمہ میں مانتے ہیں۔ پھر ایمان و اسلام کے بھی واحد ٹھیکیدار وہی ہیں۔ فی اللجب۔

ان کے بہت ذمہ دار عرفانی مدیر ہفت روزہ شیعہ نے کیا صاف کہہ دیا ہے۔

ہا علی بشر کیف بشر ۛ بہ تعلی فیہ و ظہر۔ (دیماجہ نہم للبلاد اردو)

اب عیسیٰ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور یہودی حضرت عزیر کے متعلق اور ہندو اپنے اوتاروں کے متعلق جو عقائد رکھتے ہیں۔ کیا شیعہ کا عقیدہ حلول۔ ذات علی میں رب کی تجلی و ظہور اس سے کم ہے؟ پھر وہ امام باڑوں میں علیؑ کی کاور و کیوں کرتے ہیں۔ ۱۳۹۹ء میرے سامنے ”مولود کعبہ“ کے عنوان سے ایک سمرنگا چارٹ ہے جو ۱۳۲۱ء کو راولپنڈی میں منعقدہ ایک جلسہ کا اشتہار ہے۔ مہمان خصوصی ”مفتی نصیر الاجتہادی“ صاحب ہیں۔ اس کے تین سطری القاب در مدح البوتاب میں یہ لفظ بھی ہیں خالق و خیر مرکز شش جہات۔ معلم روح الامین۔ قسیم النار والجنة وغیرہ ہیں۔ حالانکہ یہ سب خدائی صفات ہیں حضرت علیؑ کی طرف ان کی نسبت قرآن کی تلبیذ ہے۔

قرآن میں ہے اللہ خالق کُلِّ شئی ۛ۔ معجزات بھی شے ہیں اور اللہ کی مخلوق۔

شش جہات یعنی کائنات کا مصدر و مرکز صرف اللہ ہے۔ وَهُوَ الَّذِي

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ

حضرت جبریل امین کے استاذ خدا تھے۔ حضرت علیؑ نہ تھے۔ کیا شیعہ حضرت علیؑ کو نبی کا استاذ الاستاذ بنانا چاہتے ہیں (معاذ اللہ) اللہ کا ارشاد ہے۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا۔ اس جنت کا وارث اپنے بندوں کو ہم بنائیں گے۔

بہر حال شیعہ عقائد منجملہ دیگر اسلام کے عقیدہ توحید کے بھی سخت دشمن ہیں شیعہ کبھی اللہ کو وحدہ لاشریک نہیں مان سکتا۔ اگر محض خدا کے وجود کو ماننے یا کبھی نام لے لینے کا نام توحید ہے۔ تو مشرکین کہہ کی توحید ان سے بھلی تھی۔ کیونکہ وہ اللہ ہی کو لہ نزق خالق رب السموات والارض۔ آئنگہ، کان، اعضاء کا مالک۔ موت و حیات پر قادر، شہنشاہ مطلق ہر کام پر خود مختار اور کائنات کا مدیر و منتظم مانتے تھے۔ (القرآن مؤمنون ۵۶ یونس ۶۴ وغیرہ) اس بحث کو شیعہ کے شہید ثالث نور اللہ شوشتری مشرک اصلی کی رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

نہے روزی و خلاق علی بن ابی طالب
رحیم مطلق و رحماں علی بن ابی طالب

ہو الاول ہوا آخر ہوا الظاہر ہوا الباطن ہوا الخفاء ہوا المنان علی بن ابی طالب
(بحوالہ افادات بنگلش ص ۳۶)

ترجمہ۔ (معاذ اللہ) مخلوق کو ردی دینے والے علی کیا خوب ہیں مطلق صحابہ کرام
علی بن ابی طالب ہیں۔ وہی اول و آخر۔ ظاہر و باطن ہیں۔ وہی کائنات پر مہربان اور
احسان کرنے والے علی بن طالب ہیں۔

سوال ۲۳۔ کیا آپ خدا کو عالم و علیم مانتے ہیں۔ اگر
دوزخ کی وسعت پر اعتراض مانتے ہیں تو آپ کی سب سے بڑی کتاب بخاری شریف
۳۳۳ کتاب التوحید و وجہ کی حدیث ۲۲۳ میں موجود ہے۔ ”خدا اپنا پیر و دوزخ میں
رکھے گا تا کہ وہ سمٹ جائے کیا دوزخ خلق کرنے وقت خدا کا اندازہ غلط ہو گیا کہ دوزخ کو سزا
سے زیادہ بڑھا دیا ہے کہ خود اپنا پیر ڈالنے کی نوبت آگئی۔“

جواب۔ سبحان اللہ! ایسے یا وہ گو جس مذہب کے محقق و مولف بن جائیں تو اس کا
خدا حافظ ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔
يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلْ امْتَلَأْتَ وَ
نَقُولُ هَلْ مِنْ قُرْآنٍ (ق ۳۶)
اس دن ہم جہنم سے زرد زنجیوں کو ڈالنے
کے بعد پوچھیں گے کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے
گی اور بھی چاہیے۔

اب کیا یہاں بھی اعتراض ہو گا کہ خدا نے جہنم اتنی بڑی اندازہ کئے زائد کیوں بنائی
کہ بھرتی نہیں ہے اور ناگفتی ہے۔ بخاری شریف میں مقام بالا پر اسی ضمن میں یہ حدیث ہے
کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک ڈال کر اسے چپ کرادیں گے اور وہ مطمئن ہو جائے گی۔ قدم
ڈالنا بطور محاورہ ہے۔ یعنی بطور کنایہ ہے کہ اللہ اس پر خصوصی توجہ ڈال کر اسے مطمئن کرادیں
گے۔ یہاں شاذ علی حدیث نے نہایت لکھا ہے کہ جنت جب وسعت کی وجہ سے اور لوگ
مانگے گی تو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا کر کے اسے جنت میں داخل کریں گے اور یہ اس کا انعام
عطیہ ہو گا۔ جہنم جب زائد مطالبہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ زائد مخلوق پیدا کر کے۔ بلا عمل اور
آزمائش کے۔ جہنم میں نہ ڈالیں گے۔ ورنہ نشانِ عدل کے خلاف اور ظلم ہو گا ایسے

اللہ تعالیٰ اسے قدم کی خصوصی توجہ کے ساتھ چپ اور مطمئن کرادیں گے۔ جیسے روتے ہوئے
بے قرار بچے کو باپ منہ پر ہاتھ پھیر کر چپ کر دیتا ہے یا بعض بے صبر لڑکے کھا کر چپ
ہوتے ہیں۔

سوال ۲۴۔ کیا اللہ حاصل امر کن فیکون نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر حکم ہی سے دوزخ
کیوں چھوڑا نہیں کرتا ہے؟

جواب۔ یہ بھی اسی تقریر سے رفع ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کو اس طرح مطمئن کر
دیں گے کہ وہ قادر ہیں کہ اسے کن فیکون کر دیں۔ کیا یہ بے ہودہ سرائی اللہ پر
نظر ان مقرر ہو گیا ہے۔ کہ وہ خدا کے مخلوق کے ساتھ تعلق اور تصرف میں چوں چنان
کرتا ہے اور شورے دیتا ہے۔

سوال ۲۵۔ آپ کی صفت ایمان مفصل میں ہے کہ شر بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔
یعنی معاذ اللہ خدا شر بھی ہے۔ اس عقیدے کو عقلاً ثابت کیجیے۔

جواب۔ سائل کو اتنا تو کچھ بتیے کہ تقدیر خیر و شر کے مسئلے میں ان کا مذہب
مسئلہ تقدیر قرآن کے اور خود ان کی مذہبی تعلیمات کے خلاف ہے نتیجی تو وہ عقلی
ثبوت چاہتا ہے۔

عقلی ثبوت یہ ہے۔ ۱۔ کہ ہر شخص میں اللہ نے خیر و شر کرنے کی قدرت
رکھی ہے۔ شیطان اسی نے پیدا کر کے ہر بندے کے ساتھ لگا دیا ہے۔

ہو لوگوں کو گمراہ کرتا پھرتا ہے۔ فرعون و ہامان اور مردود و قارون۔ دشمنانِ انبیاء کی
کے پیدا کردہ تھے۔ مختار ثقفی۔ حجاج بن یوسف۔ تیمور لنگ۔ ہلاکون خاں اور نادر شاہ
رافضی جیسے شہرہ آفاق ظالم خدا کی ہی مخلوق تھے جو اس کے نیک بندوں پر مظالم ڈھا
رہے۔ تو کیا خدا نے ان کو پیدا کر کے اور نیکوں پر مسلط کر کے شر کا ارتکاب کیا اور شر پر
بنا؟ معاذ اللہ۔ معلوم ہوا خیر و شر اللہ کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تکلیف و
مصیبت بھلائی اور برائی اللہ کے مقدرہ فیصلہ کے مطابق آتی ہے۔ بندے کو چون چلا
کرنے کا کوئی حق نہیں۔

یہاں دو باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ ایک ہے نیکی اور بدی کا پیدا کرنا۔ اور اس کو اپنے ارادے سے مفقہ کرنا پھر وجود میں لانا۔ ایک ہے اس کا ارتکاب کرنا اور کمانا پہلی بات یعنی خیر و شر کی خلق و تقدیر صرف اللہ ہی کا کام اور خاصہ ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُونَ۔ مخلوق سے پرسش ہوگی اور اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کر سکتا۔ اسی کی شان ہے۔ دوسری بات یعنی خیر و شر کا ارتکاب اور کسب و عمل یہ بندے کا کام ہے۔ اپنے خدا داد اختیار اور ارادے سے بندہ جو نیکی کرے گا مستحق ثواب ہے اور جو بدی کرے گا مجرم اور قابل سزا ہے۔

اگر خیر و شر کا خالق بندے کو مانا جائے جیسے شیعہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔ تو خالق و آلہ بے شمار ہو گئے۔ اور یہ عقیدہ مجوسیوں سے بھی بدتر ہے کہ وہ خالق خیر و شر کو خدا کو بتاتے ہیں اور خالق شر ابہرمن یعنی شیطان کو کہتے ہیں اور اپنے زعم میں وہ خدا کا ادب کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث نبوی میں ان کی مذمت آئی ہے۔ القدریہ مجوس ہذہ الامۃ۔ کہ تقدیر کو بندے کی مخلوق ماننے والے اس امت کے مجوسی، انکس پرست ہیں۔ ۲۔ دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ جب بندہ خیر و شر کی آمد کو خدا کی طرف سے سمجھے گا تو وہ مطمئن ہو کر صبر کرے گا۔ انتقام و عینہ میں ایک خاص حد تک رک جائے گا اور معاشرتی امن اس میں مضمر ہے۔ ورنہ آدمی بے صبر ہو کر جذبہ انتقام سے کبھی نہ رکے گا اور پیر و دھار زبرد و زبر کرنا اور فتح و شکست ہر طبقہ کی کسی مرحلہ پر نہیں رکے گی۔ جیسے کلاس کے طلباء آپس میں الجھ پڑیں اور استاذ بیچ میں اگر ظالم کو کچھ خاص کے سنے لہزان کی آپس میں صلح و صفائی کرادے تو طبعی طور پر فریق ثانی لڑائی اور انتقام سے باز رہے گا۔ اور کمی مثنیٰ کو استاذ کے حوالے کر کے مطمئن ہو جائے گا اور اگر استاذ موجود نہ ہو تو پھر ان کی جنگ بڑھتی ہی چلی جائے گی اور کوئی فریق بھی کسر اور نقصان کھانے پر مطمئن نہ ہوگا۔ ۳۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ بندے کا کام ہے اپنے اختیار و ارادے کے ساتھ وسائل کا استعمال۔ اگے کام کا بن جانا اور مقصد حاصل ہو جانا یہ بندے کے اختیار میں نہیں تو اس کا خلق کیسے ہوا۔ جیسے کوئی آدمی چوری کی نیت سے لقمہ لگا تا ہے یا قتل کی نیت سے

بندوق چلاتا ہے۔ اب اگر گھر والے جاگ گئے اور یہ چوری نہ کر سکا یا فائر نہ خطا ہو گیا تو اللہ نے چوری اور قتل کا فعل اس کے ہاتھ پر پیدا نہیں کیا (اسے بچالیا) اور اگر چوری میں کامیاب ہو گیا، گولی نشانے پر لگی اور بندہ مر گیا تو چوری اور قتل کا فعل خدا نے اس کے ہاتھ پر پیدا کیا کہ اسی نے اس کا کام اور مقصد بنا دیا۔ پس اسی کام بننے اور مقصد (خیر و شر) میں کامیابی کو یا کام کی صورت وجود میں لانے کو ہم خدا کا فعل اور خلق بتاتے ہیں۔ اس میں خدا پر کوئی برائی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ کائنات میں ذرے ذرے کی نقل و حرکت اس کی مشیت اور ارادے پر موقوف ہے اور وہ ارادے میں خود مختار ہے۔ مکلف انسانوں کے ارادے بھی اسی کے ارادے کے تابع ہیں تو پھر خلق و تقدیر پر اعتراض کیسا؟ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ یَشَاءَ اللہُ رَبُّ الْعَالَمِینَ ہاں بندہ جزا و سزا کا اپنے اختیار کردہ وسائل کی بنا پر مکلف ہے۔ ورنہ اگر یہ عقلی سے قتل کر بیٹھے شرعاً گناہ نہیں۔ گودیت اور کفارہ لازم ہے۔ اب خیر و شر کے خدا کی مخلوق اور بجانب اللہ ہونے پر شرعی دلائل ملاحظہ کریں

نقلی دلائل

۱۔ اللہ خالق کل شیء ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے۔ شر بھی ایک چیز ہے۔ خدا کی مخلوق ہوئی۔ ۲۔ وَاللہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ خدا نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ ۳۔ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدْ دَکَ تَقْدِیرًا۔ ہر چیز کو اس نے پیدا کیا اور اس کی تقدیر بنائی۔ یہ نصوص دال ہیں کہ بندے کے اعمال بھی خدا کی مخلوق ہیں اور اس کے لکھ دینے سے ہیں۔ آیت ۲ میں اگر تیرے کے مجسمے مراد ہوتے تو تَصْنَعُونَ فرمانا مناسب تھا۔ اگر بت کا مادہ پتھر وغیرہ خدا کی مخلوق ہے تو بندے کے کسب و عمل سے اس کا مزین صورت اختیار کر کے مشرک پجاری کے دل میں بس جانا بھی خدا کا فعل ہے۔ کُنْ لَکَ رَیْبًا لِّکُلِّ اُمَّةٍ عَمَلُہُمْ۔ (انعام) اسی طرح ہر امت کے اعمال ہم نے ان کو خوبصورت کر کے دکھائے۔ ۴۔ وَإِنْ تَصِبُّہُمْ حَسَنَةٌ یَّقُولُوا ہذہ من عند اللہ وَإِنْ تُصِبُّہُمْ سِیْئَةٌ یَّقُولُوا ہذہ من عندک قُلْ کُلٌّ مِنْ عِنْدِ اور اگر ان کو کچھ بھلائی پہنچتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کچھ برائی پہنچتی ہے تو کہہ دیتے کہ یہ تمہاری

اللّٰهُ (النساء ۱۱)

طرف سے ہے۔ تم کہہ دو کہ سب اللہ ہی کی

طرف سے ہے۔ (ترجمہ مقبول)

حسنہ اور خیر سببہ اور شرف تفریباً مترادف الفاظ ہیں۔ ان نصوص سے واضح ہوا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اب سائل کا اعتراض گویا قرآن پاک پر ہوا۔ اب ذرا احادیث سے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

جہاں تک راقم کا مطالعہ ہے۔ اس مسئلہ میں سنی و شیعہ کا چنداں اختلاف نہیں اتحادی کے دشمن، علیحدگی پسند شیعہ علماء اور ذاکرین اسے اچھالنے اور اہل سنت کو مطعون کرتے ہیں ورنہ ان کی احادیث اہل حق کے مطابق ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

۱۔ کافی کلینی باب السعادة والشقاۃ میں ہے۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ اللہ نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ان کی نیک بختی اور بد بختی لکھ دی ہے جیسے اللہ نے سعید پیدا کیا کبھی برا نہ سمجھے گا۔ اگر وہ برا عمل کرے تو برائی سے نفس رکھے گا اور اس شخص سے نہ رکھے گا۔ اور اگر بد بخت پیدا کیا ہو تو اس سے کبھی محبت نہ کرے گا۔ اگر وہ اچھے عمل کرے۔ تو عمل پسند ہے مگر اس کی ذات پسند نہیں (الکافی ج ۱) ۲۔ باب الحیۃ والنشر کی تمام احادیث یہ بتاتی ہیں کہ اللہ ہی خیر و شر کا خالق ہے اور اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے یہ جاری کرتا ہے۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے جھوٹ کہا جس نے بیخیال کیا کہ خیر و شر اللہ کی مشیت کے بغیر ہے تو اللہ نے اس کو اپنی بادشاہی (یعنی ذمہ داری) سے نکال دیا جس نے یہ گمان کیا کہ گناہ بغیر اللہ کی مدد کے ہو جاتے ہیں اس نے جھوٹ کہا اور جو اللہ پر جھوٹ کہے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ (کافی ج ۱) باب الجبر والقدر والامرین الامرین۔

۴۔ یہ چیز بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مشیت اور چیز ہے۔ رضا اور رضا اللہ میں فرق ہے۔ کفر و معصیت پر اللہ راضی ہو کر نہیں گواہی کی مشیت سے واقع ہوتا ہے۔ اِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفِيْرٌ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ

وَإِنْ تَشْكُرُوا وَابْتَغُوا لَكُمْ (نہا)

کسی کام کی نسبت جب کا سب و عامل کی حیثیت سے ہو تو مخلوق کی طرف ہوتی ہے کہ شیطان بندوں کو گمراہ کرتا ہے۔ انبیاء کرام ہدایت دیتے ہیں۔ فلاں نے اسے مار دیا ہے۔ فلاں نے اسے (معاف کر کے) زندگی بخش دی وغیرہ۔ اور جب اسباب عادی بندہ مرتب کرے اور پھر خدا کی مشیت سے وہ کام ہو جائے تو اس کی نسبت اللہ کی طرف کی طرف کی جاتی ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔ كُنَّا لَكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسِيءٌ مُّتَابٌ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص سے جو حد سے گزر جانے والا اور شکی ہو تو فقیہ ہدایت سلب کر لیا کرتا ہے۔ قُلْ إِنْ أَلَّهِ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ أَلَّهِ مِنْ أَنَابٍ (عدن) تم کہدو اللہ جس سے چاہتا ہے توفیق ہدایت سلب کر لیتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے اس کو اپنی راہ بتاتا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

امید ہے اس تفصیل سے سائل اور قارئین کو انشراح صدر نصیب ہو جائے گا۔ سوال ۲۶۔ چھٹے کلمہ رد کفر میں دتبرات من الکفر والشک والکذب آیا ہے کیا آپ تبراً کرنا جانتے تھے؟ جواب۔ یہ ترکیب اس آیت کی طرح ہے۔

مَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمَرْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ (پ)

عرفاً تبراً اور کفر برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جب اس کا صمد اور مضاف الیہ مقدس اشیا و ذوات ہوں اور اگر صمد و مضاف الیہ بدل کر بری چیزیں آجائیں تو یہ کار بخیرین جاتا ہے۔ جیسے اس آیت اور کلمہ میں ہے۔ اب فی نفسہ کفر و تبرے کی اچھا برائی سے بحث نہیں بلکہ اس کے متعلق سے ہے۔ اب کفر و شرک اور جھوٹ سے تبری اور بیزاری کرنے والا اور شیطان کا منکر و کافر۔ دراصل مسلمان اور مومن ہوا۔

شیعہ کے یہاں تبر کا استعمال الٹ ہے۔ وہ شیطان طاعت سے کفر نہیں کرتے

نہ اس پر تبرے پڑھتے ہیں۔ نہ کفر و شرک اور جھوٹ سے تبرے کرتے ہیں۔ کیونکہ شرک تو ان کی گھٹی میں ہے جیسے مفصل گزرا۔ جھوٹ بنام تقیہ اعلیٰ کی عبادت ہے اس کے بغیر ان کا دین و ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ اس سے وہ کیسے تبر کریں۔ ہر بات میں کفر و انکار تو ان کا شعار ہے۔ سنی عالم قرآن سے اور خود ان کی کتب سے ان کے منشأ اور مروجہ مذہب کے خلاف کتنی ہی آیات و احادیث پڑھ سناے وہ صاف انکار کر دیں گے ورنہ اعراض تو ضرور ہی کریں گے مانیں گے کبھی بھی نہیں۔ لہذا ان کا تبر اسنت نبوی سے ہے۔ اسے مذہب کے اصول و فروع سے نکال ہی دیا۔ ان کا تبر اکنتیپ رسالت کے تمام تعلیم یافتہ فضلاء کرام سے ہے۔ ان کا تبر اہمات المؤمنین (ازدواج رسول) بنات مطہرات رسولؐ اور چار مستنبیوں کے ماسوا تمام ذوی القربی رسولؐ سے ہے جس کی تفصیل راقم کے سالہ شیعہ حضرات سے ’’سوالاات‘‘ کے ص ۲۸ پر دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کا تبر ان خود قرآن کریم سے ہے کہ وہ اسے ناقص، محرف، بدلا ہوا، بے ترتیب اور اپنے لیے بے حجت اور صامت مانتے ہیں۔ اور قرآن متکلم، واجب الاتباع صرف مرنومہ آئمہ اور ان کے افکار کو جانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب الحجۃ از کافی) ان کا تبر توحید الہی سے ہے کہ ذکر۔ استعانت۔ تضرع۔ نیاز۔ دعا و لپکار۔ ورد و وظائف وغیرہ میں خدا کو چھوڑ کر اپنے آئمہ کا نام لیتے ہیں۔ ان کا تبر امت مسلمہ اور پوری شریعت مصطفوی سے ہے کہ تمام امت کو بلا جھجک (مناقیق و بے ایمان) اور تمام ثابت و جاری شریعت کو جھوٹا بتاتے ہیں۔ اور خود تقیہ کی اڑلے کر ایک نئے دین نئے نظام اور نئے مکتب فکر کے بانی مبنی ہیں۔ لہذا اہل سنت کا تبر از کفر و شرک و جھوٹ ان کو مبارک ہوا و شیعہوں کا تبر از سنت نبوی و جماعت نبی ان کو مبارک ہو۔

سوال ۲۷۔ کا جواب بھی اسی تقریر سے ہو گیا۔ کہ دونوں کے تبرے الگ الگ چیزوں سے ہیں۔ دونوں چلتے رہیں گے۔ کیونکہ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی جنگ شروع سے جاری ہے اور اللہ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ مَخْلُفِينَ إِلَّا مِنْ رَحْمَةٍ رَحْمَتِ رَبِّكَ لَكُمْ L

ذٰلِكَ وَلِئَلَّا يَخْلَفَهُمْ وَنَمَتَتْ
كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا مَلْئَتْ جَهَنَّمَ مِنْ
الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ اِجْمَعِينَ (ہود ۶۰)

جہنم کو بھریں گا۔

مسئلہ بیت الہی

سوال ۲۸۔ ”لَا تَذْكُرْهُ الْاَبْصَادُ“ قرآنی الفاظ ہیں۔ اس کا ترجمہ کیجیے۔ اور لن نرانی کا مطلب واضح فرمائیے۔

جواب۔ ادراک کا معنی دیکھنا نہیں ہے۔ بلکہ سمجھ لینا اور معلوم کر لینا ہے۔ اب ترجمہ یہ ہو گا کہ نگاہیں اس کو معلوم نہیں کر سکتیں۔ تو واضح ہے کہ محدود بصر لا محدود ذات کے جمال و انوار کا احاطہ کیا کر سکتی ہے؟ لہذا ان آنکھوں سے عالم بیداری میں خدا کو دیکھ سکتا اہلسنت کے نزدیک بھی عقلاً محال ہے۔ اور لن نرانی کا بھی یہی مطلب ہے کہ تو نجیے اس عالم میں ان آنکھوں سے دیکھ نہ سکے گا۔ ہمارا مسلک بھی یہی ہے۔

لن نرانی۔ رای رویت سے بنا ہے۔ جو افعال قلوب میں سے ہے۔ جس کا منصف بصارت بالبعیرت سے دیکھنا ہے۔ (مصباح اللغات) تو اب نفی کا حاصل یہ نکلے گا کہ تم بصارت کے ساتھ خدا کو لوں دیکھ نہیں سکتے کہ بصیرت بھی اس سے حاصل ہو جائے۔ گویا مشاہدہ جمال کا احاطہ ہو جائے کسی چیز سے وصف خاص کی نفی عقلاً اس کے وجود کو ممکن بنا دیتی ہے۔ تبھی تو وہ نفی یا نفی کا محل ہوا۔ مثلاً اندھا اسے کہتے ہیں۔

جس میں دیکھ سکنے کی طاقت چاہیے تھی۔ دیوار وغیرہ کو اندھا نہیں کہا جاسکتا کہ وہ دیکھنے اور بصر کے لائق ہی نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو تو دیکھ نہیں سکتا۔ یا آنکھ ادراک نہیں کر سکتی کا مفہوم یہ ہوا کہ عقلاً رویت ممکن ہے۔ مگر اس عارضی دنیا میں فانی حواس اس کے مشاہدہ جمال کا تحمل نہیں کر سکتے تو لن نرانی فرمایا کہ تو نہیں دیکھ سکے گا۔ اب اگر عالم بدل جائے یا حواس بدل جائیں تو رویت کا عقلی امکان وقوع میں تبدیل ہو سکتا ہے شیعہ کی کتاب رجال کشی ص ۲۸ پر حضرت علی رضا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے

مخلص حسین بشا رسے کہا اگر تو چاہے کہ اللہ تجھے بلا پردہ دیکھے اور تو اسے (جنت میں) بلا پردہ دیکھے تو آل محمد اور ان کے ولی امر کے ساتھ محبت رکھ۔ میں نے کہا کہ میں اللہ کو دیکھوں گا؟ امام نے فرمایا ہاں! اللہ کی قسم ضرور دیکھے گا۔
سوال ۲۹۔ کیا جب حضورؐ معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ کا شرف دیدار حاصل ہوا۔ اگر ہوا تو وہ حدیث مع کمل حوالہ پیش کیجیے جس میں حضورؐ نے اللہ کی شکل و صورت بیان فرمائی ہو۔

جواب۔ اس مسئلہ میں اکابر صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کائنات سلام اللہ علیہا، حضرت ابو ذر غفاریؓ روایت حقیقی کے قابل نہیں بلکہ روایت قلبی کے قابل ہیں۔ اور دلیل میں مذکورہ بالا آیات پڑھتے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے بہت سے فقہاء اور بزرگان دین روایت حقیقی کے بھی قابل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ عالم اور تقوا جب معجزہ کے تحت اس جسم انسانی کا گرم و سرد، بلا آب و ہوا کرات سے گزرنا اور محفوظ و سالم رہنا ممکن ہوا تو تجلی ذات سے بہرہ ور ہونا اور برہ داشت کر سکتا بھی ممکن ہو گیا۔ لہذا اگر روایت پر ٹھوس دلیل نہیں تو نفی بھی قطعی یقینی نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ کی ذات جسمانیت۔ اعضاء۔ رنگ و شکل سے پاک ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشابہ جمال کے بعد کس کس کے مثلاً شئیؑ؟ اگر اس کی مثال کوئی چیز نہیں ذات کے خد و خال اور حلیہ جمال کیسے بیان فرماتے۔ اور محبوب کا حلیہ اور راز دارانہ باتیں غیروں سے بیان ہی کب کی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ سوال از خود غلط ہے سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے۔

بشرا و رائے جلالتش نیافت بصر ملتہائے جمالتش نیافت
وگر سائے محرم راز گشت بر بندہ بر و سے در باز گشت
یکے باز را دیدہ برد وختہ است یکے دیدہ ہا باز و پر سوختہ است

سوال ۳۰۔ اگر اللہ پردہ میں رہا اور صرف کلام کی میر کرائی اور تواضع فرمائی تو

پھر رخ زیبائے محبوب کو کیوں محروم کیا؟

جواب۔ سوال بالالہ کی طرح یہ بھی بے پردہ ہے۔ تعجب ہے کہ زیارت ہونو بھی اعتراض و انکار ہے۔ نہ ہو تو بھی طعن ہے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شیعہ کو دشمنی تو پیدا نہیں ہو گئی کہ اتنی لیت و حل اور سخت گیری پر اتر آئے ہیں۔

در اصل شیعہ حضرات عرش پر خدا کے وجود کے شیعہ حضرت علیؑ کو الہ مانتے ہیں قابل ہی نہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ عرش معالیٰ پر علیؑ مستوی تھے ان سے محبت آمیز گفتگو تھی اور وہ با پردہ تھی۔ اب اگر پردہ ہٹا کر دیدار مانا جائے تو شیعہ کی جہلسازی کھل جاتی ہے لہذا ناجائز عقیدہ کے تحفظ کی خاطر عدم روایت الہی کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔ مجالس المؤمنین شومتری میں ہے۔

”معراج کی رات بالائے عرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدائے تعالیٰ عزاسمہ کی جانب سے جو جو محبت آمیز باتیں ہوئیں وہ خدا کی طرف سے نہ تھیں بلکہ از علیؑ سے شیعہ نطق علیؑ بد علیؑ جز علیؑ نہ بد آنجا (معاذ اللہ) شومتری صاحب کی اتباع اور تائید میں باذل صاحب حملہ حیدری ولے بھی علیؑ کی خدائی پر یوں شہادت دیتے ہیں۔

دماندہ گل ز نار حسیل رہا نندہ موسیٰ اذر و دخیل
بساحل رساندہ فلک نورخ کشاندہ باہرہائے فتوح
بحوالہ افادات بگلش مطبوعہ دریا ہنگو ضلع کوہاٹ

کہ علیؑ نے حضرت خبیلؓ پر آگ کو گلزار بنایا۔ موسیٰ علیہ السلام کو دریا نے نیل میں غرق ہونے سے بچایا۔ حضرت نوحؑ علیہ السلام کی کشتی کن رے پر علیؑ نے لگائی فتوح کے دروازے آپ کھولنے والے ہیں۔

سوال ۳۱۔ آپ کے عقیدہ دیدار خدا کی اساس قرآنی ہے یا حدیثی۔ اگر قرآنی ہے تو ایت بتائیے اور اس کے تضاد کی وجہ بیان کیجیے جبکہ اللہ کے کلام میں تضاد نہیں ہے اور اگر حدیثی ہے تو حدیث کو قرآن سے مطابق کر دکھائیے۔

دیدار الہی کے نقلی دلائل جواب۔ اس کی بنیاد قرآن پاک پر ہے۔ سورہ قیامت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَجُودًا يَوْمَئِذٍ نَاضِحًا إِلَىٰ سَائِهَا
نَاضِحًا (پ) کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

ناظر کا معنی دیکھنے والا۔ یہ فعل متعدی ہے۔ یعنی مفعول منظور الیہ چاہتا ہے اور وہ خود رب تعالیٰ کی ذات مذکور ہے۔ وہ اپنی نمایاں شان اپنے مومنین بندوں کو ضرور مشاہدہ کرائے گا اور مومنین دیکھیں گے۔

۲۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّحُوجُونَ (پ) ہرگز نہیں! وہ اس دن اپنے رب سے آڑ اور پردے میں کر دیئے جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ کفار و منافقین رب تعالیٰ سے آڑ اور پردے میں کر دیئے جائیں گے۔ اور یہ وہی لوگ ہوں گے جو خدا نے تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کے منکر ہوں گے جیسے ارشاد ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ
فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا يَقِمْ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزَنًا (کف) وہ وہی ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور رب تعالیٰ کی ملاقات کو نہ مانا تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے تو ہم قیامت کے دن ان کے اعمال نہ تولیں گے۔

قرآن کریم کی بیسیوں آیات میں مومنین کی رب تعالیٰ سے ملاقات اور کفار کا ملاقات سے انکار کرنا اور پھر آخرت میں بطور سزا محروم ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں اشارہ کافی ہے ملاقات۔ لقاء اور تلقی بظاہر حقیقتہً طرفین سے موجدہ مشاہدہ اور استقبال چاہتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ اِلٰی رَبِّهَا نَاضِحًا اس پر صریح دلیل ہو۔

ان آیات کا لَئِنْ دَرَكْتُمْ الْاَبْصَارَ سے کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ البصار احاطہ نہیں کر سکتیں اور اس جملہ الی رہباناً نظر میں، احاطہ کے آخر تک بھی ہم مدغم نہیں ہیں۔ علاوہ انہی وہ آیت

دنیا سے متعلق ہے۔ سیاق و سباق یہی چاہتے ہیں۔ قیامت کے متعلق وہ خاموش ہے۔ اس کا ذکر الی رہباناً نظر سے کر دیا۔ پھر دونوں جہانوں کے احکام الگ ہیں۔ وہاں ہر شخص کو دنیا کے تلوامردوں کے برابر طاقت دی جائے گی۔ اور نگاہ بھی خوب نیرکروی جائے گی جیسے ارشاد ہے فَكُشِفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔ ہم نے تیرے پردے دور کر دیئے آج تیری نگاہ بہت تیز ہے، اگر اسے کافر کا حال بتایا جائے تو مومن کی بدرجہ اولیٰ نگاہ تیز ہوئی چاہیے۔ کہ ان کو خصوصی نور لَوْ رُؤُوا لَيَسْعَىٰ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَيَاْخِطَانِهِمْ۔ حاصل ہوگا۔

جنت میں دیدار الہی کا ثبوت صحیح بخاری و مسلم کی صحیح حدیثوں سے بھی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہر آفاق تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۴۱۹ پر رقمطراز ہیں۔

”اور آخرت میں حق تعالیٰ کی زیارت مختلف مقامات پر ہوگی۔ عرصہ محشر میں بھی اور جنت میں پہنچنے کے بعد بھی، اور اہل جنت کے لیے ساری نعمتوں سے بڑی نعمت حق تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔“

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوجائیں گے تو حق تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ جو نعمتیں جنت میں مل چکی ہیں ان سے زائد اور کچھ چاہیے، تو سناؤ وہم وہ بھی دے دیں؟۔ لوگ عرض کریں گے یا اللہ آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات دی جنت میں داخل فرمایا اس سے زیادہ ہم اور کیا چاہیں۔ اس وقت حجاب درمیان سے اٹھا دیا جائے گا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی اور جنت کی ساری نعمتوں سے بڑے کر یہ نعمت ہوگی۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات چاند کی چاندنی میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام کا مجمع تھا۔ آپ نے چاند کی طرف نظر فرمائی اور پھر فرمایا کہ آخرت میں تم اپنے رب کی اسی طرح عیاں دیکھو گے جیسے اس

چاند کو دیکھ رہے ہو۔

ترمذی اور مسند احمد کی ایک حدیث میں بروایت ابن عمر منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو جنت میں خاص درجہ عطا فرمائیں گے ان کو روزانہ صبح و شام حق تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں کسی کو حق تعالیٰ کی زیارت نہیں ہو سکتی۔ آخرت میں سب اہل جنت کو ہوگی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شہب مہراج میں زیارت ہوئی وہ بھی حقیقت عالم آخرت ہی کی زیارت ہے۔ جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فرمایا کہ دنیا صرف اس جہان کا نام ہے جو آسمانوں کے اندر محصور ہے۔ آسمانوں کے اوپر آخرت کا مقام ہے وہاں پہنچ کر جو زیارت ہوئی اس کو دنیا کی زیارت نہیں کہا جاسکتا۔

اب سوال یہ رہتا ہے کہ جب آیت قرآن لَا تَذْكُرْهُ إِلَّا بَصَآئِرُ معلوم ہوا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ریت ہو ہی نہیں سکتی تو پھر قیامت میں کیسے ہوگی۔ اس کا جواب کھلا ہوا یہ ہے کہ آیت قرآن کے معنی انہیں کہ انسان کے لیے حق تعالیٰ کی زیارت و ریت ناممکن ہے بلکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ انسانی نگاہ اس ذات کا احاطہ نہیں کر سکتی کیونکہ اس کی ذات غیر محدود اور انسان کی نظر محدود ہے۔ عارف جامی فرماتے ہیں

دور بیان بارگاہ الست غیر از پس پے زبرودہ اند کہ ہست

سندی نے بھی خوب فرمایا ہے

چہ شبہا نشستم دریں سیرگم کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم
قیامت میں بھی جو زیارت ہوگی وہ ایسی طرح ہوگی کہ نظر احاطہ نہیں کر سکیگی اور دنیا میں انسان اور اس نظر میں اتنی قوت نہیں جو اس طرح کی ریت کو بھی برداشت کر سکے۔ اس لیے دنیا میں ریت مطلقاً نہیں ہو سکتی اور آخرت میں قوت پیدا ہو جائے گی تو ریت اور زیارت ہو سکے گی مگر نظر میں ذات حق کا احاطہ اس وقت ممکن نہ ہو سکے گا۔ (انتہی ص ۴۲)

بہ حال اصول فلسفہ کو اگر بن کر آیات ریت میں تعارض پیدا کرنا یا الی رہنا ناظر

کے صریح مفہوم کو نہ ماننا بے دینی اور گمراہی ہے جبکہ صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین سب اہل حق اہل سنت والجماعت کا متفقہ یہ عقیدہ چلا کر رہا ہے۔ دوسرے جہان میں حق تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان معاملہ تھا۔ زیارت و مکالمہ جیسے ہوا ہمارا اس پر ایمان ہونا چاہیے۔ ہم اور سائل کون ہیں۔ خدا اور محبوب کے درمیان حائل ہونے والے یا فلسفیانہ موشگافیوں کے پردے لٹکانے والے؟ اللہم ارزقنا حب حبیبك العظیم

عبداللہ صحابہ کرامؓ

سوال ۳۳۔ باوجودیکہ آپ اصحاب کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ ان سے گناہ کا سرزد ہونا ممکن جانتے ہیں، لیکن پھر بھی سوئے ادب کے تحت ان پر تنقید کرنا اچھا نہیں سمجھتے۔ یعنی ان کا تقدس اسی میں سمجھتے ہیں کہ ان میں عیب شمار نہ کیا جائے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی محترم و منظم ہستی کی توقیر کے لیے ضروری ہے کہ اسے گناہوں سے دور رکھا جائے اور عیبوں سے منزہ مانا جائے اگر آپ کے اس حسن ظن کو الفاظ کے قالب میں ڈھالا جائے تو نتیجہ عصمت برآمد ہوتا ہے۔ پھر آخر رسول کو معصوم تسلیم کر لینے پر کیا اعتراض ہے جبکہ ان کے کسی صحابی کو آپ گناہگار کہنا گناہ سمجھتے ہیں اور خود حضورؐ کی عصمت کو پسند نہیں کرتے۔

جواب۔ حسن ادب کا تقاضا عقل و نقل کی روشنی میں یہی ہے۔ کافی الجملہ امکان گناہ کے باوجود۔ قطعی ثبوت اور بیان ضرورت کے بغیر۔ ان کے گناہوں کو اچھا لانا جائے۔ نہ موضوع سخن بنایا جائے۔ قرآن پاک نے اتنا ادب کرنا ہر مسلمان کا حق بتایا ہے۔ وَلَا يَغْنَبُ بَعْضُكُم بَعْضًا دَم میں سے کوئی دوسرے کی عدم موجودگی میں اس کی برائی بیان نہ کیا کرے، کافران اسی ادب کی تعلیم ہے۔ صحابہ کرام علیہم السلام تو آفتاب نبوت کی کرنیں۔ ہدایت رسالت کے قمقے۔ منصب رسالت کے علی گراہ۔ نزول قرآن کے شاہد۔ منزلت محمدیہ کے اولین محافظ۔ مکتبہ نبوت کے مستند فضلا۔ بستان رسالت کے تعلیمیافتہ علماء۔ امت اور نبی ہدایت کے ماہرین سب سے اولیٰ اور

مضبوط واسطہ بہترین امت کے سب سے پیش رونق ائدین۔ خدا کے برگزیدہ مومنین۔
رضوان و جنت کی بشارتوں سے سرفراز۔ کتاب و سنت کے علمبردار۔ مغفرت و توبہ
کی ڈگری کے حامل اور گناہوں سے محفوظ کے لائق ہیں۔ ان کی غیبت و بدگوئی کیوں
حرام نہ ہوگی۔ ان کی بدگوئی اور غیبت گویا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھانا
ہے (معاذ اللہ)

اس مسئلہ کے عقلی پہلوؤں پر۔ عدالت صیبر کرام۔ کے عنوان سے ایک مفصل ۳۶۰
صفحات کی کتاب کی توفیق خدا نے راقم کو بخشی ہے۔ بعض صحابہ کے بی بی مرضی اس
نسخہ اکسیر کا استعمال اور مطالعہ کریں۔ یہاں صرف تین آیات پر غور کافی ہے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَى الْمُؤْمِنِينَ وَ
ذِيَنَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ وَكَسَّكَ الْفُؤَادِ
وَالْفُسُوقَ وَالْعُصْبَانَ أُولَئِكَ هُمُ
الَّذِينَ يُؤْتُونَ (حجرات ۶ اپٹ)
دی ہے۔ ایسے ہی لوگ ہدایت پر ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو محبوب ترین دولت ایمان ہی دی وہ ان کے دلوں میں
سج گیا۔ کفر نافرمانی اور گناہ کی نفرت ان کے دل میں طبعاً ڈال دی۔ جیسے کوئی شخص
گندگی سے نفرت کرتا ہے۔ ان کو ہدایت یافتہ اور نیک بنایا۔ تو کیا ان کے گناہ کی تلاش
میں تواریخ و سیرت چھاننے والا جھوٹی روایات سے فہرستیں تیار کر کے لوگوں کو ان سے
بظن کرنے والا۔ اس آیت کا منکر اور بے ایمان نہیں ہے۔ خواہ وہ کسی شیعہ رافضی
کی ہو یا خلافت و ملکیت جیسی تالیف جناب ابوالاعلیٰ امودودی تفصیلی نتیجہ کی ہو۔

۲۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَأَمَّا نَزَّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ
مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَ
أَصْلَحَ بَالَهُمْ (حمد)
اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے
نیک عمل کیے اور جو کچھ محمد (مصطفیٰ) پر
نازل کیا گیا اور وہ ان کے پروردگار
کی طرف سے حق ہے اس پر بھی ایمان

لائے ان سے ان کی بدیاں دور فرما دیں اور ان کی حالت درست فرمادی۔
جب اللہ نے سب گناہ معاف کر دیئے پھر حالت ہی بدل ڈالی تو اب گناہوں
کی ان کی طرف نسبت اور گردان چہ معنی دار؟

۳۔ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ
يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ
فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا (حشر)
(اور مال نے ان کا حق بھی ہے) جو ان سے
مہاجرین و انصار کے بعد یہ عرض کرتے
ہوئے آئے کہ اسے پروردگار ہمارے تو
ہمارے گناہوں اور ہمارے بھائیوں
کے گناہوں کو جنہوں نے ایمان میں سبقت کی ہے بخش دے اور ہمارے دلوں میں
ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔

جب ہم کو حکم ہی یہی ہے کہ مہاجرین و انصار اور تمام صحابہ کرام کے لیے مغفرت
بخش مالگا کریں اور ذکر خیر کیا کریں۔ تو اب صحابہ کرام کی بدگوئی کو اپنا مذہب و
شعار بنانا کیا قرآن سے بنادت اور اسلام سے بیزار می نہیں ہے؟

ہر شخص یہ حق مانگتا ہے۔ ہر شخص اپنے والد۔ استناذ۔ مرشد اور خیرین اکابر کو
یہ حق دیتا ہے۔ اور ان کی بدگوئی اور واقعی گناہوں کے پرچار سے دامن بچاتا ہے
اور اسے بڑی گستاخی تصور کرتا ہے۔ کیا یہ ان کی عصمت کا قائل ہو گیا؟ اگر اس پر
طعن نہیں ہے اور ان اقارب و اکابر کے گناہ ذکر نہ کرنے سے عصمت لازم نہیں
آتی تو صحابہ کرام پر جب یہ اصول استعمال کیا جائے تو عصمت کیسے بن گیا؟ دراصل

روافض کے ہر ہر فرد کو ہر اس ہستی سے دشمنی۔ نفرت اور ذکر خیر سے چڑھے جس
کے متعلق دنیا کی کسی بھی کتاب میں یہ لکھا جائے کہ اس نے حضرت محمد رسول اللہ
کی زیارت کی اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ اور وہ جماعت نبی کو مؤمن
مسلمان جان کر السلام علیکم کہتا تھا۔ اگر میں حلفیہ کہتا چاہوں تو کونہ سکنا ہوں کہ
کفار قریش کو اصحاب نبی سے کلمہ توحید و رسالت پڑھنے اور حمایت رسول کی وجہ سے
اتنی نفرت اور دشمنی نہیں تھی۔ نہ وہ ان کے عیوب کی جستجو اور پرچار میں رہتے تھے

جنتا کہ نیا کلمہ علی ولی اللہ والی امت کو احباب نبی سے بغض ہو گیا ہے اور وہ ہمہ دم ان کے عیوب کی جستجو اور پرچار میں لگے رہتے ہیں۔ (الشدان کے شر سے ہر مسلمان کو بچائے) حضور خاتم النبیین والمصومین کو معصوم نہ ماننے کا اہلسنت عصمت انبیاء علیہم السلام پر الزام لگانا دروغ بے فروغ ہے۔ قائل کا ضمیر خود اسے لعنت کرنا ہو گا۔ بحمد اللہ تمام اہل سنت از صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ، ائمہ مجتہدینؒ تا ہنوز کے۔ دیوبندی، بریلوی، غیر مقلدین علماء و کرام حضور کی عصمت اور گناہوں سے پاک و امینی پر متفق ہیں۔ کسی معتزلی، نیم رافضی یا غیر متفق کا قول مختلف مذاہب و اقوال پر مشتمل کتب کلام میں اگر مل جائے تو وہ اس کی شخصی رائے اور مردود ہے۔ اہل سنت کا مسلک اور اس کی نمائندگی ہرگز نہیں ہے۔ عصمت انبیاء پر شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ و انبیاء ہمہ معصوم انداز صناعہ و تمام انبیاء، تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔

۲۔ و الانبیاء معصومون من الکفر و نعمد الکبائر و الاصل ارفع علیہا یعصمہم اللہ تعالیٰ بوجہ ثلاثہ حسن العقیدہ از شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حضرت شاہ صاحب کی عمدا کی (مروج) عقیدہ غالباً حضرت موسیٰ کے ہاتھوں قطعی کے قتل ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ کہ بظاہر وہ گناہ کبیرہ تھا مگر عمدا نہیں ہوا۔

۳۔ علامہ ابن تیمیہؒ رافضی کے اسی اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں۔

یہ (انبیاء) کے معصوم ہونے کا دعویٰ مسلک جمہوریہ عظیم افتراء ہے۔ خوارج کے سوا مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام خداوندی احکام کے پہنچانے میں معصوم تھے۔ اور ان کی اطاعت واجب ہے۔ جمہور کے نزدیک انبیاء سے صناعہ کا صدور ممکن ہے (مگر وقوع نہیں) تاہم وہ صناعہ پر قائم نہیں رہتے۔

(المتنقی من المنہاج ص ۲۲۸)

۴۔ مولانا مفتی محمد رفیع صاحب تفسیر معارف القرآن سورۃ فتح کی آیت لَیُعْفِرَنَّ اللہُ مَا نَقَدْتُمْ مِنْ ذَنْبِکُمْ وَمَا تَاَخَّرْتُمْ عَنْهُ تَحْتَ لَکھتے ہیں۔

”ان میں پہلی چیز تمام اگلی پچھلی لغزشوں اور خطاؤں کی معافی ہے۔ سورۃ محمد میں پہلے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں ان کی طرف قرآن میں جہاں کہیں ذنب یا عصبیان وغیرہ کے الفاظ منسوب کیے گئے وہ ان کے مقام عالی کی مناسبت سے ایسے کاموں کے لیے استعمال کیے گئے جو خلاف اولیٰ تھے۔ مگر نبوت کے بلند مقام کے اعتبار سے غیر افضل پر عمل کرنا بھی ایسی لغزش ہے جس کو قرآن کریم نے بطور تہدید کے ذنب و گناہ سے تعبیر کیا ہے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۶۶) ۵۔ میرے کلاس فیلو مولانا عبدالغفور اسلام آبادی تحفۃ الاحیاء فی عصمتہ الانبیاء ایک منتقل تالیف میں فرماتے ہیں۔

”عمداً صناعہ سے عصمت اس بارے میں بھی علماء محققین اور اکثر اہل السنۃ والجماعہ کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس قسم کے گناہوں سے بھی معصوم ہیں جیسا نظم الفرائد شرح فقہ اکبر، مسامرہ، مسایرہ اور تحفۃ الاخلاص میں تصریح ہے۔“

۶۔ مولانا عبدالعلی مدرس بحر العلوم ج ۲ ص ۳۸۹ میں لکھتے ہیں۔

”حنفیہ نے غیر خلیس صناعہ کا صدور بھی انبیاء سے منع لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں یہی حق ہے کیونکہ صغیرہ کبیرہ ان کے حق میں برابر ہے۔ لہذا اس کا صدور ان سے صحیح نہیں۔ فافہم فہو الحق۔“

علامہ تفتازانی سے شرح مقاصد میں نقل مذہب میں سہو ہوا ہے کہ عمداً صغیرہ کے جواز کی نسبت کر دی۔ شرح عقائد میں سہو صناعہ کو اتفاقاً بتایا تو تشریح نہ اس نے گرفت فرمائی کہ بعض مشائخ سہو صناعہ کے قائل نہیں تو اتفاق کا دعویٰ محل نظر ہے۔

(نبراس ص ۴۵۳)

الغرض عصمت انبیاء کرامؓ میں اہل سنت متفق ہیں۔ البتہ کئی آبا ب کریمہ اور تاریخ و سیرت کے بعض واقعات کے پیش نظر انہما کرامؓ ہم السلام کے سہو کے قائل

ہیں جس کے موجودہ دور کے شیعہ منکر ہیں۔ پھر اسے نفی عصمت کا الزام بنا کر اچھالتے ہیں مگر شیعہ حضرات کے متقدمین اور اکابر علماء سہو انبیاء کے متفقہ قائل تھے۔ ہوں جو صحابہ کرام سے بغض و عناد اور نفوس کا انکار بڑھتا گیا تو سہو انبیاء کا بھی انکار کر دیا۔

جہاں معتزلی کے شیعہ پر اس الزام کے شیعہ انبیاء سے سہو و نسیان کے قائل نہیں تھے۔ کے جواب میں سید الطائف علامہ طوسی و طبری لکھتے ہیں۔

”یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہم (شیعہ) کہتے ہیں کہ انبیاء پر سہو و نسیان منجانب اللہ تبلیغ احکام میں درست نہیں (یہی اہل سنت کا مذہب ہے) اس کے علاوہ امور میں ان کا بھولنا اور سہو کرنا جائز ہے تا وقتیکہ کمال عقل میں خلل لازم نہ آئے۔ اور کس طرح سہو و نسیان ان پر جائز نہ ہو حالانکہ وہ سوتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں۔ ان کو غشی بھی آجاتی ہے۔ نیند بھی ایک سہو ہے اور وہ بہت سے اپنے تصرفات اور زمانہ کی آپ بیتی بھی بھول جاتے ہیں۔ (تفسیر البیان ج ۴ ص ۱۱۲) (مجمع البیان)

شیعہ کے ہاں عصمت انبیاء مشکوک ہے | بظاہر شیعہ دعویٰ عصمت انبیاء بڑے طمطراق سے اچھالتے ہیں اور کئی ناواقف سنی مؤلفین ان کو اس مسئلہ میں متفق اور اقدم جانتے ہیں۔ مگر شیعہ نے انبیاء کے کردار پر اظہار پر وہ الزامات لگائے ہیں کہ تو بہ ہی بھلی۔ ان سے ان کی نبرد ہی ختم ہو جاتی ہے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اصول الکفر ثلاثۃ۔ الحرص والا ستکبار والحسد۔ فاما الحرص فان آدم علیہ السلام حین نہی عن سنجر فحملہ الحرص علی ان اکل منها واما الاستکبار فابلیس حیث امر بالسجود فابی (فرمان صادق ز اصول کافی ص ۲۸۹)	کفر کے ستون تین ہیں حرص دلا پر تکبر اور حسد۔ لاپرواہی تو آدم علیہ السلام نے کیا جب وہ درخت کھانے سے روکے گئے تو حرص نے ان کو کھانے پر آمادہ کیا، حالانکہ اہل سنت کے نزدیک وہ بھول کر کھا بیٹھے، تکبر تو ابلیس کا جب
---	---

اسے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو انکار کر دیا۔

جب حرص کو اصول کفر سے مانا اور حضرت آدمؑ میں مان کر ابلیس کے برابر ذکر کر دیا، کیا عصمت باقی رہی؟

۲۔ دوسرے کفر حسد کا بھی حضرت آدمؑ پر الزام ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ جنت میں ستارہ دیکھا۔ پانچ نور اس میں چمکتے تھے۔ حضرت آدمؑ کے سوال پر جب آپؑ کو بتایا گیا کہ یہ بیخ تن کا نور ہے تو ان کو حسد پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اسی پاداش میں ان کو جنت سے نکالا گیا۔ (بخاری الباقین)

۳۔ حضرت یوسفؑ علیہ السلام کا قصہ۔ چند متبر سندوں کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ علیہ السلام کے استقبال میں آکر ایک دوسرے سے ملاقات فرمائی حضرت یعقوبؑ تو (اتر کر) پیدل چلنے لگے اور یوسفؑ کو بادشاہی کا رعب اترنے سے مانع ہو گیا۔ ابھی معانقہ سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ حضرت جبریلؑ وحی لے کر آگئے اور رب الارباب کی جانب سے غصے کا خطاب کیا۔ کہ اے یوسفؑ! خدا فرماتا ہے میرے بندہ صدیق کے استقبال میں اترنے سے تجھے باز تائی نے روک دیا۔ ہاتھ کھولو۔ جب آپؑ نے ہاتھ کھولا تو تعجبی سے یا بروایت انگلیوں سے ایک نور نکل گیا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا اے جبریلؑ! یہ نور کیا تھا؟ اس نے کہا: یہ پیغمبری کا نور تھا۔ اب تیری نسل سے کوئی پیغمبر نہ ہوگا اس سزا میں جو تو نے حضرت یعقوبؑ کے ساتھ کیا کہ ان کے لیے پیدل نہ چلے (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۸۹۔ ترجمہ مقبول ص ۲۸۹)۔

۴۔ ذکر کے مارے تبلیغ چھوڑ کر چلے جانے کا حضورؐ پر الزام۔

رسول خدا از ترس قوم خود لبثت رفت در وقتیکہ ایشان را بسوئے دعوت مبعود و ایشان ارادہ قتل کردند۔ دیتے تھے۔ اور انہوں نے آپؐ کے قتل (حیات القلوب و جلاء العیون ص ۲۵۹) کا ارادہ کیا۔	خدا کے رسولؐ اپنی قوم سے ڈر کے مارے غار میں چلے گئے جب وہ ان کو دعوت توحید دیتے تھے۔ اور انہوں نے آپؐ کے قتل کا ارادہ کیا۔
---	--

حالانکہ یہ ہجرت اور غار میں جانا محض اللہ کے حکم سے تھا۔ ورنہ پہلے ۱۲ سال تک

کفار مار مار کر لہوا کر تے تھے آپ کیوں نہ ڈر کر بھاگے؟
مولوی دلدار علی نے عماد الاسلام میں لکھا ہے کہ ولایت علی کی تبلیغ بھی حضور نے
گول مول الفاظ میں اس وقت کی جب اللہ نے آیت بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اِلَیْهِ رِسَالًا تَدْرُسُ
بہت سی آیات قرآنہ ڈر کے مارے چھپا دیں۔ جن کا آج تک کسی کو علم نہیں ہوا۔ (عماد اللہ)
۵۔ حضور کی حسن نیت پر بدترین الزام۔

وغرض حضرت فرستادن ایسے لشکر اسامہ کے بھیجنے سے حضرت رسول کی
لشکر اسامہ آں بود کہ مدینہ از اہل فتنہ عرض یہ تھی کہ مدینہ اہل فتنہ اور منافقوں
و منافقان خالی شود و کے باحضرت سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی حضرت امیر
امیر المؤمنین منازعت نکند۔
(جلال العیون ص ۲۳) کرے۔

غور کیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت اسامہ بن زید کو غزوہ موتہ میں ان کے
والد ماجد حضرت زید کی شہادت کے دینی انتقام اور جذبہ جہاد سے امیر لشکر بنا کر باہر روانہ
تاکید لوگوں کو جہاد کی ترغیب پر بھیجتے ہیں۔ مگر شیعہ حضرات اسے صرف اپنی ذاتی غرض
اور چچا زاد بھائی کی خلافت کا میاب بنانے کے لیے ایک چال قرار دیتے ہیں مگر وہ بھی
ناکام ہو جاتی ہے اور ابو بکر خلیفہ ہو جاتے ہیں۔ استغفر اللہ۔
کیا اس سے بڑا حملہ بھی آپ پر ہو سکتا ہے؟ یہ تو وہی بات ہوئی بارش سے بھاگا
پر نالے کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

راقم اپنے ذوق مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ چونکہ شیعہ حضرات نبوت محمدی
اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض و ہدایت اور نور ایمان پھیلنے کے بالکل قائل نہیں جن چار
پانچ حضرات کو صحابی یا مومن مانتے ہیں وہ بھی محض حضرت علی کی تبلیغ اور واسطے سے
جیسے یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے۔ اس خفت کو مٹانے کے لیے مسئلہ عصمت کے
ذریعہ حضور سے اپنا تعلق بناتے ہیں کبھی آغاز پیدائش پر مبنی ہونا مشہور کرتے ہیں کبھی
آپ کے آباؤ اجداد کے ایمان کا قصہ چھیڑتے ہیں۔ تاکہ عوام ان کو نبی کریم کا احترام نہ یوالا

سمجھیں۔ مگر یہ درحقیقت کاغذ کے خوشنما پھول ہیں۔
حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشنما انہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

سوال ۳۳۔ آپ کے نزدیک خلافت
سنی و شیعہ کی خلافت امامت میں فرق

امامت کے اختیار میں ہے۔ اسی لیے عقیدہ امامت آپ کے عقائد اسلام میں داخل
نہیں ہے۔ جب خلافت کا آپ کے ہاں مذہبی مقام ہی نہیں ہے بلکہ یہ دین سے
الگ امر ہے تو پھر اس اختلاف کے باعث شیعوں سے مذہبی مباحثے کیوں جاری رکھتے
ہیں۔ سیاسی اختلاف سیاسیات تک محدود کیوں نہیں رکھتے؟

جواب۔ سوال کی تقریر بالکل غلط کی ہے۔ تاہم اس تقریر پر یہ کہتے ہیں کہ
امامت کو جہز و عقیدہ بنانا اور توحید و رسالت کی طرح اسے منصوص بتانا واجب جزو
دین نہ ہوا تو بدعت ثابت ہوا اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس کا ازالہ علماء دین ہی کا فریضہ
ہے۔ اصول کافی میں باب البدع والرأی والمقالیس ص ۱۵ پر موجود ہے۔ اور اس میں
یہ حدیث مصطفیٰ ابھی موجود ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
و سلم اذا ظهرت البدع فليظهروا
العالم علمه فمن لم يفعل فعليه
لعنة الله۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب بدعتیں ظاہر ہو جائیں تو عالم کو اپنا
علم ظاہر کرنا چاہیے اور جو ایسا نہ کرے
وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔

اس سے زیادہ بدعت کا ظہور کیا ہوگا۔ کہ منصب رسالت کو ختم کرنے کے لیے
عقیدہ امامت ایجاد کیا۔ ائمہ کو حلال و حرام کا حجتا رہنا دیا۔ انہوں نے شریعت
مصطفویٰ منسوخ کر کے۔ نیا قرآن۔ نئی احادیث۔ نئی فقہ اور نئی امت ”ملت جعفر“
پیدا کر دی۔ وہ اپنی اس امت کے ذریعے نبی کریم کی پاک بیویوں کو گالیاں دے رہے ہیں
سب تلامذہ نبوت کو خارج از ایمان بنارہے ہیں۔ نبی کی بیٹیوں کو کبھی نفی نسب کی

فحش گالیاں دے رہے ہیں۔ نماز روزہ وغیرہ شعائر اسلام کا تو بڑا ۹ ان کے عوام مذاق اڑا رہے ہیں۔ مگر محرم کی بدعات اور اکل و شرب کی رسومات کو اصل دین سمجھ رہے ہیں۔ اب ان کی سرٹوڑ کو شش برہے کہ قرآن و سنت نافذ نہ ہو، فقہ جعفری نافذ ہو۔ ہاتھ کے بجائے چور کی صرف انگلیاں کٹیں۔ متعہ شریف چالو ہو جائے تاکہ صدرنا کا قرآنی تصور دماغ سے بھی اڑ جائے۔ اس عالم میں۔ فرمان نبوی کے مطابق ہم اور ہر غیرت مند سنی مسلمان مباحثہ کرنے پر مجبور ہو جائے ہیں کہ کہیں شیعہ کی طرح ملعون نہ بن جائیں۔

سیاسی اختلاف کی بھی خوب کمی۔ اس پر آپ کو خود عمل کرنا چاہیے جب آپ کے امام اقل سیاسی حاکم نہ بن سکے۔ حضرت ابوبکرؓ فائز ہوئے تو آپ کو صدمہ تو اسی کا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ، عمر و عثمانؓ نے علم و تقویٰ۔ جسے آپ آج معیار امامت بناتے ہیں۔ تو حضرت علیؓ سے نہیں چھین لیا تھا۔ خلفائے ثلاثہ نے اپنا سیاسی دور پورا کر لیا۔ حضرت علیؓ بھی دو ریاست پورا کر کے جنت چلے گئے۔ اب آپ اس خود ساختہ سیاسی جھگڑے کو ایک منصوص امامت کا رنگ دے کر ملت اسلامیہ سے کیوں بے ہر سیکار ہیں؟۔ خلافت بلا فصل۔ اور علیؓ حکومت کے زیادہ حق دار تھے۔ جیسے جھگڑوں کو ختم کیوں نہیں کرتے؟ آپ بقائمی ہوش و حواس اس ترقی یافتہ دور میں اپنی حرکت اور اختلافی مشن پر کوئی سند جواز پیش کر سکتے ہیں۔ یا دنیا کو قائل کر سکتے ہیں؟ میرے شیعہ بھائی صرف اسی نکتہ پر غور کریں تو ان کو ہدایت نصیب ہو جائے اور وہ ملت مسلمہ سے دوبارہ مل جائیں۔

امامت و خلافت کو ہم خدائی منصب یا مسمیٰ نہیں کہتے کہ نبی کی طرح امام کا ذکر اس امت کی الہامی خدائی کتاب میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ شرک فی الرسالت ہو جائے گا۔ اسی طرح تحریک و تحلیل۔ عصمت۔ فرضیت اطاعت جیسے حقوق نبوت بھی ہم ان میں نہیں مانتے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جیسے امت کے رسول کا بار بار نام لے کر اللہ نے ذکر فرمایا۔ نبی کی طرح اس کے مقررہ امانوں اور خلیفوں کا بھی قرآن

نام بنام ذکر کرتا۔ تاکہ نہ اختلاف ہو تا نہ امت گمراہ ہوتی۔

اب امامت کو رسالت کے مساوی اور ہم پلہ نہ ماننے کی وجہ سے یہ کہاں سے لازم آیا کہ وہ دین سے الگ امر ہے یا عقائد اسلام میں شامل نہیں۔ بلاشبہ خلافت ہمارا جزو ایمان ہے۔ لیکن توحید و رسالت و قیامت کی طرح اصولی نہیں۔ اور معتدل شیعہ حضرات بھی امامت کو سہ اصولی مذکورہ عقائد کے بعد درجہ دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو رسالہ توضیح المسائل کا دیباچہ)

ہمارے یہاں خلفاء راشدینؓ کی امامت اس لحاظ سے اصولی اور قطعی ہے۔ اور اس کا راسا منکر کا فرہی ہو گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سورت نور۔ سورت نمل۔ سورت فتح سورت حج اور سورت توبہ وغیرہ میں بطور پیشینگوئی فرمایا ہے۔ نتج البلاغہ میں حضرت علیؓ نے اس پر مہر شہادت ثبت فرمائی ہے۔ سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کے شان نزول میں۔ طبری۔ قمی وغیرہ شیعہ مفسرین نے شیخین کی خلافت کی بشارت ذکر فرمائی ہے۔ غلبہ اسلام کے جتنے دعوے بھی اللہ نے فرمائے وہ تمام خلفاء راشدینؓ اور عہد صحابہ کرم ہی میں پورے ہوئے۔ شیعہ حضرات بھی یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ وہ سب پیشینگوئی سے خلفائے ثلاثہؓ ہی کے عہد حکومت میں پوری ہوئیں اور شیعہ نقطہ نظر سے ایک پیشینگوئی بھی حضرت علیؓ اور بقیہ ائمہ کے عہد میں پوری نہیں ہوئی۔ وہ خود اس کا اعتراف کبھی یوں کرتے ہیں کہ یہ سارے مواعد اور پیشینگوئیاں حضرت ہمدی صاحب العصر کے ہاتھ پر پوری ہوں گی۔ چنانچہ ان کی تفاسیر میں متعلقہ خلافت کی آیات کو ہر عالم دیکھ کر ہماری تصدیق پر مجبور ہو گا۔ بھلا جس امام کا وجود ہی مشکوک۔ مختلف فیاد یا قابل فہم ہو ہزاروں برس گزر رہے ہیں اور خلیفہ جیسے فضلاء لاکھوں مسموں کو قتل کرانے کرنے کے بعد شاہی تخت رضائی پر براجمان ہیں۔ اللہ نے کوئی وعدہ بھی ابھی تک پورا نہیں کیا۔ نہ معلوم خدا کو کیا خوف ہے؟۔ چونکہ ہم تحفہ ادبیہ مد مفصل و تحفۃ الاخبار میں محل اس اہم مسئلہ پر بحث کر چکے ہیں۔ صرف ان اشارت باعفا کر کے قارئین سے معذرت چاہتے ہیں۔

سوال ۳۴۔ اگر خلافت و امامت دینی مسئلہ ہے تو انہوں نے قرآن خدا کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔ لہذا آدم سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی رسول کا نام بتائیے جس کا خلیفہ بلا فصل اس کا صحابی ہوا ہو اور نبی کے اہل بیت کو محروم کر دیا گیا ہو۔

جواب۔ اس کا جواب بھی مذکورہ دور سالوں میں سوال ۳۳ کے تحت دے دیا گیا ہے۔ یہاں اتنا کہ دینا کافی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خلفاء ان کے زائر متعلم صحابی ہوتے تھے۔ پھر نبوت سے سرفراز ہو کر جانشین سمجھے جاتے تھے۔ خواہ وہ اولاد میں سے ہوں یا غیر ہوں۔ یہ کوئی ضروری نہ تھا کہ وہ چچا زاد بھائی یا داماد ہو تب خلیفہ ہو۔ جیسے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کہ حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور جانشین بنے آپ کے خادم و صحابی تھے۔ بیٹے اور بھائی نہ تھے۔ نبی تھے اس لیے مخصوص ہونا لازمی تھا۔ ان کے عہد میں مخالفہ سے زبردست جنگیں ہوئیں اور کامیاب ہو کر بنی اسرائیل نے اپنا آبائی وطن حاصل کیا۔ اگر کبھی خلیفہ غیر نبی ہوتا تو شورشی و انتخاب سے حاکم بنتا تھا تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۶۸ پر ہے۔

حضرت یوشع بن نون کی وفات کے بعد۔۔۔ بنی اسرائیل کا معاملہ شورشی پر چلتا تھا۔ وہ حکومت کے لیے عام لوگوں سے جس کو چاہتے منتخب کرتے۔ اور جنگ کے لیے اسی طرح آگے کرتے۔ مہمذا ان کو معزول کرنے کا بھی اختیار تھا۔ اور کبھی ان کا حاکم پیغمبر بننا جو وحی سے انتظام کرتا۔ وہ تین سو سال تک اسی طرح رہے تا آنکہ حضرت سلیمان کا زمانہ آگیا۔

سوال ۳۵۔ اگر ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار ہادیوں کا قائم مقام صحابی غیر اہل نہ ہوا تو پھر حضور کے لیے خدا کی سنت میں تبدیلی کیوں آگئی اور اگر آئی تو کس آیت یا حدیث قدسی کے تحت۔ مکمل نشاندہی فرمادیجیے۔

جواب۔ اس کا بھی واضح ہو گیا کہ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ کسی پیغمبر کا خلیفہ اللہ نے نبی بنایا تو مخصوص کر دیا خواہ اولاد میں سے تھا یا نہ۔ اور اگر نبی

تھا تو نبی کی امت یا اصحاب نبی کے دلوں میں اس کی عظمت ڈال دی۔ انہوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلیفہ ظاہر کر دیا اور پھر نبی کا مشن فتوحات و تبلیغ برابر جاری رہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء بھی یکے بعد دیگرے خلفاء بنی اسرائیل کی طرح نص یا انتخاب و بیعت سے بنتے رہے اور کار نبوت تبلیغ اور توسیع حکومت جاری رہا۔ ہاں شیعہ عقائد پر سنت اللہ بدل گئی۔ کہ نبی کا خلیفہ نا اہل اشخاص بن گئے۔ خدا کے بنائے ہوئے امام تقیہ کے نہاں خانہ میں مستور ہو گئے۔ امت گمراہ ہو گئی۔ مسائل و احکام بدل گئے۔ مثلاً مردوں کے تخت ناجائز عورتیں نہیں۔ ظلم سے فیصلے ہوئے۔ ارض خیمہ کو تقسیم نہ کیا گیا۔ عطیات لوگوں کو دیئے گئے۔ دارِ جہنم کو منہدم کر کے مسجد بنی میں شامل کیا گیا۔ مسیح علی الحنفین جائز کیا گیا۔ لوگوں کو قرآن کے حکم پر نہ چلایا گیا۔ فارس اور دیگر اقوام کی باندیاں مسلمانوں کے ماتحت رہیں۔ خلفاء علیؑ نے رسول خدا کے عہد کو توڑا۔ آپ کی سنت کو بدلا۔ عمداً خلافت و رزی کی مگر خلیفہ علیؑ نے اپنے لشکر اور منتقدین کے گھٹ جانے کے خوف سے کوئی اصلاحی قدم نہ اٹھایا۔ (روضہ کافی ص ۲۹) کیا ایسے خلیفہ کی مثال کسی اور امت میں بھی مل سکتی ہے؟

اصولاً سائل کو پتا ہے کہ وہ کسی پیغمبر کے غیر نبی خلیفہ کی خلافت منصوص نص قطعی (قرآن پاک) سے بنائے تاکہ اس کا دعویٰ ثابت ہو۔ مجرد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا لفظ لکھ کر رعب ڈالنا کہاں کی دانش مندی ہے۔ بالعرض اگر ایسا بطور اصول کلیہ ثابت ہو جاتا تو ہم جواب میں کہتے کہ چونکہ پہلے نبوت جاری تھی۔ محدود وقت اور محدود مقام کے لیے غیر نبی خلیفہ کو معین کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ نزاع کا موقعہ ہی نہ رہے۔ مگر ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ خاتم النبیین اور نذیر للعالمین ناقیامت ہیں۔ زمانہ اور مقام غیر محدود ہے۔ ناقیامت تمام خلفاء و حکام کا نام بنام ذکر کرنا بھی غیر فطری تھا اور اس امت میں ہمہ گیر فتوحات اور وسعت ارضی کی بنا پر تعدد خلفاء اور حکام کا ہونا بھی ممکن تھا۔ لہذا سنت اللہ یہ ہو گئی کہ پیغمبر کے بعد ایک جماعت تو علیٰ منہاج النبوة خلافت و حکمرانی کرے اور نبوت کی جاری کردہ اسکیمیں اور مقاصد پائے تکمیل تک پہنچیں۔

پھر جب مسلمان کرہ ارضی کے ہر کونے میں پھیل جائیں اور کنٹرول ایک حکومت سے باہر ہو جائے تو شرعی قاعدے کے مطابق - علاقائی اور جزاویاتی حدود یا سیاسی تشبیب و فرائض کی بنا پر متعدد خلفاء و حکام بھی بن جائیں تو درست ہے - مگر سب کو شریعت جاری کرنا اور عدل قائم کرنا لازمی ہوگا۔ اب ۱۰۰ سال تک تاریخ اسلام نے سنت اللہ یہی دیکھی - اگر معترض اس کو سابقہ سنت اللہ سے مختلف سمجھتا ہے - تو اسے ختم نبوت اور اسلام کی ہمہ گیری کا نتیجہ سمجھے - اور اگر وہ مطمئن نہیں تو خود بتائے کہ خدا نے سنت اللہ کیوں بدلی - اور وَلَنْ نَّخْلِفَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَنْبِيْلًا ارشاد قرآنی کیوں معاذ اللہ غلط ہوا - منصوص ائمہ کیوں تفسیر میں رہ کر حکام کے ہاتھوں پر سبقت کرتے رہے اور آخری صاحب ۱۲۰۰ سال سے نامعلوم کتب تک غار میں غائب رہیں گے - کیا خلیفہ کا غائب چھپنا اور دین کی تبدیلی دیکھ کر تفسیر کرتے رہنے کی مثال بطور سنت اللہ بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے کسی نبی کے خلیفہ کی مل سکتی ہے ؟ نما ہو جو ابکم فہو جوابنا۔

مسلمانوں کے لغزوں کی حقیقت | سوال ۳۲۶ - لغزہ تکبیر اللہ اکبر لغزہ رسالت یا رسول اللہ، لغزہ حیدری یا علی رضویوں سے رائج ہیں - حال ہی میں آپ نے ایک لغزہ وضع کیا ہے - لغزہ خلافت حق چار بار - جس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت پر چار حضرات ہی کا حق تھا - حالانکہ ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں بڑے بدین معاویہؓ کو بھی رسول کا چھٹا خلیفہ مانتے ہیں - خلافت کے باقی خلیفہ کیا ہوئے ؟ کیا حضورؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ میرے بارہ خلفاء ہوں گے - ان کے نام بتائیے -

جواب - لغزہ تکبیر اللہ اکبر تو درست لغزہ ہے - حدیث و سیرت کے بے شمار واقعات سے ثابت ہے - باقی دو لغزے بہت بعد کی ایجاد ہیں - سنی اصطلاح - محمد صلی اللہ علیہ وسلم تابعین میں اور شیعہ کے عہد ائمہ میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا - نہ شیعہ حضرات اپنی کتب اربعہ یا کسی مستند سیرت و تاریخ سے دیکھ سکتے ہیں - بلکہ ان کا لڑکچہ صرف لغزہ تکبیر کا ثبوت مہیا کرتا ہے - مثلاً قاضی نوالہ شوستری نے

مجلس المؤمنین ج ۲ ص ۲۲۸ پر ایک فاتح کی تشریف میں اشارہ رکھے ہیں -
از بیخ ادب جائے صلیب و کلیسا در ملک ہند مسجد و محراب و منبر است
آج اگر بود لغزہ فریاد مشرکوں کنوں خردش و لغزہ اللہ اکبر است
کہ ہند میں اس کی تلوار سے گرجے اور بت خانے بدل کر مسجد و محراب اور منبر بن گئے - جہاں مشرکوں کے (عزیز اللہ کو پکار کے) لغزے تھے اب وہاں اللہ اکبر کے لغزے کی گونج ہے -

معلوم ہوا کہ اس فاتح ہند نے امام باڑہ اور عزا خانہ نہیں بنایا نہ مشرکانہ لغزہ یا علی مدد کو رواج دیا - یہ بہت بعد کی شیعہ کی من گھڑت ایجاد سے - اور پھر یہ ایجاد کرنے والوں کے پیش نظر امت میں افتراق اور بگاڑ پیدا کرنا تھا - اور شیعہ ہی نے رفتہ رفتہ سنیوں میں یہ رواج چلا دیا - ورنہ لغزہ تکبیر کا جواب جملہ خبریہ ہے - یعنی اللہ کی بڑائی بیان کر دے جواب ہے - اللہ اکبر اللہ سب بڑے ہیں - بات محقول اور مکمل ہے - اب لغزہ رسالت کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت رسولؐ کی رسالت کا اعتراف کرو - تو سائنٹفک مطابق جواب یہ ہونا چاہیے - محمد رسول اللہ - محمد اللہ کے رسول ہیں - یہ محقول، مفید، مکمل اور ثواب بخش جملہ ہے - کوئی مسلمان اس سے اعراض نہیں کر سکتا - مگر اس کے جاہل موجد نے من گھڑت عقیدہ حاضر ناظر کو رواج دینے کے لیے جواب یا رسول اللہ تراشنا - یعنی اسے اللہ کے رسول - اب یہ اصل کے مطابق نہ ہوا - پھر یہ جملہ نادرہ الشائیہ ہے - جواب نہ انہیں ہے تو بات ادھوری اور سخت بے ادبی پر مشتمل ہو گئی - آپ کسی کو بلائیں کہ اسے فلاں ! وہ جب متوجہ ہو تو آپ خاموش ہو جائیں وہ آپ کی حماقت پر آپ کو تھپڑ لگائے گا کہ بے قوت جب کہنا کچھ نہیں چاہتا تو بلا نا کیوں ہے -

یہی حال لغزہ حیدری کا ہے - کہ یا علی کہہ کر خاموش ہے تو ادھوری اور پھر حماقت بات ہے - اور اگر مدد وغیرہ کا لفظ بڑھا کر بات مکمل کرنا ہے تو آیاتِ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ تَسْتَعِينُ کی کھلی خلاف ورزی ہے - کیونکہ مسلمان صرف

اللہ ہی سے مدد مانگتا ہے۔

حق چار بار کا ثبوت | اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی آیات اور پیشینگوئیوں میں جو خلافت مخصوص مذکور ہے، وہ علیؑ منہاج النبوة چاروں خلفاء پر پوری ہوگی کیونکہ ایک حدیث صحیح میں تیس سال کا ذکر آیا ہے۔ اور وہ حضرت علیؑ پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو اس خطبے سے جو انہما حقیقت مقصود و مراد ہے وہ ادا ہو جاتی ہے۔ رہے بعد کے خلفاء تو چونکہ ان کی صفات آیت اختلاف وغیرہ میں نہیں پائی جاتیں اس لیے وہ اس طبقے سے کم درجہ میں ہوئے تو چار بار کہنا درست ہوا۔ کہ چاروں حضرات سابقون الاولین۔ مہاجرین اور ہر موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص الخاص مددگار تھے۔ باقی لفظ حق آپ بطور لقب صحیح بطور احترام و خصوصیت نہ جاتیں۔ جیسے حضرت جعفر صادق ہیں مگر باقی ائمہ کا ذب تو نہیں۔ یا حضرت علیؑ مرتضیٰ ہیں۔ مگر باقی ائمہ خدا کے مغضوب تو نہیں۔ اسی طرح باقی خلفاء حق ہیں۔ مگر چار بار ان میں سے کم رتبہ ہیں۔ اس لیے ان کا آخر لگا دیا جاتا ہے کہ دل میں عظمت و محبت پیدا ہو اور ان کا کارنامہ خلافت شہرہ آفاق ہو۔

راہنہ زید وغیرہ کا ذکر، اس پر مکمل بحث تحفۃ الانبیاء و تحفۃ امامیہ میں کر دی گئی ہے۔ یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک بنا بر شہرت اعمال ذمہ یہ زید چھٹا خلیفہ نہیں ہے۔ اس کے بجائے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہیں جو دس سال حجاز کے خلیفہ و حاکم رہے۔ آج کل جو لوگ زید کو خلیفہ کہتے ہیں۔ وہ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تنقیص و برائی کریں تو صریح گمراہی پر ہیں۔ اور اگر حضرت حسینؓ و اہل بیتؓ کا کماحقہ احترام رکھتے ہوئے اس بنا پر خلیفہ کہیں کہ امت کے کئی افراد اور بعض صحابہ کرامؓ نے بیعت کر لی تھی اور وہ رطب و یابس تاریخ میں مذکور اہل شیعہ کی نفی بھی کرتے ہیں۔ اعتقاداً فاسق جان کر اسے خلیفہ نہیں بتانے تو وہ اہل کا خصوصاً مسلک ہے جس پر یہاں بحث کا موقع نہیں ہے۔ باقی

خلفاء کے نام یہ ہیں۔ عبدالملک۔ ولید۔ سلیمان۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ۔ یزید بن عبدالملک، ہشام۔ (کذا فی تاریخ الخلفاء) حدیث نبوی کی پیشینگوئی کے مطابق یہ امت کے مقتدر امیر بنے (امارت سے محروم اور تفتیکہ کر کے زندگی نہیں گزاری) اور ان بارہ پر امت کا اتفاق ہوتا رہا۔ ان کے زیر حکومت غلبہ اسلام اور قرآن و سنت کا نظام نافذ رہا۔ سستی و شذیہ اصول شرع کے مطابق عدل کا قیام سب سے بڑی عبادت ہے۔ گوچند خلفاء کا ذاتی کردار بے داغ نہیں۔ مگر مجموعی اسلامی خدمات کے پیش نظر وہ حدیث میں مذکور ۱۲ امراء خلفاء کا مصداق ہیں۔

ان بارہ میں سے پہلے چھ تو صحابی ہیں۔ ان کی عدالت اور حسن شیر پر خدا کی لائندہ شہادتیں کافی ہیں۔ بقیہ حضرات کے متعلق مختصراً اقوال یہ ہیں۔

- ۱۔ ابن سعد مؤرخ کہتے ہیں کہ "عبدالملک بن مروان خلافت سے پہلے بھی عابد، زاہد اور صالح مدینہ میں مشہور تھا۔ اس کو فقہاء و مدینہ میں گنا جاتا تھا۔" (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۵)
- ۲۔ ابن ابی علیہ کہتے ہیں۔ "اللہ ولید بن عبدالملکؓ پر رحم فرمائے۔ ولید جیسا کون ہوگا۔ ہندوستان اور اندلس کو فتح کیا۔ دمشق کی جامع مسجد بنائی۔ مجھے چاندی کے ٹوٹے دیتا تھا۔ میں اسے بیت المقدس کے فقراء پر خرچ کرتا تھا۔" (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۷)
- ۳۔ سلیمان بن عبدالملکؓ ابو ایوب بنو امیہ کے بہترین بادشاہوں سے تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اس کے وزیر تھے۔ علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان نے اپنی خلافت کا آغاز برکت نماز پڑھنے کو زندہ کرنے سے کیا اور اختتام حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو خلیفہ بنانے سے کیا۔ گانے بجانے سے روکتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۸)
- ۴۔ خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو تعارف سے مستغنی ہیں۔ شیعہ بھی ان کی عدالت کے مداح ہیں۔

۵۔ ہشام بن عبدالملکؓ بڑا محتاط عقلمند خلیفہ تھا۔ بیت المال میں تب و داخل ہوتا کہ ہم قاسم کو اسی دیتے کہ فلاں فلاں نے اپنا حق لے لیا۔ ہر فقراء کو حق دیتا تھا۔ نو زیدی کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۹)

۶۔ یزید بن عبد الملک ابو خالد اموی نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد خلافت کا چارج لیتے ہوئے یہ اعلان کیا۔ ”لوگو! عمر بن عبد العزیز کی سیرت پر چلو“ یہ بڑا فیاض تھا (تاریخ الخلفاء ص ۸۸)

سوال ۳۲۔ ہماری مائیں بہنیں کہتی ہیں کہ ہمارا اللہ، ہمارا رسول ہمارا مولیٰ علیؑ لیکن کوئی بھی عورت یہ نہ کہے گی۔ میرے حق چار یار۔ کیونکہ وہ گالی سمجھے گی۔ اور شرم محسوس کرے گی۔ بتائیے کہ یہ نعرہ مردوں کے لیے ہے۔ یا عورتوں کے لیے بھی؟

جواب۔ واہ! شنیعہ مولف بھی خوب طنز و استہزاء میں نٹوں اور میراثیوں کو بھی مات کر گیا ہے۔ گویا بھنگ پینے والوں کے جمع میں کرتب دکھا رہا ہے۔ یار کا معنی لغت میں ناصر و مددگار ہے۔ کیونکہ یہ اصل میں فارسی لفظ یا ور سے ہے۔ اس کا مصدر یاوری کردن (مدد کرنا) آتا ہے۔ اور یہ اسم فاعل کا صیغہ بنا۔ صحابہ کرام کو انہی منقول میں یار ان رسولؐ کہا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ قدیم الوفا اور جہان مددگاروں کو چار یار کہا جاتا ہے اور ان کی نصرت و یاوری کے قصوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ بہر حال اس کا پنجابی عورتوں کی طر منسوب مفہوم لینا معترض کے خبث و دماغ کی دلیل ہے۔ جیسے ٹی کا کالاکٹر گندگی سے کھینتا ہے۔ ان کا مصناف الیہ لفظاً یا ذہناً ہمیشہ رسولؐ یا کسی کی ذات گرامی ہوتی ہے۔ اور جس کی نسبت آپؐ کی طرف ہو جائے اس کی خوش نغنی کا کیا کہنا۔ شنیعہ حضرات کو تو روز اول سے رسولؐ کے پیغام رسالت اور منصب ہادیت سے شدید دشمنی ہے۔ وہ کیسے آپؐ کی طرف اور آپؐ کے دستوں یا رو کی طرف فحش طنزیں نہ کہیں۔ اب تو خود شنیعہ چار یار کی اصطلاح (برائے حضرت علیؑ مفاد، ابوذر، سلمان رضی اللہ عنہم) استعمال کر رہے ہیں۔ ہمارے سائل نے چار یار کے نام پر رسالہ بھی لکھ دیا ہے۔ آپؐ کی مستورات خصوصاً دنیا نے متعجب کی علمبردار ہمارے چار یار کہتے وقت کیا تصور کرتی اور دلاتی ہوں گی؟ ذرا فرمائیے، مولیٰ کے کیا معنی ہیں۔ اگر مولیٰ کے معنی۔ دوست۔ پیارے۔ یار اور محبوب کے ہی عرفا لیے جاتے ہیں۔ تو

شنیعہ عورتیں میرے مولیٰ علیؑ کہہ کر کیا جذبات ابھارتی ہوں گی؟ تو جیسے نعرہ آپؐ کا ہوا اسی طرح ہمارا جائیں۔

چار یار ان نبی مخلصانہ راشدینؐ کا احادیث میں ذکر تخریر۔ الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ الباب الرابع فیما جاء مختصاً بالاربعة الخلفاء۔ سے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ گو شنیعہ ان کو نہ مانیں۔ مگر اہل سنت کے نعرہ حق چار یار کا تو ثبوت ہیں۔ حدیث ۳۱ مسند اہل بیت سے نقل کی گئی ہے۔

۱۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے انبیاءؑ و مرسلینؑ کے سوا سب جہانوں پر میرے صحابہ کو چن لیا۔ پھر میرے اصحاب میں ہم ساقیوں کو چن لیا۔ جو ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ ان کو میرے سب اصحاب سے افضل اور بہتر بنایا اور یوں تو میرے ہر صحابی میں بہتری ہے۔ میری امت کو تمام امتوں سے افضل چنا اور میری امت میں سے ہم طبقات (صحابہ، تابعین، تبع تابعین دور فقہاء) کو چن لیا۔ اسے بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

۲۔ حضرت علیؑ بن ابی طالب فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔

”اے علیؑ! مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکرؓ کو وزیر بناؤں اور عمرؓ کو مشیر بناؤں اور عثمانؓ کو مسند بناؤں اور تجھے مددگار بناؤں۔ تم چار وہ بزرگ ہو کہ اللہ نے ام الكتاب میں تمہاری محبت کا عہد لیا ہے۔ تم سے صرف مومن محبت کرے گا اور تم سے صرف فاجر نفرت کرے گا۔ تم چاروں میری نبوت کے خلیفہ۔ ذمہ داری کی گہرہ۔ میری امت پر حجت ہو۔ آپس میں قطع رحمی نہ کرنا۔ ایک دوسرے کی عافیت اور نافرمانی نہ کرنا اسے ابن اسحاق نے کتاب الموافقة میں ذکر کیا ہے۔“

۳۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان چار یاروں کی محبت صرف مومن کے دل میں جمع ہوگی۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی (رضی اللہ عنہم)

۴۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ چار باروں سے محبت کریں گے۔ اور اللہ کے دشمن ان سے نفرت کریں گے۔

۵۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ابو بکرؓ میرے وزیر اور میری امت میں جانشین ہیں۔ عمرؓ میرے حبیب ہیں میری زبان سے بولتے ہیں۔ عثمانؓ مجھ سے ہیں اور علیؓ میرے بھائی اور صاحب علم ہیں۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں۔ ابو بکرؓ اس کی بنیاد ہیں۔ عمرؓ اس کی دیواریں ہیں۔ عثمانؓ اس کی چھت ہیں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ تم ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہم کے متعلق بجز کلمہ خیر کے کچھ مت بولو۔ (فصل الخطاب بحوالہ مسند اہل بیت ج ۲)

۷۔ حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکرؓ میرے کان ہیں۔ عمرؓ میری آنکھیں ہیں اور عثمانؓ میرا ایک قسم کا دل ہے (شیعہ کتاب معانی الاخبار شیخ صدوق بحوالہ مسند اہل بیت ج ۲) نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ لوگو! تم پر حضرت ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علیؓ کی محبت اسی طرح فرض ہے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج فرض ہے جو ان میں سے کسی کے ساتھ نفرت رکھے اللہ اس کا کوئی روزہ، نماز، زکوٰۃ حج قبول نہ کریں گے۔ اسے قبر سے اٹھا کر جہنم میں پہنچا دیں گے۔ (نور الابصار بحوالہ مسند اہل بیت ج ۲ ص ۴۳)

۸۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ ابو بکرؓ پر رحمت برسائے۔ مجھے بیٹی بیاہ دی۔ مجھے دارالہجرت تک پہنچایا۔ غار میں میرے ساتھی رہے اور بلالؓ کو آزاد کیا۔ اللہ عمرؓ پر رحمت برسائے۔ حق بات کہتے ہیں اگرچہ کڑی ہو۔ وہ حق گوئی میں منفرورہ جاتے ہیں کوئی ساتھ نہیں رہتا۔ اللہ عثمانؓ پر رحم کرے۔ فرشتے بھی ان سے جیا کرتے ہیں۔ اللہ علیؓ پر رحم کرے۔ اے اللہ حق ان کے ساتھ کر دے۔ جہاں کہیں وہ جائے۔ (ترمذی، غلی ابن سمان۔)

۹۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! اللہ

نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہم کی محبت تم پر اسی طرح فرض کی ہے۔ جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج فرض کیے ہیں۔ جو ان کی فضیلت اور شان کا انکار کرے اس کی نماز روزہ حج زکوٰۃ اللہ منظور نہیں کریں گے۔ (اخرجه الملاء فی سیرتہ)

۱۰۔ حضرت انسؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ ہر نبی کا ایک ایک نظیر میری امت میں پایا جاتا ہے۔ ابو بکرؓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں۔ عمرؓ موسیٰ علیہ السلام کی نظیر ہیں۔ عثمانؓ حضرت ہارون علیہ السلام کی نظیر ہیں اور علیؓ بن ابی طالبؓ میری نظیر ہیں۔

۱۱۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے پہلے قبر سے میں نکلوں گا۔ پھر ابو بکرؓ، پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ، پھر علیؓ، پھر انہیں لے کر، پھر یحییٰ و یونس کے پاس آؤں گا۔ پھر اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔ وہ اٹھ کر آئیں گے۔ پھر دیگر مخلوق اٹھے گی۔

۱۲۔ امام جعفر صادقؑ اپنے والد محمد باقرؑ سے اور وہ اپنے دادا جابرؑ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو یہ بتاؤں کہ عرش پر کیا لکھا ہے؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا عرش پر یوں لکھا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ابو بکر الصدیق، عمر الفاروق عثمان الشہید، علی الرضا (اخرجه ابوسعید فی شرف النبوة)

فضائل کی روایتیں کچھ اتنی معیاری اور مستند نہیں ہوتیں۔ مگر علما، فضائل اعمال اور فضائل اشخاص میں ایسی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ جو بالکل موضوع نہ ہوں بلکہ ضعیف ہوں۔ اور ۱۲ پیش کردہ روایات چار باروں کی محبت پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں۔

سوال ۳۸۔ احادیث میں ہے کہ حضرت علیؓ کے لیے تلوار جنت سے آئی۔

اور بی بی فاطمہ کے لیے فرشتے اگر بھی پیسے تھے حسن و حسین کے لیے عنوان درزی بن کر آیا اور جوڑے دے گیا۔ آپ کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیں کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان وغیرہ کے لیے کبھی جنت سے ایک پیر کا موزہ ہی آیا ہو۔

جواب۔ سائل کی اس طفلانہ تعلق اور سوال پر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ گویا بچوں کے درمیان تیرہنی اور کھلونے بٹنے کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنی چیزوں کو عمدہ جتلا رہا ہے اور فخر کر رہا ہے۔ بھلا یہ احادیث کہاں کہاں ہیں۔ ان کا پایہ ثقاہت کیا ہے۔ راوی کون کون ہیں؟ اس کا مولف کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں ہے۔ پھر ان کے ذریعے مقابلہ کیسا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضرت علیؑ کی شاندار خون آشام تلوار وہی تھی جو ابوجہل کی تھی۔ مال غنیمت سے حضورؐ نے آپ کو عنایت فرمائی۔ اور وہ ذوالفقار کدائی۔ تلوار ابوجہل سے ہاتھ لگے یا جنت سے آئے اس کا حضرت علیؑ کی فضیلت سے کیا تعلق؟ آپ کی فضیلت تو اس میں ہے کہ آپ کی تلوار سے کتنے کفار اور علیؑ مشکل کشا رب السماء کہنے والے کتنے سبائی اثر ارجہم رسید ہوئے۔

حضرت فاطمہؑ کی خود بیستی نہیں یا فرشتے؟ شبیہ کی مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں۔

سلمانؓ نے حضرت فاطمہؑ سے کہا اے رسول خدا کی بیٹی تیرے ہاتھ چکی پیسنے سے زخمی ہو گئے اور ان پر سر ہم ٹپی لگی ہوئی ہے۔ یہ آپ کی فضیلت باندی حاضر ہے۔ اس سے یہ خدمت کیوں نہیں لیتی ہو اور خود کیوں تکلیف اٹھاتی ہو حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا۔ مجھے رسول خداؐ نے وصیت کی ہے کہ گھر کا کام ایک دن میں کروں۔ ایک دن فرض کرے۔ (جلال العیون ص ۹۸ ط فارسی ایران)

وصیت نبویؐ کے مطابق حضرت فاطمہؑ کا کمال اسی میں تھا کہ بامشقت کام خود کریں نہ کہ فرشتوں سے کرائیں۔

جن قدوس صفت بزرگوں کو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی خلافت و سیادت کا

ناج پہنائے۔ جبریل امینؑ عرش معلیٰ سے۔ الزمکم کلمۃ التقویٰ اللہ نے کلمہ تقویٰ ان کے ساتھ چمٹا دیا، کی قیام پنا کر جائیں۔ سائل آسمانوں کا رب (ضی اللہ عنہم) و رخصتو عنہ و اعدا لہم جنات اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی ان کے لیے خدا نے جنت بنائی، کی گپڑی ان کے سر پر باندھے۔ خاتم المرسلین اپنا مصلیٰ اور مسند ان کے نیچے بچھا دے۔ تمام اہل بیتؑ اور جمیع صحابہ کرامؓ، مومنین دیدہ و دل ان کے سامنے فرش راہ کر دیں۔ فرشتہ تنقی ان کی زبان سے بولے۔ رب قرآن ان کی مدح و ثناء میں بیسیوں آیات لوح محفوظ سے اتارے۔ ان کی عظمت و محبت تمام مومن جنوں اور انسانوں اور فرشتوں میں سکھ بند کر دے۔ ان کے لیے کیا ضرورت باقی رہ گئی کہ پیر کے موزے جنت سے آئیں؟ ان کو الاتقی کا لباس۔ ولباس التقویٰ ذلک خیر اور تقویٰ کا لباس ہی سب سے بہتر ہے، کافی ہے۔ قانت ابناء اللیل ساجد اذ قاماد وہ رات کے اوقات میں سجدہ اور قیام میں رہتے ہیں، کی رواد کافی ہے۔ ایشد اء علی الکفار کا درہ سب دنیا کا بند و بست کر سکتا ہے یتبعون فضلاً من دبتہم و رخصوا انا وہ صرف اپنے رب کا فضل اور رضا چاہتے ہیں، کے خدائی جوڑے اور پالوش ان کو جنتی دولے بنا چکے ہیں۔

سوال ۳۹۔ ۴۰۔ حضرت خاتون جنت سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کے ایمان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اگر وہ مومنہ ہیں تو ان کی اتباع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ہر صحابی عادل ہے۔ کسی ایک کی پیروی باعث نجات ہے۔

جواب۔ بحمد اللہ ہمارا اور ہمارے حضرت فاطمہؑ علیؑ شیعہ روایات کی روشنی میں تمام اکابر کا ایمان ہے کہ حضرت عقیقہ طاہرہ فاطمہؑ قبول بجنۃ رسولؐ مومنہ کاملہ عابدہ۔ زاہدہ۔ طلب دنیا سے متنفر اور اپنے نالوں بزرگوں اور دیگر مسلمانوں کے بغض و حسد سے پاک تھیں۔ ان پر طلب دنیا کے لیے عدالت میں پیش ہونا۔ گھر گھر میں جا کر اپنی اہلاد کے لیے بھیک مانگنا۔ وغیرہ زبردست منافقوں کے جھوٹے الزامات ہیں۔ آپ کی اتباع ہمارے

لیے سراپا افتخار ہے۔ بلاشبہ وہ صحابیہ عادلہ تھیں اور کسی "ایک صحابی کی پیروی پر نجات" اور صحابہ کی عدالت کا عقیدہ آج آپ بھی مطلب نکالنے کے لیے تسلیم کر چکے ہیں۔ و اللہ الحمد۔

ہاں شیعہ لوگوں کی ایسی روایات ضرور ہیں جن سے موصوفہ کے ایمان پر زبرد حملہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے اعتقاد میں حضرت علیؑ کو پسند کرنا اور محبت کرنا اصل الایمان ہے۔ جب زور دہر ہونے کی حیثیت سے نہ آپ کو پسند کریں نہ ان سے مطمئن ہوں جس کا دوسرا مفہوم خداوند کی ناشکری ناقدری ہے۔ اور اس پر شریعت میں سخت وعید موجود ہے۔ تو ایمان سالم کیسے رہا؟ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ معتبر سند سے کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت رسول خدا حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے۔ آپ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا روتی کیوں ہو؟ اگر میرے خاندان میں اس سے بہتر کوئی آدمی ہوتا تو میں تیری شادی اس سے کر دیتا۔ (جلد العیون ص ۱۳)

۲۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا اے اباجان! قریش کی عورتیں مجھے ملامت کرتی ہیں اور کہتی ہیں باپ نے تجھے ایسے آدمی سے بیاہ دیا ہے جو پریشان حال اور نادار (غریب) ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے فاطمہ! امت رو۔ میں نے تیری شادی اس سے نہیں کی بلکہ خدا نے کی ہے۔ (جلد العیون ص ۱۳)

۳۔ حضرت علیؑ کا حلیہ فاطمہؑ کی زربانی۔ جلد العیون اردو ج ۱ ص ۱۸۱ لاہور میں ہے کہ پس جب ارادہ تزویج فاطمہؑ سے ہوا۔ جناب فاطمہؑ سے پہناں حضرتؑ نے بیان کیا جناب فاطمہؑ نے کہا۔ میرا آپ کو اختیار ہے۔ لیکن نہ ان قریشی کہتی ہیں کہ علیؑ بزرگ شکم اور بلند دست ہے اور بند ہائے استخوان گندہ ہیں (ہڈیوں کے جوڑنا موزوں ہیں) آگے سر کے بال نہیں ہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں اور ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں۔

ان روایات پر تبصرہ یا حضرت فاطمہؑ کے دکھی جذبات کی ترجمانی ہم سو ادب

سمجھنے میں۔ شیعہ حضرات کو خود انسان کرنا چاہیے کہ آیا وہ اتباع فاطمہؑ میں ایسا کہنے کوئے کو تیار ہیں؟ اگر نہیں۔ اور ایمان کی نفی کا اندیشہ ہے۔ تو حضرت فاطمہؑ کے ایمان کا کیا ہوگا۔ آپ کا اصول کدھر گیا؟ اگر آپ ان سے اعراض کر کے میاں بیوی کو شیر و شکر دیکھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ و فاطمہؑ نانا، نواسی میں یہ اصول کیوں نہیں اپناتے؟

سوال ۴۱-۴۲۔ اگر نہیں ہے تو پھر بتائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا (بخاری) اگر اتباع جائز ہے تو صحیح بخاری میں موجود ہے کہ سیدہ طاہرہ حضرت شیخین پر ناراض ہوئیں اور ان کے لیے جنازے میں شریک نہ کرنے کی وصیت فرمائی (روایاے صادقہ اشعۃ اللمعات)

جواب۔ حضرت فاطمہؑ کی اتباع ہر مسلمان کرتا ہے۔ لیکن شیعہ کے لیے صرف یہی ناراضی اور شکر رنجی والی بات قابل اتباع رہ گئی، ہتھ فاطمہؑ کی سیرت طیبہ کو شیعہ مرد و عورتیں کتنا اپناتے ہیں۔ ذرا اپنے گریبان اور فسق و فحشا سے لبریز معاشرہ پر نگاہ ڈالیں۔ ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اتباع فاطمہؑ نہیں بعض صدیق حسرت رسولؐ و جد فاطمہؑ مطلوب ہے۔ حب علیؑ نہیں۔ بعض معاویہؓ مذہب و مقصد ہے۔ میت پر نوحہ نہ کرنے۔ ماتمی مجالس قائم نہ کرنے۔ سر و سیدہ نہ پیٹنے۔ سیاہ پوشی اور گریبان چاک نہ کرنے کی وصیت اور حضرت فاطمہؑ کا عمل۔ جلد العیون ص ۵۴۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸ وغیرہ میں موجود ہے۔ اتباع فاطمہؑ کی آڑ میں اکابر و اصاغر مسلمانوں میں منافرت اور جلب زر کا پیشہ اختیار کرنے والے شیعہ علماء و مجتہدین اور عزادار حضرت فاطمہؑ کی اتباع میں یہ سب گورکھ دھندا کیا چھوڑ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو اتباع فاطمہؑ کا دعویٰ سفید جھوٹ اور بعض صدیق و فاروقؓ کا آئینہ دار ہے۔

اتباع اکابر میں ایک نکتہ۔ یہاں اس نکتہ پر غور ضروری ہے جس کا لحاظ نہ

کہے کہ بد باطن گمراہ ہوتے رہتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ اور اصولِ شرعیہ میں بزرگوں کی اتباع ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کی اتباع میں بھی احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ اس مقتدا کا مزاج اپنا کردوستی و دشمنی کا میدان تیار کر لیا جائے۔ کیونکہ ایک ہر شخص کے شخصی جذبات و افعاتِ ناسی اور تقلید کا داعیہ نہیں رکھتے۔ بجز اس سلسلے میں اگر ان کی کسی کے ساتھ دائمی دوستی رہی ہے تو اس میں تو اتباع کی گنجائش ہے کہ مثبت پہلو ہے۔ مگر نفرت و ناراضگی کی صورت میں گو وہ دائمی ہی کیوں نہ ہو اتباع ضروری نہیں ہے۔ اگر ہمارے پڑدادا اپنی اولاد (ہمارے دادا) پر ناراض ہوں تو کیا ہم بھی داداؤں سے نفرت رکھیں گے؟ دادا جان ہمارے باپ اور چچا پر ناراض ہوں تو ہم بھی ان کو اپنا دشمن سمجھ کر قطع رحمی اور حقوقِ والدین کرتے رہیں گے؟ فریقین کے ایسے واقعات میں خود ان کو قرآنی حکم ہے فَاَعْفُوا وَاصْفَحُوا (عفو و درگزر پر عمل کریں) جذبات میں شدت کے باوجود دین دن سے زیادہ بات چیت بند نہ کریں۔ بالفرض اگر وہ آپس میں صلح صفائی نہ کریں تو دیگر مسلمان انہیں سرنور کو تشنہ کر کے صلح کرائیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ فَاَصْلَحُوا
بَيْنَ اَخْوَانِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (سجرات ۱۶)
ایمان والے بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے بھائیوں میں (جھگڑے کی صورت میں) صلح کرا لیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن و سنت کی اسی تعلیم و تلقین پر عمل کرنے سے اصلاحِ معاشرہ اور آپس کی نفرت و عداوت دور ہوگی اور اس کا ازالہ فرضِ شرعی ہے۔ اب اگر کچھ لوگ صلح صفائی کے بجائے لگائے بھائی کر کے مزید لڑائیں۔ لہذا ذواتِ صلح صفائی کی ہر روایت رد کر کے بغض و عناد پر نہ وردیں۔ اور پھر فریقین کے سفلی متبعین آپس میں۔ بغض و عناد کو پالنے والی روایات پر ایمان رکھ کر۔ دست و گریبان ہوں تو کیا اسلامی اخلاق و تعلیم کا خون نہ ہوگا؟ اور پھر غیر مسلم کیا تاثر لیں گے کہ سیدہ فاطمہ

بنول اپنے نانا صدیق و فاروقؓ سے۔ جو تمام عمر آپ کے والد کے مصاحب خاص مددگار اور چھینٹے وزیر و مشیر رہے ہیں اور اب خلیفۃ الرسولؐ ہیں۔ محض اس لیے کبیدہ خاطر اور ناراض ہو جاتی ہیں کہ انہوں نے ذک کی جائیداد حسبِ خواہش آپ کو نہ دی۔ بلکہ فقراء کا مال قرار دے کر بیت المال کی ملکیت بنائی اور اس پر فرمانِ رسولؐ پیش کیا۔ ۵۔ ۱۰ ہزار روپے کی فیسیں حلال کرنے کو غلط شعائرِ علماء مجتہدین قضیہ ذک اور خود ساختہ تھنکی کی روایات کو اچھالتے اور جاہل عوام سے واہ واہ تو کر لیتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں سوچتے کہ اس سے تو اسلامی اخلاق و کردار کا خون ہو گیا۔ حضرت فاطمہؓ کا زندہ اور بنولؓ پر جاتا رہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے لوث اور بے اجرت مخلصانہ تبلیغِ اقرار پروری کے اہتمام سے داغدار ہو گئی کہ اس زائد ترین اور مردم شناس پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی کی ۷۷ دن یا چھ ماہ زندگی کے لیے ایک وسیع و عریض جائیداد کی (بقولِ شیعہ) وصیت اس مالِ فے سے کر دی جو بغضِ قرآنی (دختر ۱۶) آٹھ قسم کے لوگوں کا حق تھا۔ حالانکہ اس کا خاوند شیر خدا اور کاسب تھا۔ گریانی و بیوگان کے لیے کچھ نہ کیا۔ جن کی نہ صلیبی اولاد تھی۔ نہ کوئی ذریعہ معاش۔ اسے کاشِ تسخیرِ قسروں انتہائی ترقی یافتہ دور میں شیعہ کے زبردست لیڈر و مجتہدین۔ اسلام۔ نبی۔ خاندانِ نبی کے لیے تنگ و عار ایسی روایت سازی اور تقریر بازی سے تویہ کرتے اور کرسی کا رخیر میں اپنی صلاحیتیں وقف کرتے۔

ہم کہتے ہیں کہ بخاری کے حوالے سے۔ حضرت فاطمہؓ پر یہ الزام۔ کہ شیخین کو جنازے پر نہ آنے کی وصیت کی صریح جھوٹ ہے۔ جو شیعہ کا مایہ ناز اصول ہے۔ وہاں صرف یہ لفظ ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت علیؓ نے اطلاع نہ دی۔ تو کیا وفات کی صورت میں خاوند گھر گھر جا کر ہر شخص کو اطلاع دیا کرتا ہے؟۔ نہیں ایسی خبر از خود گھر گھر پھیل جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی اہلیہ ماجدہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ جو حضرت فاطمہؓ کی تمام بیماری میں بیمار دار اور خادمہ و غاسلہ تھیں ان سے آپؓ کو اطلاع یقینی ہوئی ہوگی اور آپ صحابہ کی ایک جماعت کو سانس لے کر جنازے

پر پہنچے۔ اب حدیث اہل بیت ملاحظہ ہو۔

حضرت جعفر صادقؑ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ کی وفات مغرب و عشاء کے درمیان ہوئی تو جنازہ پر حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، زبیرؓ اور عبد الرحمن بن عوفؓ (رضی اللہ عنہم) حاضر ہو گئے۔ جب جنازہ سامنے رکھا گیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا اے ابوبکرؓ آگے بڑھیے۔ آپؓ نے فرمایا اے ابوالحسنؑ کیا آپؑ کی موجودگی میں؟ فرمایا ہاں۔ آگے بڑھیں۔ اللہ کی قسم! آپؑ کے سوا کوئی جنازہ نہیں پڑھائے گا تو ابوبکر صدیقؓ نے آپؑ پر نماز پڑھائی۔ اور رات کے وقت آپؑ کو دفن کیا گیا۔

(الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۵۸۱ کنز العمال برمسند احمد ج ۲ ص ۲۵۵ بحوالہ صدیق اکبر ص ۳۳)

گو یہ روایت صحیحین کے معارض ہے۔ کہ وہاں حضرت علیؑ کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے۔ مگر دو وجہ سے قابل ترجیح ہے۔ ایک تو اس کا سلسلہ سند اہل بیتؑ سے ہے۔ اور زین العابدینؑ راوی ہیں۔ وہ اپنے بزرگوں کا واقعہ بہ نسبت دوسروں کے اچھا جانتے ہوں گے۔ دوم۔ اس سے حضرت فاطمہؑ و ابوبکرؓ میں حسن تعلق ظاہر ہوتا ہے جو نہایت کا عین مطلوب ہے۔ عرف و رواج کا بھی یہی تقاضہ ہے۔ کہ آپؑ کو سفید ریش۔ خلیفۃ الرسول۔ اور دونوں کے بزرگ ہونے کی حیثیت سے مصلیٰ پر دعوت دی جائے۔ طبقات ابن سعد میں بھی اس کی مؤید روایات موجود ہیں۔

۱۔ باخبا محمد بن عمر بن محمد بن قیس بن ربیع از مجاہد از شعبی۔ فاطمہؑ پر ابوبکرؓ نے نماز پڑھی (پڑھائی) تھی۔

باخبا ربیع بن سوار بن محمد بن عبد اللہ بن ابی المساور از حماد بن ابراہیم حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؑ کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور چار نگہبیریں کہیں۔ (طبقات ج ۱ ص ۵۸۱)

طبقات کی روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے آپؑ کو رات میں دفن کیا اور رات کی تدفین میں سب کا اتفاق ہے۔

حضرت علیؑ و عباسؓ کے نماز پڑھانے کا ذکر بعض روایات میں ہے۔ بہر حال

روایات مختلف ہیں۔ جس بزرگ نے بھی پڑھائی ہو ہر ایک فاطمہؑ کا وارث اور اہل تھا مگر یہ کمنا سفید جھوٹ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ جنازہ میں شریک نہ تھے۔ اشعۃ اللمعات ہو یا دیگر کوئی کتاب یہ کہے سب غلط ہے۔ یا شریک نہ کرنے کی آپؑ نے وصیت کی تھی۔ یا رات کو تدفین اس لیے کی کہ شیعین شریک نہ ہوں۔ محض بناوٹی خیال ہیں۔ بلکہ رات کی تدفین اس لیے ہوئی کہ مغرب کو آپؑ کی وفات ہوئی۔ پردہ کے اہتمام کے لیے اور مسئلہ شرعی پر عمل کرتے ہوئے آپؑ کو نصف شب کے وقت جنت البقیع میں سپرد گروں سو گواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کیا گیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن آباءہا)

بحث ذک کے ۵ صفحات میں اس مسئلہ کی پوری تفصیل تحفہ امامیہ میں کر دی گئی ہے۔

سوال ۲۳۔ اگر حضرات شیخین پر سیدہ کی ناراضگی مانع ایمان و اسلام نہیں ہے تو پھر عام امت پر ان کی محبت کیوں ضروری ہے؟ کیونکہ خدا کی بارگاہ میں امت کہہ سکے گی تیرے رسولؐ کی خاتون جنت بیٹی کی پیروی اور محبت میں ان کے مخالفین سے بیزاری اختیار کی۔

جواب۔ سب سے پہلے آپؑ جلال العیون جو ثقۃ المؤمنین ناراضگی فاطمہؑ کا قصہ خاتم المحدثین ملا باقر علی مجلسی کی تالیف رشید ہے۔ کامطالو فرمائیں۔ ناراضی کی تین روایات تو گزر چکی ہیں۔ چند یہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کشف الغمہ میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت فاطمہؑ نے حضورؐ کے دربار میں اگر شکایت کی کہ امیر المؤمنین جو کچھ کہتے ہیں فقراء اور مساکین میں بانٹ دیتے ہیں ہمارے حقوق مالی ادا نہیں کرتے (آپؑ نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ! آپ چاہتی ہیں کہ مجھے میرے چچا زاد برادر کے متعلق غصہ دلائیں کیونکہ اس کا غصہ میرا غصہ ہے اور میرا غصہ خدا کا غصہ ہے۔ فاطمہؑ نے فرمایا۔ میں خدا اور رسولؐ کے غصہ سے بچنا چاہتی ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؑ نے علیؑ سے ناخوش و ناراض ہو کر شکایت

کی حضور اس شکایت پر فاطمہ سے ناراض ہوئے۔ اگر حضرت علی کو پتہ چلتا تو وہ فاطمہ پر ناراض ہوتے۔ یمنوں معصوم ایک دوسرے پر ناراض ہو رہے ہیں۔ کیا چند منٹ کے لیے حضرت فاطمہ کے پناہ چاہتے تھے۔ کسی کے ایمان پر حرف آیا یا نہیں؟ آپ کا اصول کیا ہوا۔ حضرت فاطمہ علیؑ کی ایک دوسرے پر ناراضگی کے وقوع اور امکان پر ان کے ایمان کا کیا بنا؟

۵۔ علل الشرائع اور بشائر المصطفیٰ میں بہت سی معتبر سندوں کے ساتھ حضرت ابوذرؓ ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حبشہ سے حضرت جعفر طیارؓ نے ایک باندی حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت فاطمہؓ نے اس کا نہ حضرت علیؑ کی گود میں دیکھا تو غیرت کے مارے حالت غیر ہو گئی۔ آپ سے اجازت لے کر میکے چلی گئیں۔ حضور علیہ السلام سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ تو میرے پیارے یار اور دوست کی شکایت لے کر آئی ہے (تجھے ایسا نہ کرنا چاہیے تھا) کیا اس ناراضی سے حضرت علیؑ کے ایمان پر حرف آیا یا نہ؟ اگر آپ کہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رفع دفع کر دیا تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مزاج رسولؐ یہ تھا کہ نہ کسی پر ناراض ہوں نہ کسی کی شکایت و ناراضی سنیں بلکہ حسب موقعہ صلح کرادیں۔ بالفرض حضرت ابو بکرؓ و فاطمہؓ کا معاملہ حضورؐ کے پاس زندگی میں جانا تو آپؐ کا یہی رد عمل نہ ہوتا۔ کرنا نا تو اسی میں صلح کرادیتے۔ سنت فاطمہؓ سے سنت رسولؐ اہم اور اتباع فاطمہؓ سے اتباع رسولؐ زیادہ ضروری ہے۔ آپ اتباع رسولؐ میں صلح صفائی کی بات کیجیے اور مانیں۔

۶۔ ابن ابوبکرؓ نے معتبر سند کے ساتھ حضرت صادقؑ سے یہی روایت کی ہے۔ کہ کسی نے قسمیں کھا کر حضرت فاطمہؓ کو بتایا کہ ابو جہل کی بیٹی سے حضرت امیر شادی کرنے والے ہیں۔ آپ ناراض ہو گئیں۔ سب بچوں کو ساتھ لے کر میکے آگئیں رات کو نیند نہ آئی۔ حضورؐ نے وجہ پوچھی۔ صورت حال کا جب علم ہوا تو آپؐ نے فوراً شادی کے گواہ ابو بکرؓ و عمرؓ اور طلحہؓ کو بلایا۔ پھر ان کے سامنے حضرت علیؑ سے فرمایا

یا علیؑ مگر نیکوئی کی فاطمہؓ پارہ تن
اے علیؑ شاید تو نہیں جانتا کہ فاطمہؓ
منت ومن از اویم پس ہر کہ اور آزار
میرے بدن کا ٹکڑا ہے اور میں اس سے
کنہم آزار کردہ است۔
ہوں جس نے اس کو ستایا اس نے
مجھے ستایا ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے محذرت کی کہ کسی نے ان کو غلط خبر دی ہے۔ میں نے الہی کوئی بات نہیں کی۔ (جلال العیون، طبع ۱۵۱ھ)

یہاں سے معلوم ہوا کہ تینوں معصوم عالم الغیب نہ تھے۔ مَن اَغْضَبَهَا کا اشارہ نزول ہی حضرت علیؑ کا قصہ ہے۔ اگر اتنی عظیم ناراضی سے جو کئی گھنٹوں تک رہی۔ حضرت علیؑ کا ایمان رخصت نہ ہوا۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی چند دن حضرت فاطمہؓ کے خفا رہنے سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ ایمان تو معرفت قلبی اور ہسیکت میں آنے جانے والی چیز ہے۔ آخر شیعہ کا اصول حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کیوں خطا وار ٹھہراتا ہے۔ کسی اور پرستیوں لاگو نہیں ہوتا؟

بات بالکل واضح ہے۔ جیسے ہم سابق نکتہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکرؓ سے خوش ہو گئیں، میں عرض کر چکے ہیں کہ طبعاً کسی بات پر وقتی طور پر کسی سے خفا ہو جانا نہ حیل ایمان کا باعث ہے۔ خصوصاً جبکہ اتفاقاً بغیر مقصد و ارادہ کے ہو۔ نہ یہ کسی کے ساتھ بغض کی تعلیم دیتا ہے۔ ایسے مواقع پر بزرگ صلح ہی کرادیتے ہیں۔

بخاری کی روایت تا وفات حضرت فاطمہؓ کی ناراضی کا ذکر کرتی ہے۔ مگر وہ نہ حضرت فاطمہؓ کا قول ہے۔ نہ حضرت ابو بکرؓ کا اعتراف۔ صرف راوی کا خیال ہے کہ فذک کے متعلق آپؐ کی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے دوبارہ بات چیت نہ کرنے کو ناراضی کا ذریعہ سمجھا اور پھر ذکر کر دیا۔ راوی کا گمان کسی پر حجت نہیں۔ اب وہ روایات اصولاً ان سے افحوی اور ارجح ہوں گی جن میں حضرت فاطمہؓ و صدیقؓ رضی اللہ عنہما کی مفاہمت کا خود ذکر و اعتراف موجود ہے۔

رضا مندی کی روایت ۱۔ عام کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ شدت مرض میں حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے۔ اجازت نہ پاسی حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا ابو بکرؓ اجازت چاہتے ہیں۔ کیا آپ اجازت دیں گی؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا کیا آپ کو بھی یہ پسند ہے فرمایا ہاں۔ فدخل فاعتذر اليها و كلمها فراضيت عنه۔ پھر حضرت ابو بکرؓ آئے تو عذر و معذرت کی تب حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئیں۔

۲۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکرؓ سے خفا ہو گئیں۔ حضرت ابو بکرؓ ایک گرم دن میں ان کے دروازے پر آئے۔ اور فرمانے لگے۔ میں اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹوں گا اسے بنت رسولؐ جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ پھر آپ اندر داخل ہوئے اور رضا کے لیے آپ کو قسم دی۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئیں۔ (الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۵۶-۱۵۷۔ طبقات ابن سعد ج ۸)

۳۔ بالکل اس قسم کی روایت ملا باقر علی مجلسی نے جلاء العیون و حیات القلوب میں ذکر کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ باصرہ حضرت فاطمہؓ کے پاس گئے۔ معذرت کی حضرت علیؓ تو خوش ہو گئے۔ مگر حضرت فاطمہؓ نے کہا میں رسول خداؐ سے شکایت ضرور کروں گی (محصلہ)

جب حضرت علیؓ رضا مندی پر خوش تھے تو ان کی اتباع کیوں نہیں؟ اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر دے جہاں بھی ہوں۔ اپنے اصول کو اب شیعہ مان کر حضرت علیؓ کے مذہب رضا با شیعہ بنیں۔ جس کا اعتراف انکو بھی ہے۔ کہ کیوں نہیں اپنایا جانا؟ معلوم ہوا دال میں کالا کالا ہے۔ شیعہ کے دل میں شیعہ کا بغض رچا ہوا ہے مگر بدنام حضرت فاطمہؓ کو کر رہے ہیں کہ انہوں نے خاندن کی بھی مخالفت کی۔ وَاَلَا تَأْمُرُونَ النِّسَاءَ بِمَا تَأْمُرُونَ الرِّجَالَ وَ تَقْرُونَ الْقُرْآنَ کَیْ یَعْلَمُوا مَا تُلْقُونَ (معدہ پینے والے اور معاف کر دینے والے انصاف قرآنی کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ عالم برزخ میں حضورؐ کے یاروں کی شکایت کر کے آپ کو بھی پریشان کریں گی۔ (معاذ اللہ)

امامیہ کی کئی معتبر کتب میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس

معذرت کرنے آئے تو فرمایا اے رسول کی بیٹی! تو نے دعویٰ تو ٹھیک کیا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ اسے تقسیم کرتے تھے۔ کہ تم کو اپنا خرچ دے کر باقی فقر و مساکین اور مسافروں میں بانٹ دیتے تھے۔ فرمانے لگیں آپ وہ کیسے جیسے رسول اللہ کرتے تھے حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اللہ گواہ ہے کہ میں وہی کروں گا جو آپ کے ابا جان کرتے تھے۔ فرمایا بخدا آپ ایسا ہی کریں گے؟ حضرت صدیقؓ نے کہا بخدا ایسا ہی کروں گا۔ فَقَالَتِ اللَّهُمَّ اشْهَدْ فَرَضْتِ بِذَلِكَ وَ اخَذْتَ الْعَهْدَ إِلَيْهِ۔ کہ حضرت فاطمہؓ نے اللہ کو گواہ بنایا اور حضرت ابو بکرؓ سے راضی ہو گئیں اور ان سے معاہدہ لے لیا۔ ابو بکرؓ اہل بیت کو خرچ دے کر باقی فقر و مساکین میں بانٹ دیتے تھے۔ (مجاہد الساکین بحوالہ تحفۃ اثنا عشریہ اردو ص ۵۷۸)

نہج البلاغہ کی شرح فیض الاسلام نقوی ایرانی ج ۲ میں اسی قسم کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ طے کیا کہ جو کچھ اخراجات محمدؐ نبوی میں اہل بیت کو ملتے تھے وہ سب میں آپ کو دوں گا۔ پھر آپ اہل بیت کو وہ تمام اخراجات دیتے رہے تا آنکہ مروان نے اپنے دوہرے بیٹے جب مسلہ ہی حل ہو گیا تو ناراضگی کیوں اور اس کا پرچار کس لیے؟

خانمہ بحث۔ طاب عن شیعہ اب بھی مطمئن نہ ہو تو ہم اسے اپنی طرف سے حضرت ابو بکرؓ و فاطمہؓ کے سلسلے میں علامہ مجلسی کی وہ عبارت سناتے ہیں جو اس نے حضرت فاطمہؓ و علیؓ کی آپس میں ناراضگی کے تصفیہ کے لیے کہی ہے۔ اور یہی متفقہ اصول اگر جگہ استعمال کیا جائے تو سنی و شیعہ میں اتحاد کا باعث ہے۔

”مؤلف کتنا ہے کہ بزرگان دین اور رب العالمین کے دربار میں مقرب لوگوں کے معاملات میں غور و بحث نہ کرنی چاہیے۔ جو کچھ ان سے پہنچے اس پر تسلیم نہ کرنا چاہیے کیونکہ اکثر البسا ہوتا ہے۔ کہ یہ اختلاف بظاہر کچھ ہوتے ہیں مگر حقیقت میں غیر متناہی مصلحتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس بنا پر پیش آئے ہوں تاکہ ان کی بزرگی و وسرور پر ظاہر ہو جائے۔ (جلال العیون ص ۱۳۲)

ہمارے اعتقاد میں حضرت فاطمہؓ، ابوبکرؓ و علیؓ وغیرہ سب بزرگان دین ہیں۔ اسی اصول پر ہم ان میں منافرت کا اعتقاد نہ رکھیں گے۔ بلکہ ان کو باہم شیر و شکر مانیں گے۔ اس ظاہری اختلاف سے فوائد یہ ظاہر ہوئے کہ حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ سے خلافت صدیقؓ پر مبراہان قائم ہوئی کہ وہ خلیفہ بلا فصل تھے تبھی تو انتقالِ مذکور کا دعویٰ ان کی عدالت میں کیا ورنہ علیؓ کی عدالت میں کرتیں۔ ناراضی کی صورت میں حضرت علیؓ کا حضرت صدیقؓ کے حق میں ووٹ دینا ظاہر ہو اگر حضرت فاطمہؓ کی کوئی مدد نہ کی۔ نہ اپنے عہد حکومت میں واپس کیا۔ ناراضی ہو جانے کی صورت میں حضرت فاطمہؓ کا قبیح قرآن و سنت ہونا واضح ہوا۔ (و لہ الحمد)

سوال ۴۴۔ آپ کے بقول حضرت علیؓ اور اصحاب ثلاثہؓ میں کوئی اختلاف نہ تھا پہلے بالفرض محال مان لیا کہ وہ آپس میں بڑے گہرے یار دوست رہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میں بی بی پاک کی پیروی کرتا ہوں کہ جو رسولؐ کی لخت جگر ہیں اور ان کو بہتر شرف و اہمیت ہے کہ جب وہ خدمت والد گرامی قدر میں حاضر ہوتی تھیں تو حضورؐ الینادہ اپنی بیٹی کا استقبال فرمایا کرتے تھے۔ پس ایسی عظیم محصورہ کا اتباع باعث نجات ہو گا یا نہیں؟ بخاری و مسلم سامنے رکھ کر فیصلہ کیجیے۔

جواب۔ یہ بھی اس مفصل تقریر سے لغو ہو گیا۔ کہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت فاطمہؓ سے افضل ہیں تو بالفرض اختلاف کی صورت میں حضرت رسولؐ و علیؓ کی اتباع ہوگی حضرت فاطمہؓ کی نہ ہوگی۔ سائل بعض صدیقؓ میں اپنے اصول کو بھی پامال کرتا ہے۔ اور حضرت علیؓ کے قول و فعل کو بھی ناحق بتانا چاہتا ہے۔ بخاری و مسلم کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ خدا و رسولؐ و علیؓ کی تفتہ اتباع سب سے پہلے ہے۔

شیعہ کے قرآن مجید پر اعتراضات

سوال ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ کیا جب حضورؐ اس جمع قرآن و شیعہ کا اُس پر عمل بیان دنیا سے تشریف لے گئے تو قرآن مجید امت کے

حوالے کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو جمع قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی اور دو عثمانؓ ہم امت بے قرآن کیوں رکھی گئی؟ اگر نہیں کیا تو منصب رسالت پورا نہیں ہوا کیونکہ رسولؐ کا فرض منصبی ہے کہ خدا کا پیغام امت تک پہنچائے۔ تو پھر دین مکمل کیسے ہوا؟

جواب۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سوالات کی آڑ میں سائل کیا کنا چاہتا ہے ان کے ظاہری مفہوم کے مطابق تو سائل کو قرآن پاک کی حفاظت اور اشاعت سے شدید دشمنی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی قرآنی حفاظت و اشاعت پر جب وہ مطمئن نہیں تو ظاہر ہے کہ دوسری بھی کوئی جماعت نہیں جسکو حضرت رسولؐ قرآن دیکر گئے ہوں اور اسے پھیلا دیا ہو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ نہ رسولؐ نے فرض منصبی ادا کیا نہ دین مکمل ہوا۔ اور نہ صحیح قرآن لوگوں کی راہنمائی کے لیے دنیا میں موجود ہے۔ اور یہی شیعہ کا مقصد اصلی اور عقیدہ لازمی ہے۔

سادہ لوح سنی مسلمانوں کو اب توبہ دار ہونا چاہیے کہ ان کے متعلق وہ نظریہ رکھیں اور سلوک کیا کریں جو منکرین قرآن اور منکرین نبوت سے ہونا چاہیے۔

اے قرآن حکیم کے دشمن! اب سنئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو قرآن سے پڑھانے سکھانے اور عمل کرانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ جب آپؐ رخصت ہوئے تو تین برس میں مقوڑا تھوڑا اترنے والا قرآن پاک ہزاروں صحابہ کرامؓ کے دل و دماغ میں محفوظ اور رنج بس چکا تھا۔ جو آیت اترتی آپؐ اس کی سورت اور جگہ بتا دیتے اور اسی طرح صحابہ کرامؓ اپنے یادداشت نوشتوں میں لکھ لیتے اور یاد کر لیتے۔ اسی ترتیب سے وہ دور کرتے۔ ایک دوسرے کو سناتے۔ نماز اور تراویح میں پڑھتے۔

رمضان شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ دور کرتے تھے۔ آخر ہی وفات کے سال دو مرتبہ دور کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس ترتیب پر آپؐ کو یاد تھا اور جبریل سے دور کیا اسی ترتیب سے صحابہ کرامؓ کو یاد کرنا کہ یہ

امانت الہی ان کے سپرد کی۔ بخاری ج ۲ ص ۴۷ پر یہ حدیث ہے کہ شداد بن معقل نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا کچھ حصہ چھوڑا

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے وہی کچھ چھوڑا جو دو گنتوں کے درمیان (الحمد للہ والناس) ہے۔ (یعنی یہی پڑھا کر گئے)۔ محمد بن حنفیہ (بن علیؓ) سے ہم نے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی کہا ماترك الاما بين الدفتين کہ دو گنتوں کے درمیان محفوظ قرآن کے علاوہ کچھ نہ چھوڑا۔ علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے۔

اما ترتيب السور والایات فالاجماع
والنصوص متوافقة على ان ترتيب
الایات توقيفی ولا خلاف فيه بين
المسلمين (شرح لمعات بحوالہ حاشیہ بخاری
۲۶ ص ۴۵۵)

چونکہ منکرین قرآن فرقہ روافض بد کی پیداوار ہے اس لیے وہ لا خلاف فرماتے ہیں۔ یا پھر مسلمانوں میں اختلاف نہیں قرآن کی ترتیب و حفاظت پر اعتراض کرنے والا تو کہ مسلمان کہاں رہا؟

اب رہی یہ بات کہ پھر قرآن کو جمع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کی وجہ ظاہر ہے کہ دو صحابہؓ میں کثیر جنگیں کفار کے ساتھ ہو رہی تھیں۔ اور مسلمان قرار و حفاظت شہید ہو رہے تھے۔ عہد صدیقی میں قننی کذاب مسلمہ کے ساتھ جو جنگ ہوئی منجملہ اور شہداء کے ساتھ سو حفاظ و قراد شہید ہوئے۔ اس امت کے محدث ملہم بن اللہ جن کے کندھوں پر اللہ نے حفاظت قرآن اور امت کا انتظام ڈالنا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت صدیقؓ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ قرآن کو ایک کتابی شکل میں یکجا لکھ لیا جائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ چند جنگیں میاں جیسی اور ہوئیں تو حفاظ قرآن ختم ہو جائیں گے اور قرآن کے زوال کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ پہلے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تردد ہوا کہ یہ نیا کام جو رسول خداؐ نے نہیں کر دیا میں کیسے کرں آخر اللہ نے آپؐ کا سینہ کھول دیا۔ پھر دونوں نے حضرت زید بن ثابتؓ انصاریؓ جو نوجوان حافظ و قاری تھے اور عہد نبویؐ سے کاتب وحی تھے۔ ان کی ڈیوٹی لگائی کہ

وہ قرآن کتابی شکل میں جمع کریں مگر محض اپنی یادداشت اور حفظ سے نہیں بلکہ ان تمام تحریات سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے سب صحابہ کرامؓ کو لکھوائی تھیں اور اس پر کم از کم دو دو گواہ بھی لیں۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر مجھے کوئی پہاڑ نقل کرنے کا کہتے تو وہ کام آسان تھا اور یہ جمع قرآن اس سے زیادہ مشکل تھا۔ پہلے تو میں نے بھی کہا کہ تم یہ نیا کام کیوں کرتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اللہ کی قسم یہ کام بہتر ہے۔ پھر برابر مجھے کہنے پرے حتیٰ کہ اللہ نے میرا سینہ اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے ابوبکرؓ کا کھولا تھا چٹا میں نے کھجور کے پتوں سے، چکنے سفید پتھروں سے، چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں سے، چھٹی بدلیوں سے اور لوگوں (حفاظ) کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ سورت توبہ کی آخری آیت (لصورت تحریر) حضرت ابوہذیمہ انصاریؓ کے پاس پائی۔ اب یہ صحیفہ مکمل ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد زندگی بھر حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد ام المؤمنین حفصہ بنت عمرؓ کے پاس بطور امانت رہا (بخاری) حفاظت قرآن کا جو وعدہ اللہ نے اپنے نبیؐ کے ساتھ کیا تھا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (حجر ۱۶)

ہم ہی نے یہ ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے یقیناً زبردست محافظ ہیں۔

وہ حضرت ابوبکر و عمرؓ جیسے ملہم من اللہ امت کے پیشواؤں کے ذریعے پورا کر دیا۔ اور تا قیامت امت تک یہ امانت پہنچ گئی اب دشمنان قرآن کو جل کر کہہ دینا چاہیے کہ خدا نے خود وعدہ کیا تھا ابوبکر و عمرؓ کو کیوں واسطہ بنا دیا گیا۔ ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا أَوْزَنَ الذِّكْرَ فَمِنْ خَدَانِ انزال کی صرف اپنی طرف نسبت کی ہے۔ پھر جبریل امینؓ کو واسطہ کیوں بنایا۔ حضرت نبی کریمؐ کو مخلوق کے درمیان تبلیغ قرآن کے لیے واسطہ کیوں بنایا۔ اگر حضرت جبریل امینؓ اور نبی کریمؐ قرآن کے لوگوں تک پہنچانے میں برحق واسطہ ہیں امت کبھی ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ تو اسی طرح حضرت ابوبکرؓ، عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ اور دیگر کاتبان قرآن تبلیغ وحی

الی الناس میں قومی امین اور محفوظ وسیلہ ہیں۔ امت کبھی ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ تلاوت قرآن اور اس پر عمل سے جو ثواب امت کو پہنچتا ہے اس کا بڑا حصہ بدستور بعد از پیغمبر ناسرین و مبلغین قرآن کو بلاشبہ پہنچتا ہے۔ اور ان کی امت پر فضیلت کی اہم دلیل ایک یہ بھی ہے۔

دور عثمان تک امت بے قرآن ہرگز نہ رہی بلکہ صحابہ کرامؓ میں سے کثیر حفاظ ہونے کی وجہ سے نوشتہ مصاحف کی ضرورت نہ پڑی۔ جب ارمین کی فتح کے موقع پر ایک لفظ کے متعلق لشکر میں اختلاف ہوا۔ صاحب السمر حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ دوڑ کر دربار خلافت عثمانی مدینہ طیب میں پہنچے تو فرمایا۔

ادرك هذا الامت قبل ان
يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود
والتصارى فارسى عثمان الى حفصة
ان ارسل اليها مصحفنا نسخته ايا
المصاحف ثم نردھا اليها
(بخاری ۲۷ ج ۱)

اس امت کا آپ انتظام کر لیں اس سے پہلے کہ وہ کتاب اللہ میں اسی طرح اختلاف کریں جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ آپ وہ مجموعہ مصحف ہمیں بھیجیں ہم اس کی مزید نقلیں کر کر اصل آپ کو واپس کر دیں گے۔

پہنچے حضرت عثمانؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی جنہوں نے اس کی نقلیں تیار کیں اور تین قریشی نوجوانوں کو یہ بھی کہا کہ اگر تمہارا زید بن ثابتؓ سے کسی قرأت (طرزِ ادا کی) بات میں اختلاف ہو جائے تو قریش کی لغت پر لکھنا کہو۔ اولاً قرآن انہی کی لغت میں اترا (پھر آسانی کے لیے باقی صوبوں کی لغات میں پڑھنے کی عارضی اجازت ہوئی تھی) انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب وہ نقول مصاحف سے فارغ ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے قدیم نسخہ حضرت حفصہؓ کو واپس بھیج دیا۔ نئے مکتوبہ مصاحف مملکت کے ہر صوبے میں بھیج دیئے (اور ان کے مطابق تعلیم و اشاعت ہوئی)

ہی، اب اس کے علاوہ جن لوگوں کے پاس ذاتی نوٹ بک اور بیاض کی صورت میں نوشتہ آیات وغیرہ تھیں ان کے جملانے کا حکم دے دیا تاکہ کسی کا غلط یا غیر متب لکھا ہوا نوشتہ اختلاف کا سبب نہ بن جائے۔

حضرت ابو بکر و عمر و عثمانؓ کی اس خدمت قرآن کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں

اعظم الناس اجرا في المصاحف
الوكران ابابكر كان اول من جمع
القدان بين اللوحين (تاریخ الخلفاء)

قرآن کی خدمت کے سلسلے میں سب لوگوں سے زیادہ ثواب حضرت ابو بکرؓ کو ملے گا۔ کیونکہ آپؓ سب سے پہلے وہ شخص تھے جس نے قرآن پاک دو گنتوں کے درمیان محفوظ و جمع کیا۔

حضرت عثمانؓ کے متعلق فرماتے تھے۔ لوگو! حضرت عثمانؓ نے جمع مصاحف اور ان کی اشاعت کے متعلق جو کچھ ہماری رائے سے کیا۔ ان کی جگہ ہم ہوتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ (تاریخ الخلفاء)

الخرض نہ نبی امت سے بغیر قرآن دیئے رخصت ہوئے نہ آپؐ سے منصب رسالت میں معاذ اللہ کوتاہی ہوئی نہ دین ناقص رہا۔ قرآن کی حفاظت کرنے والے خدا نے شیطان دشمنان قرآن سے مشورہ کیے بغیر نبیؐ اور اس کے اصحابؓ سے اپنے اپنے زمانے میں خدمت قرآن کے سب مراحل طے کرا دیئے۔ عہد نبویؐ میں بیکجا مصحف جمع نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ رفتہ رفتہ قرآن اتر رہا تھا۔ کئی آیات منکافی اور وقتی ہوتی تھیں جو کچھ عرصہ بعد منسوخ ہو جاتی تھیں۔ اب اگر مرقا قرآن لکھا گیا ہوتا تو اغلب یہ تھا کہ کسی تک منسوخ آیت کی اطلاع نہ پہنچتی اور وہ یونہی یاد کر لیتا۔ یا مصحف میں درج کر لیتا تو بعد میں انتشار واقع ہو جاتا۔ لہذا اللہ اور اس کے رسولؐ نے باقاعدہ حفظِ قلوب سے جمع کا اہتمام فرمایا جو آیت منسوخ کرنی ہوتی وہ خود بخود پیغمبرؐ اور صحابہ کرامؓ کو بھلا دی جاتی۔ جیسے ارشاد ہے۔

مَا نَسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا
نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا (نحلہ ۱۳۶)

ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی لائیں گے

سُنُّكَ فَلَا تَلْسُ إِلَّا مَا شَاءَ
ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہ
بھولیں گے۔ بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ

(بصورتِ نسخ) بھلا نا چاہے۔

اس موضوع پر اتنا کافی ہے۔ اب ان سوالات کا جواب ختم کیا جاتا ہے۔

سوال ۴۸۔ آپ مسلمان کا تباہ دہی کی لمبی جوڑی فہرست لکھتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور قرآن مجید لکھواتے رہے اور محفوظ فرماتے رہے لیکن تعجب ہے کہ بعد از رسول زمانہ عثمان تک لوگوں کو قرآن نہ مل سکا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟
جواب۔ خط کشیدہ جملہ کے نیور بناتے ہیں کہ یہ کوئی یہودی یا عیسائی مسلمانوں کو قرآن مجید لکھ کر محفوظ کرنے پر ڈانٹ رہا ہے۔ الحمد للہ بھٹی واقعی ہم ہی مسلمان ہیں اور ہم ہی قرآن کی کتابت اور حفاظت کرنے والے ہیں۔

ابن سعادت بزورِ بازو نیست تازہ بخشہ خداے بخشندہ

قرآن کے جمع و محفوظ ہو کر گھر گھر پہنچے اور پڑھے جانے سے جو آپ کو دکھ اور قلق ہے وہ آپ کو مبارک ہو۔ ہم بالابہ تفصیل لکھ چکے ہیں کہ عہد نبوی میں قرآن حفظاً و کتابتہ دونوں طرح جمع تھا۔ مگر نسخ و اضافہ کا احتمال تھا۔ اس لیے مکتوب پر اعتماد نہ کرایا گیا۔ پھر دورِ صدیقی سے دور عثمان تک کتابت جمع ہو گیا تو بھی حفظ پر اعتماد تھا۔ مگر اب اسلامی حکومت کی وسعت، کثیر تعدادِ جمعیوں کے اسلام میں داخلے کی بنا پر تبلیغ قرآن کو منظم کرنے کے لیے کتابی مصحف پر اعتماد کیا گیا اور اختلاف کی جڑ کاٹ دی گئی۔

آپ کو چونکہ قرآن کریم اور اسلامی اصول کے اتحاد سے بیر ہے۔ آپ چاہتے ہوں گے کہ اسے یکجا جمع نہ کیا جاتا تا کہ احادیث میں انتشار کی طرح آج قرآن بھی بیسیوں قسم کا ہوتا ہر ایک کے پاس الگ آیات ہوتیں۔ مگر اللہ نے محسوس و یہود کی یہ سازش ناکام کر دی اب وہ دم گھٹ کر حسب موقعہ قرآن پر حملے اور اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ قرآن اور اہل قرآن و سنت کا بگاڑ کچھ نہیں سکتے۔

بُرِّئُونَ أَنْ يُطِيعُوا أَوْسَ اللَّهِ
وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور قرآن کو اپنی

بَاؤَاهُمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يَتَمَتُّوا
بھونکوں سے بجا دیں مگر اللہ اس سے
انکاری ہے۔ وہ نور قرآن کو سب دنیا
میں پورا پھیلانے گا۔ گو کفار کو یہ بات ناپسند ہوگی۔

سوال ۴۹۔ آپ کو حافظوں پر بہت ناز ہے۔ لہذا آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحابہ میں بہت حافظ قرآن تھے۔ چنانچہ بتائیے حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی میں حافظ قرآن کون تھا۔ حوالہ مکمل دیجئے۔ کتابیں اپنی دیکھیے۔

جواب۔ جی ہاں، اس نعمتِ خدا داد پر الحمد للہ ہم کو ناز ہے۔ آپ کو دے دینے میں سر پرستی ڈالنے، ازواجِ نبی، بناتِ نبی، یارانِ نبی، اصحابِ نبی اور اقرباءِ نبی پر تبرع کرنے اور منتہ کرنے پر نواز ہو اور ہمیں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی کتاب ہدایت و شفا پر بھی ناز نہ ہو؟

ہر کے راہر کار سے ساختند میل اور در دشت انداختند
آپ کے سیاہ پوش، سبے پوش عزادار طائفے حافظ قرآن کی جماعت اور محسوم طلبہ کتاب کو گلی کوچوں میں ہزار گھوریں۔ آوازے کیسے، طنزیں لگائیں اور منہ پڑائیں۔ یہ قرآن دشمنی اور سیرتِ بولہبی ان کو مبارک ہو۔ ان شاء اللہ قرآن نبی، جماعتِ نبی اور اہل بیت نبی ہمارے ہیں۔ قیامت کے دن ہم انہی کے دامنِ پناہ میں ہوں گے۔ آپ وہاں بھی گندھک کا کالا کر نہ پہنے اور زنجیروں سے لیس ماتم کدوں میں اشکبار ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

صحابہ کرام میں ہزاروں حافظ و قاری تھے۔ عام صحابہ
خلقاء راشدین حافظ قرآن تھے

میں شہید ہوئے تو بقیہ کی تعداد کا کیا کتنا؟ پھر اکابر و اجل صحابہ کے حافظ قرآن ہونے میں شک کسے ہو سکتا ہے؟ ضرور ان کے نام کے ساتھ الحافظ بھی لکھا جائے۔ مع ہذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں۔

۱۔ قال النووي في تهذيبه
علامہ نووی (شراح مسلم، تہذیب میں لکھتے
الصديق احد الصحابة الذين حفظوا
ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ان صحابہ میں سے

القرآن کلہ (تاریخ الخلفاء ص ۱)
تھے جنہوں نے عمدتاً ہی میں سارا قرآن
حفظ کیا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب کے متعلق اکابر صحابہ کا بیان سنیے۔

۲۔ ابن مسعود فرماتے ہیں۔ (۱) اگر عمر کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے
اور دوسرے پلڑے میں تمام زمین کے لوگوں کا تو عمر کا علم ان کے علم پر غالب آجائے۔ بلاشبہ
صحابہ کرام نے کئی وفات سے ۹ حصے دین چلا گیا۔ (طبرانی حاکم تاریخ الخلفاء ص ۹)
(ب) ابن مسعود ہی فرماتے ہیں کہ جب نیکوں کا ذکر کیا جائے تو عمر کو بھی ضرور مبارک
اور خراج تحسین پیش کیا کرو۔

ان عمر اعلمنا بکتاب اللہ ف
بے شک عمر سب سے زیادہ اللہ کی کتاب
کے عالم تھے اور ہم سب سے بڑھ کر اللہ کے
دین کو سمجھتے تھے۔

(ج) حضرت قتیبہ بن جابر فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے حضرت ابوبکرؓ سے بہتر آدمی
نہ دیکھا اور میں نے حضرت عمرؓ کے سوا کتاب اللہ کا بڑا عالم۔ اللہ کے
دین کا بڑا سمجھدار، اللہ کی حدوں کو قائم کرنے والا اور لوگوں کے دلوں میں زیادہ بارعب
نہیں دیکھا اور حضرت عثمانؓ سے بڑھ کر زیادہ جبار و لایسہ نہ دیکھا (ابن الاثیر ج ۱ ص ۱۷۱)
یہ واضح اور شبہ سے بالا بات ہے۔ کہ بالفاق صحابہ کرام اللہ اعلم بکتاب اللہ اور اقر بکتاب اللہ
افقہ فی دین اللہ کی شان والے حضرت عمرؓ یقیناً حافظ تھے۔

۳۔ حضرت ناکم زہرہ عثمانؓ بواہوں سے کہتی تھیں۔ ”یہ ایک رکعت میں سارا قرآن
پڑھتے ہیں اور پوری رات لگاتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء)

۴۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں اتری جس کو میں نہ جانتا
ہوں کہ کہاں اور کن لوگوں کے بارے میں اتری۔ (طبقات ابن سعد)

ختمین کا یہ فعل و قول حافظ ہونے کی شہادت ہے۔
عبدالرحمن بنتی کہتے ہیں کہ میں نے مقام ابراہیم میں ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا اس نے

فاتحہ شروع کیا اور والناس تک ختم کیا۔ پھر چلتا بنا۔ میں نے دیکھا تو وہ عثمان بنے
عفاں تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۵۶)

سوال ۵۔ اگر اصحاب ثلاثہ حفاظ قرآن نہ تھے تو پھر شیعوں پر باوجود موجودگی
حفاظ کے یہ طعن کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب۔ شیعہ حضرات کو جب موجودہ قرآن کی ترتیب و تکمیل پر ایمان ہی نہیں ہے۔
تو وہ اس کے حفظ میں متحر اور وقت کیوں کھپائیں اس لیے ان کا حافظ نہ ہونا ایک
عقلی اور مشاہدہ کی بات ہے۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص بحث و مباحثہ اور مناظرہ و جدال
کی خاطر کچھ سورتیں یا پارے یاد کر لے ایسے خود غرض یا ناقص حفظ کرنے والے حفاظ
یہود و نصاریٰ۔ آریہ اور ہنود وغیرہ ان قوموں میں بھی پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں
سے مذہبی مناظرے جاری رکھتے ہیں۔ بالفرض خانہ پری کے لیے ایک آدمہ مان بھی لیا
جائے تو النادر کا معدوم شیعہ کا کمال نہ سمجھا جائے گا اور یہ مقولہ درست ہی رہے گا کہ
شیعوں میں حافظ قرآن نہیں ہوا کرتے۔ چنانچہ شیعہ علامہ محمد حسین ڈھکو شیعوں کو شرم
دلانے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”کس قدر شرم کی بات ہے کہ حافظ قرآن ہونا تو درکنار قادی
قرآن بھی بہت کم ملیں گے۔ نماز باجماعت اور نماز جمعہ سے تو غرض ہی کیا۔ عذبات عالیہ
کی زیارات کو اگر ۱۰۰ جائیں گے تو حج کو پاچھ بھی نہیں۔ امام باڑوں کی عمارتیں عالیشان
ہیں۔ ہزاروں روپے کا شیشہ آلات وغیرہ موجود ہیں مگر مساجد ویران پڑی ہیں“
(سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین ص ۵۹)

حضرت علیؓ کے جمع قرآن کا افسانہ

سوال ۵۔ آپ کے مذہب کی معتد کتاب اتفاق سیوطی ج ۱ ص ۵۹ پر لکھا ہے کہ حضرت
علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ قرآن میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ پس میرے دل نے کہا میں
نماز کے سوا اپنی روانہ پہنوں گا تا اینکه میں قرآن جمع کر لوں حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ آپ نے
ٹھیک دیکھا۔ یہ روایت عکرمہ سے مروی ہے جو مذہب سنیہ کا معتد امام ہے اور اس روایت
کو ہر سنی درست مانتا ہے۔ کیا یہ ثبوت کافی نہیں کہ بعد از رسولؐ آپ کے مذہب کی مطابقت

کلام خدا میں اضافہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے قائل مسلمان ہی ہوں گے۔ پھر آپ قرآن کے الہامی غیر محرف ماننے کو کس دلیل سے تقویت دے سکتے ہیں؟

یواب۔ اتفاق کی روایت صحیح ہو یا غلط۔ یہ تو بعد کی بات ہے۔ آپ نے تو لمبی چوڑی تقریر کر کے قرآن کے محرف اور غیر الہامی ہونے کے اپنے عقیدہ کو واضح کر ہی دیا اب آپ ہمارے بجائے عین مسلمانوں سے ہی اپنے متعلق فتویٰ پوچھ لیں کہ آیا آپ دشمن قرآن اور خارج از اسلام ہوئے یا نہیں۔ آپ نے یہ حوالہ نقل کرنے میں بھی خیانت سے کام لیا۔ اصل عبارت یہ ہے۔

”الوداؤد نے کتاب المصاحف میں لحد حسن عبد خیر سے یہ نقل کیا ہے اس نے کہا میں نے حضرت علی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خدمت قرآن کے سلسلے میں سب سے زیادہ ثواب ابو بکرؓ کو ملے گا۔ اللہ کی ان پر رحمت ہو وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اللہ کی کتاب کو جمع کیا۔ لیکن ابن سیرین کی سند سے یہ روایت بھی نکالی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے میں نے قسم کھالی کہ اس وقت تک چادر نہ اوڑھوں گا جب تک قرآن جمع نہ کر لوں چنانچہ میں نے جمع کیا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں یہ اثر ضعیف ہے کیونکہ اکی سند منقطع ہے۔ یعنی درمیان کے راوی نہیں ہیں، اور اگر اسے صحیح فرض کیا جائے تو حضرت علیؓ کا مطلب بطور یادداشت حفظ اور جمع کرنا ہے عبد خیر کی سابقہ روایت ہی آپ سے صحیح ہے اور قابل اعتماد ہے۔“

پھر علامہ سیوطی ایک اور سند سے یہی روایت نقل کرتے ہیں جس کا مفید مطلب ناقص حوالہ مترض نے دیا ہے۔ وہ پوری یوں ہے۔

”عمرہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سبیت کے بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب گھر میں بیٹھ رہے حضرت ابو بکرؓ سے کہا گیا کہ حضرت علیؓ نے آپ کی سبیت ناپسند کی آپ نے قاصد بھیج کر کھچوایا۔ کیا آپ نے میری سبیت کو پسند نہیں فرمایا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ایسا نہیں۔ پھر آپ کیوں بیٹھ رہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں نے خیال کیا کہ اللہ کی کتاب میں زیادتی کی جا رہی ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں نماز کے بغیر چادر نہ

پہنوں گا جب تک کہ قرآن جمع نہ کر لوں حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ آپ نے اچھا خیال کیا۔ محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ سے کہا۔ کیا صحابہ کرامؓ نے اسی ترتیب پر قرآن جمع کیا کہ جو آیت و سورت پہلے ان ہی سے پہلے لکھا؟ تو عمرہ نے کہا کہ اگر تمام جن و انس جمع ہو کر ایسی ترتیب دینا چاہتے تو ایسا نہ کر سکتے۔ ابن اسحاقؒ نے ایک اور سند سے ابن سیرینؒ سے مصاحف سے یہ نقل کیا ہے کہ میں نے وہ (حضرت علیؓ کی محبوبہ) کتاب تلاش کی اور اہل مدینہ کو بھی لکھا مگر میں اسے نہ پاسکا (الاتقان ج ۱ ص ۵۵)

اس روایت کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کے رواۃ پر بصرہ و تنقید کی گئی ہے۔ ایک راوی ہودہ بن خلیفہ ہیں۔ امام احمدؒ کہتے ہیں۔ وہ ٹھیک حدیثیں بیان نہیں کرتا تھا ہاں میرے خیال میں راست گو تھا۔ ابن مجینؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ایک راوی عون بن محمد کی ولدیت مجہول ہے۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں عون نامی تین راویوں کا ذکر یوں ہے۔ عون بن عمارہ قبسی البصری۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں۔ وہ معروف و منکر و ائینیں بیان کرتا تھا۔ ابوداؤد ضعیف کہتے ہیں۔ ابوحاتم ضعیف اور منکر الحدیث کہتے ہیں۔ دوسرے عون بن عمرو انوریاح ہیں۔ اسے ابن مجینؒ لاشی کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ منکر الحدیث اور مجہول کہتے ہیں۔ تیسرے عون بن محمد کنذی ہیں۔ یہ اخباری قصہ گو تھا۔ صولی کے سوا کسی نے اس سے روایت نہیں کی۔ ایک عون ابو محمد کنذی والے بصری ابویوسی اشعرنی سے راوی ہیں۔ یہ بھی مجہول ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۷۴، ۳۷۵)

بہر حال جب سند ابیہ روایت منقطع اور ضعیف ہے اور مضموناً منکر یعنی ثقات کی روایت کے خلاف ہے۔ تو تحریف قرآن یا ایک نئے قرآن کی جمع و ترتیب پر اس سے استدلال باطل ہے۔

روایت کے متعلق دوسری بات یہ ہے کہ بظاہر یہ روایت بتاتی ہے کہ حضرت علیؓ ترتیب نزولی پر قرآن جمع کرنا چاہتے تھے اور اس کے خلاف ترتیب کو ایک قسم کا اضافہ جانتے تھے۔ مگر کوشش کے باوجود آپؓ ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ ہر سورت کی فردا فردا اثبات نزول پر چھان بین کرنا اور پھر جمع کرنا تمام جن و انس کے بس کا روگ نہ تھا چہ جائیکہ وہ ایک

نماز کے وقفہ میں مکمل ہو جائے۔ بالفرض اس کا وجود مانا بھی جائے تو آپ کا یہ مرتبہ نہ تہ
حکمت الہی سے مقبول عام اور شائع ہونے کے بجائے مفقود ہو گیا کہ تلاش بسیار کے باوجود
ابن ہریرہ جیسے علماء کو بھی نہیں ملا جس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اللہ کے ہاں قرآن
کی یہی ترتیب صحیح اور واجب العمل ہے جو موجودہ ہے۔ اور یہی لوح محفوظ کے مطابق ہے
اس کے سوا ہر سب سے ترتیب کا اللہ نے نشان مٹا دیا اور قرآن پاک کو اختلاف و تحریف
سے محفوظ کر دیا۔ لہذا اسی قرآن کی صحت و ترتیب کو ماننا واجب ہے اور اس کے خلاف
کہنا، سمجھنا، زندہ اور بے ایمانی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے فرمان کا مقصد جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ تو یہ ہے
کہ قرآن کو محفوظ کتابی شکل میں کر لینا چاہیے۔ اور میں بھی یہ خدمت بجا لا سکتا ہوں کیونکہ
نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ وہ زبانِ تعلیم و تعلم کی صورت میں دانستہ
یا نادانستہ جملہ بڑھا گھٹا بھی سکتے ہیں تو اندیشہ ہے کہ غیر جمع اور غیر مکتوب و محفوظ ہونے
کی صورت میں اس کی اصلیت متاثر ہو۔ جیسے دور عثمانؓ میں حضرت عبداللہؓ نے اذین
میں لوگوں کو اختلاف کرتے دیکھا تو حضرت عثمانؓ تک پہنچے۔ جیسے مفصل حدیث گزری۔
تو حضرت علیؑ کا یہ فرمان جمع قرآن کی ضرورت کا اظہار اور مشورہ ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ
نے دیا تھا۔ اور جب حضرت ابوبکرؓ نے اس پر عمل کر کے قرآن کو مجموع و مکتوب در مصحف
کر لیا تو وہ خدشہ جاتا رہا۔ شبیہ کو قلق اس بات کا ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ سے یہ
خدمت نہیں لی گئی۔ تو خلیفہ وقت کسی بزرگ کا مشورہ قبول کر کے جانفشانی اور سخت
محنت کا کام کسی اور کے سپرد کر سکتا ہے۔ اور یہی حضرت ابوبکرؓ نے کیا کہ زید بن ثابتؓ
کو اس بارگراں کا ذمہ دار بنایا۔ اب کیا حضرت علیؑ کو حضرت زید بن ثابتؓ کے مجموع و
مکتوب مصحف پر اعتراض تھا؟ تاریخ و سیرت اس کی کوئی نشاندہی نہیں کرتیں۔ کیا حضرت
علیؑ نے اس کے برعکس ترتیب پر کوئی قرآن جمع کیا یا اس کو پڑھا پڑھایا۔ اس کا ذکر
بھی کسی ٹھوس روایت یا معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ بلکہ حضرت علیؑ نے اور پھر ان کی
اولاد نے بھی وہی قرآن پڑھا پڑھایا جو سب لوگوں کے ہاتھ میں مصحف تھا۔ اب خواہ خواہ

قرآن کو مشکوک ظاہر کرنے اور اپنی قرآن دشمنی بتانے کے لیے حضرت علیؑ کے ابتدائی مشورہ
مع خدشہ کو غلط رنگ دینا کونسی عقل مندی اور انصاف و دین کی بات ہے۔ اللہ شہید
کو فہم صحیح اور قرآن سے محبت نصیب کرے۔

سوال ۵۲۔ آپ کی صحیح بخاری میں ہے کہ رسول قرآن کو بھول جاتے تھے جب
صاحب کتاب نبی ہی بھول جائے تو کلام کی صحت مشکوک ہو جاتی ہے۔ لہذا آپ کے
مذہب میں قرآن معتد نہ رہا اور نہ ہی حیثیت رسول قائم رہی جب کتاب و سنت ہی معتد
نہ رہی اور مشکوک ہو گئی تو مذہب یقینی کیونکر ہوا؟

جواب۔ یہ دھواں دھار تقریر تبلیغ قرآن میں سہو ہو جانے
مسئلہ سہو علیہم السلام پر اگر کسی ہے تو بالکل غلط اور بے جا ہے۔ کیونکہ ہم اہلسنت
والجماعت تبلیغ احکام اور تعلیم قرآن میں نہ سہو سہو کے قائل ہیں نہ شبیہ کی طرح تفتیہ اور ڈر
یا مصلحت اندیشی کے راگ الاپتے ہیں۔ تبلیغ دین میں سہو نہ ہو سکتے پر حوالہ جات ملاحظہ
ہوں۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔

”علامہ کرمانی فرماتے ہیں۔ اگر آپ کہیں حضور صلی اللہ علیہ السلام کا قرآن بھولنا کیسے
جاننے ہے؟ میں کہتا ہوں (بھولنا درست نہیں) منجانب اللہ بھلایا جانا مراد ہے۔ اور یہ
اختیاری چیز نہیں ہے۔ جمہور علماء کے قول میں آپ پر نسیان صرف ان امور میں جائز
ہے جن کی تبلیغ و تعلیم آپ نہ فرماتے ہوں۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ نسیان بچتہ نہ ہو بلکہ
یاد آجائے۔“

واما غیلا فلا یحوز قبل التبلیغ واما
نسیان ما بلغه کما فی ہذا الحدیث فقہ
جائز۔ (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۵۳۳)
تبلیغ و تعلیم کے امور میں اور ایسی آیات
میں تبلیغ سے پہلے بھول جانا جائز نہیں ہاں
تبلیغ کے بعد جائز ہے (یعنی امکان بخالی ہے)
جیسا کہ حدیث ہذا میں ہے۔“

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق آیا فَنَسِيَ۔ آپ بھول گئے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے متعلق انشاء اللہ نہ کہنے کے سلسلے میں ارشاد ہے۔ وَادْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتُ کہ

کسی وقت اللہ کا نام لینا بھول جائیں تو پھر خدا کو یاد کر لیں۔ ان آیات کی رو سے عقلاً ممکن ہے کہ لازمہ بشری کے تحت کسی وقت کوئی آیت آپ کے ذہن مبارک سے اوجھل ہو جائے پھر کسی کے پڑھنے سے یاد آجائے۔ حدیث محولہ بالا کا مقصد یہی ہے۔ یہ عارضی بھول چوک غیر اختیاری معاف اور بے عیب چیز ہے۔ مذہب شیعہ کے ستون حقن طوسی نے اپنی تفسیر النبیان میں آیت **وَأَنهَآ يَنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ** (دیکھ) کے تحت لیا ہے **يَسْمِيكَ كَمَا صَافِ** اقرار بلکہ سنی و شیعہ کا متفق علیہ مسئلہ ہونا بتایا ہے۔ الخوض شور و شغب خاص تفکر وغیرہ کی صورت میں لازمہ بشری کے تحت امکان ہے کہ محض تلاوت و قرأت میں کوئی لفظ بھول چھوٹ جائے۔ اس کا تبلیغ دین اور پیغمبرانہ حیثیت پر اثر بالکل نہیں پڑتا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۵۰ھ میں شیعہ کے اسی کبیدہ کے جواب میں فرماتے ہیں۔ اور سابقہ گزرا کہ سہو افعال بشریہ میں کچھ کوتاہی نہیں کرتا تا کہ انبیاء کو اس سے بچائیں۔ ہاں احکام الہی پہنچانے میں سہو روا نہیں ہے سو کسی نبی کو ہوا بھی نہیں۔ مگر اغلب یہ ہے کہ محولہ بالا روایت یا تو نسخ کے سلسلے میں ہے۔ کہ جو آیات اللہ تعالیٰ منسوخ کرتے ہیں وہ پیغمبر علیہ السلام کو بھلا دیتے ہیں۔ اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔ ارشاد ہے۔ **سَنَقُولُكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ**۔ ہم آپ کو قرآن پڑھائیگے تو آپ نہ بھولیں گے۔ بجز اس (منسوخ) حصہ کے جو اللہ بھلانا چاہے۔

یا عارضی طور پر ذہن سے ذہول مراد ہے جو طبع بشری ہے پھر حلبی یاد آجاتی ہے۔ محدث اسماعیلی نے لبیان پیغمبر کی یہ دو صورتیں ذکر کی ہیں جو موجب طعن نہیں ہے۔ (فتح الباری بحوالہ حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۴۵۳)

لہذا ہمارے اصول مذہب پر نہ کلام اللہ کی صحت مشکوک ہوئی نہ حیثیت رسول پر حرف آیات کتاب و سنت غیر معتد اور مشکوک ہوئی یہ سب دشمن کے دل کی جلیں ہے۔ ہاں شیعہ اصول پر کتاب اللہ کی صحت۔ کتاب و سنت کا اعتقاد اور مذہب کا یقینی ہونا بالکل ختم ہو گیا۔ کیونکہ وہ کتاب اللہ کو محرف مانتے ہیں۔ سنت رسول کو بعد از وفات حجت اور قابل اتباع مانتے ہی نہیں۔ نبوت کے بجائے امامت ایجاد کی مگر اسے بھی

تفتیہ کی نذر کر دیا۔ حضرت جعفر و باقرؑ جیسے بزرگ بھی التفتیہ من دینی ومن دین ابائی کا درس دیتے رہے۔ اور اپنے شیعوں کو مہدی غائب کا تصور دلا کر مذہب اور وحی الہی کا یوں صفایا کر دیا۔

فما من شیء علیہ الناس البوہ الا وهو منہی عما نزل بہ الوحی من عند اللہ فاجب رحمک اللہ من حیث یدعی الی حیث یدعی حتی یاتی من لیستلف بکم دین اللہ استینافاً (مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۳۱۵)

اگرچہ جس مسئلہ پر بھی سب لوگ (شیعہ و سنی) قائم ہیں وہ اس وحی کے برخلاف ہے جو اللہ کی طرف سے اتری۔ اسے زرارہ اللہ کی تجویر و حجت ہو تجھے جو جو باتیں (متضاد باتیں) ماننے کو کہا جائے ماننا جایا بہاں تک کہ وہ ہستی (امام مہدیؑ) آجائے جو تم کو نئے سرے سے اللہ کا دین (وحی الہی کے مطابق) سکھائے

اس حدیث نے تولد جعفریہ اور ان کے دین جعفری کا بھانڈا چور ہے میں پھوٹ دیا۔ کہ امام جعفر و باقرؑ نے بھی وحی الہی والا صحیح دین اپنے شیعوں کو نہیں پڑھایا۔ تا بدیگر اس پر رسد۔

سوال ۵۳۔ آپ کی بے شمار احادیث کی کتب یقیناً شیعہ تحریفستان کے قائل ہیں۔ میں متعدد دشواہد مرقوم ہیں کہ آپ کے مذہب کے مطابق قرآن محرف ہے اور اس میں کمی بیشی کی گئی ہے۔ مثلاً اتفاق میں ہے کہ سورۃ حزاب کی دو سو آیات تھیں لیکن اب ۳۷ ہیں۔ باقی کیا ہوئیں۔ اگر منسوخ ہوئیں تو اس کی نسخ آیات کی نشاندہی کی جائے۔ اسی طرح اتفاق ۲۵۷ پر ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا تم ب سے کوئی برگزیدہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن لے لیا۔ اسے کس نے بتایا کہ پورا قرآن کتنا تھا۔ الا کہ اس میں سے بہت سا قرآن جانا رہا ہے۔ لیکن اسے یہ کہنا چاہیے کہ میں نے اتنا لیا ہے جتنا قرآن میں سے ظاہر ہوا ہے۔ ان روایات کی موجودگی میں آپ کے مذہب کے مطابق قرآن محرف ہے ذرا تشریح فرما دیجیے۔

جواب۔ مسئلہ تحریف قرآن صرف شیعہ کا مسئلہ ہے۔ ان ۱۹ اقرا روں کے ساتھ ان کا اس پر اعتقاد ہے۔ ان کی دو ہزار مندرجہ ذیل روایتیں ہیں وہ تحریف قرآن پر دلالت ہیں

صریح ہیں۔ وہ سب ثقہ مؤلفین شیعہ کی مستہ کتابوں کا فی کلیبی وغیرہ میں ہیں۔ وہ اس کے محرف ہونے کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ ان کی عقل و عقل کے بھی مطابق ہے کیونکہ جب وہ سب صحابہ کرامؓ کو خائیں، غاصب اور بے ایمان معاذ اللہ جانتے ہیں۔ اور مستثنیٰ ۳۔ م حضرات کو ثقہ کرنے والا بتاتے ہیں تو ان صحابہ کرامؓ سے منقول قرآن پاک کیسے درست ہو سکتا ہے۔ ان کی اہمات کتب کا فی کلیبی وغیرہ اس عقیدہ سے بھری پڑی ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اور سنی علماء اسلام نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں تو شیعہ حضرات اٹھ چور کو تو ال کو ڈانٹے۔ نشانہ وطنی تحریف سے بچنے کے لیے اہل سنت کی بحث نسخ کی روایات کو مزارعہ میں پیش کر کے مسئلہ کا رخ پھیر دیتے ہیں اور اپنے عقیدہ پر پر وہ ڈال کر جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں یہ ”ڈوبنے کو تنکے کا سہارا“ بالکل مذموم اور بوسیدہ حرکت ہے۔ شیعہ ہزار گز گز کی طرح رنگ بدلیں وہ اپنے تحریف قرآن کے عقیدہ سے دامن چھڑا نہیں سکتے۔ میں کہتا ہوں شیعہ حضرات درج ذیل فتویٰ لکھ دیں ہم ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔ ”ہم تمام شیعوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک جو لوگوں کے پاس موجود ہے یہ بالکل وہی قرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو پڑھا کر ان کے سپرد کر گئے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ نہ آیات کا اضافہ ہوا نہ نکالی گئیں۔ نہ آیات اور سورۃ کی ترتیب بدلائی گئی۔ اور جو شخص بعد از زمانہ نبوت اس میں کسی قسم کی تحریف اور کمی بیشی کا قائل ہو وہ ہمارے نزدیک خارج از اسلام اور بے ایمان ہے۔ اس سے دین کی کوئی بھی بات حاصل کرنا حرام ہے۔ ایسے لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔“ ہم تمام سنی اس فتویٰ پر دستخط کرنے کو تیار ہیں۔

شیعہ حضرات اگر واقعی تحریف کے منکر صحت قرآن کے قائل اور منکر کو کا فر کہتے ہیں تو سب ذمہ دار علماء دستخط کر دیں۔ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ گو شیعوں سے ایسی توقع نہیں ہے۔

نہ خنجر اٹھیکانہ تلوار ان سے یہ باز و میر سے آزمائے ہوئے ہیں۔

جب شیعہ ایسا لکھ کر نہیں دے سکتے اور واقعی نہیں دے سکتے کہ ان کے قائل تحریف تمام محدثین کا فر ہو جائیں گے۔ ان کی اہمات کتب سب بے اعتبار ہو جائیں گی۔ وہ امامت کے مسئلے پر بھی حدیث پیش نہیں کر سکیں گے کیونکہ روایات تحریف قرآن کتب شیعہ میں مسئلہ امامت سے کم نہیں دو ہزار سے زائد ہیں ثقہ مؤلفین نے اپنی ثقہ واساسی کتب میں درج کی ہیں۔ وہ خود تحریف کے قائل تھے ایسی صورت میں اقلان وغیرہ سے اختلاف قرأت اور منوخ قسم کی روایات سے استدلال کرتے وقت شیعہ حضرات کو کچھ تو انصاف اور شرم و حیا کی لاج رکھنی چاہیے۔ تحریف قرآن پر اگر مواد دیکھنا ہو تو علامہ نذری شیعہ ایرانی کی کتاب ”فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب“ کا مطالعہ کریں۔ وہ کتاب جو زمانہ پرست شیعہ کے مفاد کے خلاف ہے۔ اس وجہ سے حکومت ایران نے اس پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔ صرف چند روایات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ بہت سی معتبر حدیثیں ہیں جو قرآن میں کمی بیشی پر صریح دلالت کرتی ہیں علاوہ ان احادیث کے جو دلائل سابقہ کے ضمن میں بیان ہو چکی ہیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن مقدار نزول سے بہت کم ہے اور یہ کمی کسی آیت یا سورت کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ حدیثیں ان کتب متفرقہ میں پھیلی ہوئی ہیں جن پر ہمارے مذہب کا اعتماد ہے۔ اور شیعہ مذہب کا ان کی طرف رجوع ہے۔ میں نے وہ سب حدیثیں (فصل الخطاب میں) جمع کر دی ہیں جو میری نظر سے گزری ہیں۔ (فصل الخطاب ص ۲۱۱ مطبوعہ ایران)

۲۔ تحریف قرآن پر صاف دال ہیں ۳۔ ان کتب میں ہیں جو مذہب کی اساسی کتب ہیں۔

۲۔ وہی کشیدۃ جد احتی
قال السيد نعمة الله الجن الثری ان
الاخبار الدالة على ذلك تزيد على الفی
حدیث داعمی استفادتها جماعة
کالمفید والمحقق الاماد والعلامة
تحریف کی روایات بہت ہی زیادہ ہیں۔
یہاں تک کہ سید نعمت اللہ جنہ الرمی نے
اپنی بعض تالیفات میں کہا ہے کہ تحریف پر
دال حدیثیں دو ہزار سے زائد ہیں۔ ایک
جماعت نے ان کے متوازن و متفیض ہونے

المجلسی بل الشیخ القضا صرح فی التبیان
بکثرتها بل ادعی تواثرها جماعۃ یأتی
ذکرهم (فصل الخطاب ص ۲۲۴) بحوالہ رسالہ
تخریفات قرآن از مولانا اللہ یار خاں صاحب،
اس سے مزید واقعات ثابت ہوئے کہ روایات تحریف و ہزار سے زائد اور متواتر
ہیں۔ بڑے بڑے محقق علمائے ان کے مستفیض و متواتر ہونے کا اعتراف کر کے اپنے عقیدہ
تخریف کی بھی شہادت دے دی ہے۔

چھٹا اقرار کہ عقلاً بھی شدید تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ مستغنی از ثبوت ہے۔ اور خود
ہمارے سائل عبدالکرم مشتاق زیر بحث سوال میں عقیدہ تحریف قرآن کا برملا اظہار کر رہے
ہیں۔ شیعہ کے مستند اور مقبول عام ترجمہ مولوی مقبول دہلوی کے حاشیہ پر سیویں آیات کو لفظی
محرف بتلایا ہے۔ زائد حال و ماضی کے متنبہ شیعہ علماء کی اس پر تصدیقات ہیں کسی نے تحریف
کی روایات پر اختلافی نوٹ نہیں لکھا۔ معلوم ہو کہ عقیدہ تحریف قرآن سب شیعہ علماء کا بنیادی
مسلمہ عقیدہ ہے۔ صرف بطور تقنیہ و کتمان اہل سنت یا اپنے عوام کے سامنے برملا اعتراف نہیں
کرتے جیسے ان کے متغذین و منانین علماء میں سے صرف چار علماء نے عقیدہ تحریف کا
بظاہر انکار کیا مگر وہ بھی تقنیہ ہے۔ کیونکہ قائلین تحریف قرآن کی تکفیر نہیں کی۔ اصول کافی ج ۱
کا باب تحریف (باب فیہ تنفی من التزیل فی الولاۃ ص ۳۶) طبع ایران ہر عالم کو
پڑھنا چاہیے۔ ہمارے سائل نے ایک نجی خط میں لکھا ہے کہ جو قرآن حضرت ہمدی کے پاس ہے
انسان کی مذکورہ بالا روایات کے کئی مرتبہ جواب دیئے

اتقان کی روایات نسخ کا بیان | اچانکے میں۔ مگر ہمدی ختم چپ نہیں ہوتا۔ مزید عرض
کیا جاتا ہے کہ یہ روایات نسخ کی فصل اور باب سے ہیں۔ خیانت پیشہ شیعہ مؤلف ان کا
محل وقوع تو بتاتے نہیں اور لوگوں کو گمراہی اور مغالطہ میں ڈالتے ہیں نسخ دو قسم کا قرآن
میں ہوا ہے۔ ایک نسخ فی الاحکام یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک حکم انارا اور وہ اللہ کے علم میں
عمود و وقت کے لیے تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے موقع پر اس کے خلاف حکم نازل فرما کر

گویا اسے منسوخ کر دیا۔ ایسا منسوخ بعض دفعہ تلاوت سے بھی کر دیا گیا ہے کہ اب وہ
آیات قرآن میں نہیں پڑھی جاتی ہیں اور بعض دفعہ تلاوت میں ہے مگر فی نفسہ منسوخ ہے
جیسے سورہ کی عدت کی آیت (الفرد ۳۱) نے پہلے پورے سال کی عدت بتائی ہے ۳۰ کی آیت نے
چار ماہ دس دن کی عدت بتائی۔ اب دوسری پر عمل ہوتا ہے۔ اس نسخ کا ثبوت اس آیت
سے ہے۔

مَا نَسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلَهَا۔ (پ ۱۳۶)
ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے یاد سے
بھلا دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی
اور اتار دیتے ہیں۔

بعض دفعہ نسخ تلاوت میں ہوتا ہے۔ اور یہ غیر احکام واقعات و اخبار میں بھی
ہوتا ہے۔ یعنی اس کی تلاوت منسوخ کر کے خود اللہ تعالیٰ قرآن سے نکال دیتے ہیں اور
لوگوں کو بھلا دیتے ہیں۔ جیسے سورۃ الاعلیٰ میں ہے۔
سَنُقَرِّئُكَ فَلَا تَنسَىٰ إِلَّا مَشَاءَ
مُحَلِّسِينَ گے۔ بجز اس کے جتنا اللہ بھلانا
چاہے۔

معلوم ہوا قرآن کا حسب مشیت الہی کچھ حصہ صرف بھلا کر منسوخ کر دیا جاتا ہے۔
سورۃ انزاب اسی قسم سے منسوخ ہوئی کہ کوئی بھی باقی آیات منسوخہ کو نہ سنا سکا نہ کوئی
تخریب ملی بلکہ افسانہ بن کر رہ گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مطلب تو واضح ہے کہ قرآن کے متعلق کوئی شخص یوں نہ
کے کہ جو کچھ اللہ نے اتارا تھا وہ سب اس کے پاس ہے کیونکہ اتار دے ہوئے کا کچھ حصہ اللہ
نے منسوخ کر دیا۔ لوج دل سے مٹا دیا۔ اب کسی کو یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کیا کچھ تھا اور کتنا منسوخ
ہو گیا۔ کیونکہ نسخ و انساز جناب خدا کا تقاضا یہی ہے۔ اب اسے یوں کہنا چاہیے کہ جتنا
قرآن اللہ نے بر کسی کو یاد کیا اور محفوظ رکھا کہ لوگوں کے ہاتھوں میں ظاہر دے دیا ہے
اور وہ الحمد للہ النکس دو گنتوں کے درمیان مجلد ملتا ہے۔ وہی میرے پاس ہے۔

الغرض مذکورہ بالا روایات الاتقان ج ۲ ص ۲۲ عربی ”الضرب الثالث بالنسخ تلاوته دوناً حکمہ“ کے تحت مذکور ہیں۔ اگر شیعہ مکمل حوالہ دیں تو ان کی مصنوعی امانت و تحقیق کا بھرم کھل جاتا ہے۔ اس لیے ہم روایات نسخ کو کمی بیشی کی روایات ظاہر کر کے تحریف قرآن کا جھوٹا الزام جامعین و محافظین قرآن اہل السنۃ والجماعۃ پر لگا دیتے ہیں۔ یہیں علامہ سیوطی نے یہ سوال وجواب نقل کیا ہے۔

سوال۔ اس میں کیا حکمت ہے کہ حکم باقی رہنے کے باوجود تلاوت کو مرفوع (منسوخ) کر دیا گیا ہے۔ تلاوت کیوں نہ باقی رکھی گئی تاکہ حکم پر عمل کا اور تلاوت کا مٹاؤ ثواب مل جاتا۔

جواب۔ صاحب فتون نے یہ جواب دیا ہے کہ ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ اس امت کی فرمانبرداری کا وہ (اعلیٰ) درجہ ظاہر ہو جائے کہ بطور ظن بھی اپنی جانیں قربان کرنے میں بہت تیز ہے قطعی اور یقینی ذریعہ کا مطالبہ نہیں کرتی۔ بلکہ معمولی اشارہ سے عمل پر کمر بستہ ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شخص خواب دیکھنے سے بیٹھا ذبح کرنے میں سرعت دکھائی حالانکہ خواب وحی کا سب سے کم تر ذریعہ ہے۔ (الاتقان ج ۲ ص ۲۵)

پھر اسی سلسلہ میں سورت احزاب کے کافی حصے کا منسوخ ہونا بتایا ہے۔ منجملہ اس میں یہ آیت نسخ بھی تھی۔

اذ اذنی الشیخ والشیخۃ فادجوھا جب (شادی شدہ) معمر مرد و عورت زنا البتۃ نکلا من اللہ واللہ عنہما بحکمہ کہیں تو انہیں سنگسار کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے۔ اللہ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔

آیت رجم کا حکم اب بھی باقی ہے۔ شیعہ بھی شادی شدہ شخصین زانی جوڑے کو سنگسار کرنے کے قائل ہیں۔ علامہ سیوطی حکم کے باوجود نسخ الفاظ کے اغراض میں فرماتے ہیں کہ امت پر تحقیق کرنا مطلوب ہے کہ اس کی تلاوت مشہور نہ کی جائے اور قرآن میں نہ لکھی جائے اگرچہ اس کا حکم سنگساری، باقی ہے کیونکہ یہ بھاری اور سنگین

احکام میں سے ہے اور سخت ترین حد ہے منسوخ کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ اسے چھپانا بہتر ہے۔

سائل کے سوال کا تنبیہ کے عنوان سے اس بحث کے آخر میں خود علامہ سیوطی نے علامہ ابن حصار کے حوالے سے یہ جواب دیا ہے۔

”اگر کہا جائے کہ ان آیات کا بغیر بدل کے نسخ کیسے ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے یا نہیں بھلاتے مگر اس سے بہتر یا اس جیسی آیت نازل کرتے ہیں۔ یہ خبر ہے اس میں جھوٹ کا امکان نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اب جو کچھ قرآن پاک میں ہے اور وہ منسوخ نہیں ہوا ہے تو وہ انہی آیات کا بدل ہے جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی پس جتنا قرآن اللہ نے منسوخ کر دیا جواب ہمارے علم میں نہیں ہے۔ تو اللہ نے اس کا بدل وہی قرآن بنایا ہے جسے ہم جانتے پہچانتے ہیں اور بطریق تواتر ہم تک اس کے الفاظ و معانی پہنچے ہیں (الاتقان ج ۲ ص ۲۶) امید ہے منصف مزاج اور اہل علم و دانش کے لیے اتنی بحث شافی اور تسلی بخش رہے گی۔

سوال ۵۱۔ کیا اللہ کے حلال کو رسول حرام قرار دے سکتے ہیں؟ قرآن مجید سے جواب دیجیے۔

جواب۔ اللہ کے حلال کا علم رسول کی زبان سے ہی معلوم ہوگا کیونکہ آپ وحی الہی کے ترجمان ہیں خدا کی طرف سے ایک چیز حلال بنا کر نسخ کا ذکر کیے بغیر اسے اسی جہت سے حرام بنائیں۔ یہ عقل کے بھی خلاف ہے۔ خدا و رسول کی باتوں میں تضاد نہیں۔ رسول نے جو کیا یا فرمایا۔ منشاء الہی کے تحت کیا کسی جہت سے اس پر حرف گیری دراصل خدا و رسول پر حرف گیری ہے۔ رسول اللہ نے جن کے گھر شادیاں کیں جن کو بیٹیاں دیں جن کو مصلیٰ پر کھڑا کیا، جن کو یارِ غار بنایا، جن سے اپنی بزمِ رسالت کو رونق بخشی، جن کے مشوروں سے اسلامی ترقیاتی منصوبے بنائے گئے، جن کو ہمہ دم پاس رکھا، جن کو مشیر و وزیر بنایا، جن کی محبت کا لوگوں کو حکم دیا اپنے بعد جن کی اتباع

کا حکم فرمایا۔ رسول اللہ کے یہ سب اقوال و اعمال منجانب اللہ تھے۔ اور ایمان و ہدایت کا اُمینہ تھے۔ آپ کے ان امور کے متعلقات میں کسی قسم کی قطعہ زنی ایمان کا خاتمہ اور رسول پر طعن ہے۔ سورت تحریم کی آیت لَمْ يَجِدْهُمْ مَأْحِلًا اَللّٰهُ لَكَ (آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی، کے تحت آپ خدا کے حلال کو حرام نہیں کر سکتے۔ ہاں غیر منصوص چیزوں کی حلت و حرمت بصورت بیان آپ کر سکتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (اعراف) وہ نبی امی سقری چیزیں ان کو حلال بتاتا ہے اور خبیث چیزیں حرام بتاتا ہے۔ گویا اصل میں شارع اور محلل و محرم اللہ تعالیٰ ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ رسالت و بیان محلل و محرم ہیں۔

سوال ۵۵ کیا اللہ و رسول کے حلال کو کوئی امتی تجلیل و تخریم کا اختیار کرسکتا ہے؟ حرام قرار دینے کا مجاز ہے، نص قطعی درکار ہے۔ الزامی جواب۔ خدا و رسول کے صریح و مشہور غیر منسوخ حلال یا حرام کو کوئی امتی مذہب اہل سنت میں بدلا نہیں سکتا کیونکہ یہ شرک فی الرسالت ہے۔ ہاں مذہب شیعہ کے ۱۲ امام جو معاذ اللہ نبی کی طرح منصوص و مبعوث الی ہدایتہ الخلق ہوتے ہیں۔ ان پر وحی بھی آتی ہے۔ ان کو خاص کتاب آسمانی بھی ملتی ہے۔ ان سے کسی بات میں اختلاف کرنا بھی کفر ہوتا ہے۔ ان کے نام کی خاص امت بھی (بنام شیعہ فلاں) ہوتی ہے۔ اور ان کے شیعوں کے سوا باقی سب امت محمدیہ بے ایمان اور خارج از اسلام ہوتی ہے۔ ان کی شان خود شیعہ نے یہ بتائی ہے۔

يَجْلُلُونَ مَا لَيْسَ لَهُمْ وَ يَحْسَبُونَ مَا يُحِلُّونَ (اصول کافی) وہ جو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے شریعت محمدیہ ابدیہ کے ایک ایک حکم کو بدل کر رکھ دیا پیدائش سے لے کر مرنے تک تمام احکام کو مسخ کیا۔ نبی کی بیٹی چھوڑی نہ بیوی۔ نہ کوئی شکار دو

صحابی چھوڑا نہ کوئی یار و خلیفہ رہنے دیا۔ ہر ایک سے دشمنی و عناد رکھا۔ اہل بیت نبی کو غدر و نفاق کی تلوار سے خاک و خون میں تڑپایا۔ اور قرآن پاک کو فرضی امام غائب کے پاس نامعلوم غاریں پارسل کر دیا۔ ناک و تیرے صید نہ چھوڑا نہ بیوی۔ مہذا ایمان کے ٹھیکیدار بھی ہیں اور حب آل رسول کے اجارہ دار بھی۔ بقول کے

خلاف شرع شیعہ مسائل | تحفہ امامیہ میں مفصل ہم دے چکے ہیں۔ یہاں چند مثالیں کافی ہیں۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کو بدلا ہوتا ہے۔ یعنی وہ مستقبل کے حالات مسئلہ بدلاؤ سے جاہل ہے (معاذ اللہ) جب کوئی واقعہ ہو چکتا ہے اور وہ خدا کی پہلی بنائی ہوئی خبر یا فیصلہ کے خلاف ہو تو شیعہ کہتے ہیں خدا کو بدلاؤ ہو گیا یعنی پہلی بات غلط ہو گئی اور خدا نے اپنی رائے بدل دی۔ ان کا یہ عقیدہ اصول کافی کے مستقل باب البداء میں ہے۔ اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بدلاؤ کی مثالوں میں سے ایک یہ ہے۔

کہ اللہ نے حضرت امام جعفر صادق کے بعد ان کا جانشین و امام ان کے بڑے بیٹے اسماعیل کو بنایا۔ جن کو آج آغا خانی مان کر اسماعیلی شیعہ کہلاتے ہیں۔ اور جعفر صادق کو بتلا کر شیعوں میں بھی یہ بات مشہور کرادی۔ مگر حضرت جعفر صادق کی موجودگی میں ہی اسماعیل کی وفات ہو گئی۔ تب خدا نے یہ وحی امام صادق کو بھیج کر کہا کہ بعد امام موسیٰ کاظم یوں گے تو خدا کو اسماعیل کے بارے میں بدلاؤ ہو گیا۔ (اصول کافی) یعنی یہ پتہ نہ تھا کہ وہ تو جعفر صادق کی زندگی ہی میں فوت ہو جائے گا تا کہ اس کی امامت کی اطلاع نہ دیتے۔

اس سے خدا کا صریح جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ اور یَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (خدا بندوں کے آئندہ اور گزشتہ سب حالات جانتا ہے، کے صریح خلاف ہے۔

کے پیش نظر خاص جزئیات کی حلت و حرمت کے ساتھ عملی تدوین ہے جو ترقی پذیر معاشرہ کے لیے انتہائی لایدی ہے۔ اور ہمیں سے ہم کہتے ہیں کہ اسلام اور قانون شریعت میں اتنی لچک اور وسعت موجود ہے کہ وہ ہر زمانے کا چیلنج قبول کر سکتا ہے۔ ہر متمدن و مہذب قوم کے لیے لائق عمل ہے۔ اس نقطہ نظر سے بشمول سیدنا علی المرتضیٰ خلیفہ راشدینؓ کی بعض اصلاحات اور قانونی تعبیرات کو دیکھا جائے جو عہد نبوی سے شکل و صورت میں قدرے مختلف نظر آتی ہوں۔ تو ان میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا بلکہ اسلام کی ایک ارتقائی شان نمایاں ہوتی ہے۔

مثلاً باقاعدہ مصحف میں جمع قرآن عہد صدیقی میں ناگزیر ضرورت تھی جو سب صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے عمل پذیر ہوئی۔ کلمہ کا اقرار کرنے کے باوجود منکرین زکوٰۃ اور متنبی کذاب کے پیروکاروں سے جہاد کرنا بالاتفاق جائز سمجھا گیا حالانکہ عہد نبوی میں کلمہ کا اقرار تحفظ دم کا ضامن تھا۔ مصارف زکوٰۃ میں مولفۃ القلوب بھی تھے۔ کہ کفار کو مائل باسلام کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جائے۔ مگر تمام صحابہ کرامؓ نے اسے غلبہ اسلام اور خاتمہ شرک کی بنا پر ختم کر دیا۔ (مجمع البیان ج ۲ ص ۸۵)

اسلامی معاشرہ میں غیر عربوں اور نو مسلموں کی بکثرت آمد سے جب بے نوشی عام ہوئی تو حضرت علیؓ کے مشورہ سے تمام صحابہ کرامؓ نے ۸۰ کے بجائے ۸۰۰ درہم شربانی کی حد مقرر کر دی (مسلم و ابن ماجہ) جس سے شیعول کو بھی اتفاق ہے (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۲۹۸) پہلے مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دی جاتی تھیں مگر جب عراق کی وسیع اراضی ”سوادات“ فتح ہوئیں تو اختلاف رائے و تمحیص کے بعد وہ بیت المال کا حصہ اور اسٹیٹ کی ملکیت قرار پائیں۔ تاکہ جاگیر داری کا نظام اسلام میں پیدا نہ ہو جائے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الخراج ص ۱۷۱) کتابی عورتوں سے نکاح تو حلال ہے مگر حضرت عمرؓ نے اسلامی معاشرہ کو غیر مسلم جراثیم سے بچانے کے لیے عارضی طور پر نکاح پر قدغن لگائی۔ مہر کم کرنے کی ترغیب دی اور اسے قانون بنایا۔ عہد نبویؐ میں عورتیں باجماعت نماز پڑھتی تھیں مگر بعد میں سادگی ختم ہونے اور غیر قوموں کی

مدینہ میں آمد سے اس پر پابندی لگائی۔ حضرت عائشہؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ اگر یہ حالات حضورؐ کے زمانے میں ہوتے تو آپؐ عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیتے مسلمان سے جنگ کرنا حرام ہے۔ مگر حضرت علی المرتضیٰؓ نے ناگزیر حالات کی بنا پر مسلمانوں سے جنگ کی (منہج البلاغہ) عہد نبویؐ میں نزاع ایک رمضان میں باقاعدہ تین راتیں پڑھی گئیں۔ صحابہ کرامؓ کے شدید شوق و رغبت کے باوجود آپؐ نے چوتھے دن نہ پڑھائی کہ وحی کا زمانہ ہے کہیں فرض نہ ہو جائے۔ البتہ اجتماعی یا انفرادی پڑھنے کی ترغیب دے دی۔ حضرت عمرؓ مزاج شناس پیغمبرؐ نے ایک امام کے پیچھے باقاعدہ ۲۰ نزاع کا تمام صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے اہتمام کر دیا جو شرق و غرب، عرب و عجم میں تاہنوز جاری ہے (بخاری و مسلم)

الغرض ایسی مثالیں بکثرت ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے یا کمزری کا بیہ (مجلس شوریٰ) کی کثرت رائے سے عہد نبویؐ کے بعض مسائل کو ایک خاص قانونی حیثیت دی گئی جس پر کسی نے طعن نہیں کیا۔ جو درحقیقت اتباع رسولؐ ہی تھی اور ترقی پذیر اسلام کا عملی نفاذ بھی تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما گئے۔

علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء لوگو! تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے الراشدین المہدیین (مشکوٰۃ) خلیفہ راشدین کی سیرت پر چلنا جو ہدایت یافتہ ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی یہ ہے کہ ”سابقون الاولون، مجاہدین النصاریہ“ ان کے پیروکار بھی جنتی اور رضاء الہی کے ثمر سے سرفراز ہیں (توبہ پلا ع ۲) افسوس ہے کہ شیعہ حضرات اپنے گروہ کے مفادات اور شخصی حالات کے لیے سب کچھ گزرتے ہیں اور قرآن و سنت سے اعراض کے علاوہ اپنے ائمہ اہل بیت کی بھی صریح مخالفت کرتے ہیں جیسے آج کل اپنے مذہب کے تقیہ اور کتمان کی تلمیح جھٹلا کر ”فقہ جعفریہ“ کے نفاذ کے لیے ملک میں انتشار پھیلا رہے ہیں۔ حالانکہ غیبت کبریٰؑ کے اس دور میں ان کو ہرگز اس کا حق حاصل نہیں۔ یہ صرف ”ابامہدی“ کا خاصہ ہے

کتب رجال سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی ان کی عظمت کے قابل ہیں جب وہ حضرت عمرؓ کے منع فرمانے سے رک گئے حالانکہ ان کے تقویٰ، جدالتِ شان اور دیانت سے یہ توقع نہیں کہ وہ محض حضرت عمرؓ کے فرمانے سے رک گئے ہوں اور خلیفہ رسول کی ہو۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے دلائل کے ساتھ ان کو منوا یا کہ منہ حرام ہے۔ کیونکہ بالآخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے حرام قرار دیا اور سابقہ جواز منسوخ کر دیا ہے۔ تب آپ رک گئے۔ چنانچہ شارح مسلم علامہ نووی لکھتے ہیں۔

هذا محمول على ان الذي استمتع في عهد ابى بكر وعمر لم يبلغه النسخ وقوله حتى دنا ناعنه عمر يعني حين بلغه النسخ۔ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے دور میں جس نے منہ کیا اسے نسخ کی حدیث نہ پہنچی تھی۔ اور نہ مانا کا مطلب یہ ہے کہ جب نسخ کی خبر ہو گئی تو ہم نے چھوڑ دیا۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۱)

جب ایک کام جواز کے بعد منسوخ کر دیا گیا تو اعتبار نسخ کا ہو گا۔ جو آخری صورت عمل ہے۔ اب اگر نسخ سے قبل کسی کے منہ کرنے کا ذکر ملے یا اسے نسخ کا علم نہ ہو اور بعد از محمد بنوی اس نے کیا ہو۔ تو اس سے جواز پر استدلال زبردست خیانت ہوگی۔ افسوس کہ شیعہ حضرات کا یہی وطیرہ ہے کہ وہ کسی کتاب سے منہ کرنے والی روایت تو لے جیتے ہیں مگر اسی باب سے نہی والی اور منسوخ کر دینے والی بکثرت روایات ہضم کر جاتے ہیں گو وہ حضرت علیؓ سے ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً اسی مسلم شریف میں باب المتع کا عنوان یہ ہے۔

و منہ جائز ہوا پھر منسوخ ہوا اور ناقیامت دائمی حرام کر دیا گیا۔ پھر شروع میں تین چار حدیثیں حضرت جابرؓ وغیرہ سے اباحت و جواز کی بطور واقعہ ماضی مذکور ہیں پھر ۱۰۰ حدیثیں نہی از منہ کی مرفوعاً مذکور ہیں۔

مثلاً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الناس قد كنت اذنت لكم في الاستمتاع من النساء وان حضور عليه الصلاة والسلام نے فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں کے ساتھ منہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اب اللہ نے

الله قد حرم ذلك الى يوم القيامة (مؤمنون ومعارض کی آیت انا کرنا اس کو قیامت تک حرام کر دیا ہے۔

ایسی تین حدیثیں حضرت سمرہ بن مجہدؓ سے مروی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منہ سے منع کچھ حدیثیں مروی ہیں۔ مثلاً علی سمع ابن عباس یلبین فی المنعة فقال مهلا یا ابن عباس فان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن هذا يوم خيبر وعن لحوم الحمير الانسية (مسلم ج ۱ ص ۲۵۲) حضرت علیؓ نے ابن عباسؓ کے متعلق سنا کہ وہ منہ کے حق میں نرمی کرتے ہیں تو فرمایا ابن عباسؓ! رک جا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کے دن منہ کرنے سے اور پالتو گدھے کھانے سے روک دیا ہے۔

حضرت علیؓ سے نہی از منہ کی حدیث شیعہ کی معتبر کتاب از صحاح الرابعہ۔ الاستبصار للطوسی میں ہے۔

عن علي عليه السلام قال حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم لحم الحمر الأهلية. ونكاح المنعة (الاستبصار ج ۳ ص ۱۲۲) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانا اور منہ کرنا حرام کر دیا ہے۔

تجب ہے کہ کتبِ طرفین میں حضرت علیؓ سے حرمت منہ کی ان احادیث کے باوجود شیعہ نے حضرت علیؓ کا فرمان و فتویٰ چھوڑ دیا۔ جن کا نام لے کر تمام دنیائے اسلام کو اپنے سوا بے ایمان اور جہنمی بناتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مرجوح فتویٰ جو انہوں نے واپس لے لیا تھا۔ سے منہ چلانا شروع کر دیا۔ حالانکہ ان کو اعمیٰ گمراہ اور بے دین جانتے ہیں۔ الخرض منہ النساء کو حضرت عمرؓ نے حرام نہیں کیا خود حضور علیہ السلام نے حرمت منہ پر رض فرمائی مگر بعض صحابہ کو اس کی اطلاع نہ ہو سکی۔ وہ کچھ دن جواز کے قابل رہے جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپؓ نے بذریعہ آرڈی منس اسکی

حرمیت واضح فرمادی پھر سب لوگ باز آگئے کسی صحابی و تابعی نے جوازِ منہ کا فتویٰ نہ دیا۔ مگر بعد کے فرقہ شیعہ نے اس حرام گوشت کو اپنے دانتوں سے الگ نہ کیا۔

نوٹس۔ واضح رہے کہ اہل سنت کی کتب میں جس منہ کی اباحت پھر تحریم کا ذکر ملتا ہے وہ دراصل وقتی نکاح تھا اور نکاحِ منہ وقتیہ کے لیے گواہ شرط تھے۔ کیونکہ عقد کے لیے گواہوں کی شرط اس آیت نکاح سے معلوم ہوتی ہے۔

وَاجِلْ لَكُمْ مَا وَدَّاعْذَابُكُمْ اِنْ
تَبْتَغُوا بِامْوَالِكُمْ مَحْضَنِينَ غَيْرِ
مُسَافِحِينَ (نساء ۲۴)

۲۔ مَحْضَنَاتٍ غَيْرُ مُسَافِحَاتٍ
وَلَا مُتَّخِذَاتٍ اَحْذَانٍ (نساء)

جس منہ بلا گواہ کے شیعہ قائل ہیں وہ کبھی اسلام میں جائز نہیں رہا۔ محض جاہلیت کا شعار تھا۔ شیعہ کے ہاں نکاح اصلی دائمی کے لیے بھی گواہ شرط نہیں۔ وہ منہ کے لیے اس کے قائل کیسے ہو سکتے ہیں۔ شیعہ رسالہ توضیح المسائل کا یہ لطیفہ سن لیں۔

قانون الزام کے بعض فروعات۔ اہل سنت کے یہاں یہ ضروری ہے کہ عقد نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں پڑھا جائے۔ لیکن شیعہوں کے یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے لہذا اگر کوئی منہ بلا گواہوں کے عقد کرے تو اس کا عقد نکاح قانون الزام کے تحت باطل ہے اور اس عورت سے (شیعہ) عقد کر سکتا ہے۔ (توضیح المسائل ص ۳۵)

بلا گواہوں کے عقد عارضی گھنٹہ بھر کے لیے ہو یا دائمی ہو وہ چھپے غلق کے تحت آتا ہے اور از روئے قرآن حرام ہے۔ اور گواہوں کی موجودگی عارضی وقتی نکاح بھی حرام ہے تفریق واجب ہے۔ بطور شیعہ منہ کی تفصیل آئندہ آ رہی ہے۔

یہاں ہم نے یہ واضح کر دیا کہ منہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ نے اس کی حرمت اسی اختیارِ دینی سے پھیلانی جس کی تفصیل پچھلے سوال میں ہم نے کر دی جن حضرات کو حرمت کا علم حضرت عمرؓ کے اعلان سے ہوا۔ انہوں نے

بطور جواز تحریم کی نسبت حضرت عمرؓ کی طرف کر دی۔ اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ کبھی نسبت سبب قریب کی طرف کر دی جاتی ہے۔ جیسے بلا امتیاز ہم سنی شیعہ کتب میں کہ فلاں چیز تنزیہیت میں ناجائز ہے۔ حالانکہ وہ فقہا کا مستند حکم ہوتا ہے۔ قرآن و سنت میں منصوص چیز نہیں ہوتی۔ گویا سبب قریب کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے۔ الخرض منہ حرام ہے اور قطعی حرام ہے۔ خدا نے سورۃ مومنون اور سورۃ ماعارج کی آیت میں حرام کر دیا ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُوْنَ هُمْ يَحْفَظُوْنَ
اِلَّا عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مُلْكُوْمٍ مِّنْ
نَّهْيٍ

زن منہ بالاتفاق نہ بیوی ہے نہ باندی۔ کیونکہ نان و نفقہ، مکان، میراث، طلاق و غیرہ حقوق زوجیت اس کو نہیں ملتے۔ وہ چار میں منحصر نہیں۔ لائق اور نفقہ سے متہ ہو سکتا ہے۔ باندی نہیں کہ وہ آزاد مگر کسی عورت ہے اسے بیچا نہیں جا سکتا۔ معلوم ہوا کہ بیوی باندی کے ماسواہر قسم کی شہوت رانی بصورت زنا۔ منہ۔ اعظام جلق نص قطعی سے سب حرام ہوئی۔ رسول خداؐ نے بھی منہ حرام کر دیا۔ اب کسی روایت سے جواز منہ کا استدلال ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ... رِجْسٌ (شراب و عینہ گندگی ہے) سے تو اعراض کرے اور تَتَّخِذُ وَهْمًا مِنْهُ سَكْرًا وَرِزْقًا حَسَنًا (دخل ۹۶) کہ تم انگور سے نشہ اور اچھا رزق بناتے ہو) سے شراب کی حلت پر استدلال کرنے لگے تو ایسا شخص زندیق ہے۔ اسی طرح خدا اور رسولؐ کی حرمت کے بعد جواز منہ کا قائل اور بزعم خود بعض آیات در وایات سے جواز کشید کرنے والا زندیق و بے دین ہے۔

سوال ۵۷۔ قرآن مجید میں ہے۔ قَالَ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ
نَقِیۡہِ اور کتمان کی بحث
فَدَعَوْنَ یَکْتُمُ اٰیْمَانُہٗ یعنی آلِ فرعون کا مومن اپنے

ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بحالت خوف ایمان کو چھپانا مومن کے لیے مانع ایمان نہیں ہے۔۔۔ پھر شیعوں کا تفتیہ کرنا کیوں مذموم ہے؟

سوال ۵۸۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۳۱ مصر میں حسن بصری صمدی سے کہ
التَّقِيَّةُ باقية إلى يوم القيامة جب تفتیہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو پھر آپ
کے مذہب میں شیعوں کو کس وجہ سے نشانہ طعن بنایا جاتا ہے۔

جواب۔ پہلے سوال کی توایت ہی غلط لکھی ہے۔ آیت یوں ہے۔ وَقَالَ
دَجُلٌ مِّنْ آلِهِ يَبْغِي سِتْرَ اللَّهِ لَكَ قُرْآنٌ دَانِي كَرِهَ اللَّهُ حَبْلَ ذِي الْقُرْبَىٰ
ایک قلبی فعل ہے جو خود بخود دکنوم اور مستور ہوتا ہے۔ یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں۔

جہاں کفر کے مقابلہ میں یا پوچھنے پر حق گوئی کی ضرورت پڑے تو اظہار کرنا واجب ہو جاتا
ہے۔ یہ رجل مومن بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معتقد و مومن بن گیا تھا۔ مگر کبھی اسکو

”یا موسیٰ المدد“ کا نعرہ لگا کر بلا ضرورت ایمان بخلانے کی حاجت نہ ہوئی۔ ہاں جب
فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قتل کی سازش کی وہ رجل مومن ردائے

تفتیہ کو تار تار کر کے حضرت موسیٰ کی حمایت میں چلا اٹھا اور فرعون کے بھرے دربار میں
وہ عظیم الشان تقریر فرمائی جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومن میں دو بڑے رکوع میں نقل

فرمائی۔ فرعون کی الوہیت اور شرک کی مذمت میں سب کچھ کہہ کر اپنی جان موت کے منہ
میں رکھ دی مگر۔

فَوَقَّاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَا مَكَدُوا ۚ
وَحَاقَ بِالْإِسْرَافِ عَذَابُ ۚ
اللہ نے اس کو فرعونوں کی سازشوں سے
بچا لیا اور بدترین عذاب فرعونوں کو لے
(مومن ۶۶)

اگر اسی چیز کا نام اصطلاح شیعہ میں کتمان دین اور تفتیہ ہے تو اللہ ہمیں یہ ایمان
اور برائت رجل مومن نصیب کرے۔

مگر اے شیعو! تمہارا تفتیہ و کتمان بالکل اس کی ضد ہے۔ تم تفتیہ اس وقت کرتے ہو
جب تمہارا پیشوا حضرت مسلم بن عقیل بغاوت کے جرم میں بام بالا سے گرایا جاتا ہے۔

تمہیں کتمان اس وقت اس آتا ہے جب جگر گوشہ رسول سیدنا حسین مظلوم منافقوں
کے زغے میں آجاتے ہیں۔ آپ کو تفتیہ پر تنبہ ناز ہوا جب حضرت زین العابدینؑ نے یزید

کی بیعت کر کے اس کی غلامی کا صاف اقرار کیا۔ آپ کے ائمہ کے اس تفتیہ (التقیہ) میں
دینی و من دین آبادی کا رجل مومن سے کیا تعلق کہ اس تفتیہ کی بنا پر دین محمدی ہمیشہ

کے لیے اپنا سچ، مفلوج اور غار میں محبوس ہو کر رہ گیا کہ آج آپ کو صاف صاف اقرار
ہے کہ اصلی دین اسلام کا ظہور اور غلبہ حضرت ہمدی کے زمانے میں ہو گا۔ صرف وہ کسی

ظالم زمانہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے۔ وہی صرف اصلی قرآن پڑھائیں گے اور نافذ
کریں گے۔ خدا نے غلبہ دین قیام اسلام، شکست کفار، اقتدار اہل ایمان کی جو بھی

پیشینگوئیاں فرمائی ہیں آج تک کوئی بھی پوری نہیں ہوئی حضرت ہمدی کے زمانہ
میں پوری ہوں گی وغیرہ۔ دیکھئے حضرت ہمدی کے حالات درمختی الامال قمی ج ۲۔

احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۲۸۴ پر ہے کہ حضرت امام ہمدیؑ یفرزا کر غائب ہوئے کہ میرے
باب دادوں (۱۱ ائمہ) میں سے کوئی ایک بھی نہ تھا جس کی گردن میں اس کے زمانہ

کے طاعنی کی بیعت نہ ہو ہاں جب میں اپنے وقت پر نکلوں گا تو کسی طاعت کی بیعت
میری گردن میں نہ ہوگی۔

تو آج تک تو ۱۲ ائمہ نے تفتیہ کے قلعہ میں بیٹھ کر اپنے شیعوں سے صرف متنع
کرنے کرانے اور رسوم عزاجا لانے، یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے

پڑھنے والے مسلمانوں کے قبل عام کی خدمت لی۔ سیف مرقضوی سے چند کفار کے
ماسوا نہ کوئی کافران کے ہاتھ سے مرانہ مسلمان ہوا۔ نہ اسلامی حکومت قائم کی نہ احکام شرک

نافذ کیے۔ ہاں اس تفتیہ نے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ ملاحظہ ہو علامہ
خلیل قزوینی نے حضرت حسینؑ کے قتل کے اسباب میں کیا خوب لکھا ہے۔

وایں اشارت است بایں کراز ۱
جدا باعث کشتہ شدن ایشان صلوات ۲
اللہ علیہ تفسیر شیخ امامیہ است از تقیہ و ۳
کہ ان بزرگوں کی شہادت کا بڑا سبب ۴
شیعان کو فہ امامیہ کا قصور ہے کہ انہوں ۵
نے تقیہ وغیرہ مصلحتیں اختیار کیں جسے ۶

دمانند آں مصالح امام۔
(صافی شرح کافی بحوالہ قاتلان جیلین)

امام کے لیے مفید جانتے ہیں۔

شیعہ کے تقیہ و کتمان اور اہلسنت کے اکراہ میں فرق

واضح رہے کہ مذہب حق کے علمبردار اہل سنت والجماعت کثرت اللہ سواد ہم قرآن و سنت کی ہر بات کو لفظ اور معنی کے اعتبار سے مکمل مانتے ہیں کسی چیز کو خلاف مزاج پاکر شیعہ کی طرح انکار یا اس سے اعراض نہیں کرتے چونکہ اکراہ یا مجبوری کی صورت میں خود اللہ پاک نے ”کلمہ کفر کہہ کر جان بچانے“ کی اجازت دی ہے۔ اس لیے اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس اجازت کی اڑ میں من مانی کرنے اور ہر قسم کی آزادی کے قائل نہیں ہیں۔ حضرت حسن بصری تابعی کا مقولہ صحیح بخاری شریف کتاب الاکراہ میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهِ اِلَّا
مَنْ اُكْرِهَ وَقُلِبَ مَطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ
اس شخص کے جسے دُرا دھمکا کر مجبور کیا گیا ہو جب کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔
تو شیعہ کے تقیہ اور اہل سنت کے اکراہ میں کئی لحاظ سے عظیم فرق ہے۔ دونوں کو گڈ مڈ کرنا یا فرق ظاہر نہ کرنا خیانت ہے۔

۱۔ یہ اکراہ اشد مجبوری کی صورت میں ہے جو زندگی میں کبھی کسی کو پیش آسکتا ہے۔ شیعہ کا تقیہ بجز خاص مواقع کے ہر شخص کو ہر وقت کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ امام جعفر کا ارشاد ہے۔

”دین کے ۱۰ میں سے ۹ حصے تقیہ میں گزارنے میں ہیں۔ تقیہ نہ کرنے والا بیدین ہے۔ موزوں پر مسیح اور شراب بلیڈ کے سوا ہر چیز میں تقیہ کرنا لازم ہے“ (کافی باب تقیہ)
۲۔ ہمارے تقیہ و اکراہ کے لیے جان و مال اور عزت لٹنے کا خوف شرط ہے شیعہ کا تقیہ خوف و عدم خوف ہر حالت میں لازم ہے۔ امام جعفر صادق کا ارشاد ہے ”تقیہ

ہر بات میں جائز ہے اور تقیہ کرنے والا اپنی درپیش ضرورت اور موقعہ محل کو خوب جانتا ہے۔ (باب تقیہ از کافی)

۳۔ شیعہ کے تقیہ میں خوف جان و مال کی بالکل ضرورت نہیں ہے اور بالکل جھوٹ کے مترادف ہے۔ باب تقیہ کی حدیث ہے۔

”ابو بصیر نے پوچھا۔ اے حضرت صادق! کیا تقیہ اللہ کا دین ہے؟ فرمایا۔ ہاں اللہ کی قسم وہ اللہ کے دین سے ہے۔ حضرت یوسفؑ نے کہا اے قافلے والو! تم چو ہو حالانکہ انہوں نے کوئی چیز نہ چرائی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں بیمار ہوں۔ حالانکہ واللہ وہ بیمار نہ تھے“ (کافی)

معلوم ہوا کہ شیعہ کے تقیہ میں خوف شرط نہیں۔ حضرت یوسفؑ علیہ السلام کو قافلہ سے کیا خوف تھا؟ یا حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو کیا خوف تھا؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ کا تقیہ اور شرعی جھوٹ بالکل ایک چیز ہیں کہ خلاف واقعہ بات کرنے کا نام ہے اہل سنت کے نزدیک ان دونوں قصوں کی صحیح تفسیر جو جھوٹ کی تہمت سے پاک ہے۔ یہ ہے کہ مؤذن کوئی اور تنہا ہوا اپنے گمان میں پیمانہ نہ پاکر ان کو واقعی چور سمجھ رہا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے دل میں بھی نبیوں اور بت پرستوں کے خلاف دکھ اور روگ تھا۔ آپ کا کلام بھی سچا ہوا۔

۴۔ شیعہ کے ہاں تقیہ فرض و واجب ہے۔ کیونکہ نازک بے دین اور جہمی ہے تقیہ نہ کر کے جان دینے والا ناجائز موت مرے گا۔ اہل سنت کے یہاں جائز ہے۔ اگر نہ کرے اور کلمہ حق کہتے ہوئے جان دے دے تو افضل ہے۔ مرتبہ شہادت پائے گا۔

شیخ صدوق نے رسالہ اعتقادیر ص ۴۲ میں لکھا ہے۔

التقية واجبة لا يجوز دفعها
الى ان يخرج القاتل فمن تركها قبل
خروجه فقد حرج عن دين الله و
تقیہ یعنی دین چھپا کر رہنا واجب ہے
اسے اٹھا کر مذہب ظاہر کر دینا جائز نہ
نہیں جب تک کہ قاتل ہماری خدو ج نہ

عن دین الامامیۃ مخالف اللہ
ورسولہ والائمتہ
کہیں تو جو آپ کے خروج سے قبل تقیہ
کرنا چھوڑ دے وہ اللہ کے دین سے

اور امامی شریعت سے نکل گیا۔ اور اللہ، رسول اور آئمہ کی اس نے مخالفت کی۔
بہر حال امام مہدی کے آنے سے قبل تقیہ تو ہر صورت میں فرض ہے۔ اچکل
مفاد دینی اور لیڈری جتانے کی خاطر۔ جناب نجم الحسن کراوی، لفقیر الاجتہادی
اور مفتی جعفر حسین جلیسے فضلاء شیعہ ”فقہ جعفری نافذ کرو“ کا جو انتشار ملک بھر
میں پھیلا رہے ہیں ان پر ترک تقیہ کی وجہ سے اسلام سے ارتداد، دین امامیہ سے
خروج اور خدا و رسول و آئمہ کی صریح مخالفت کا فتویٰ تو لگ گیا۔

اگر فقہ جعفری کے نافذ کرانے میں وہ واقعی مخلص ہیں تو آئمہ و شیخ صدوق
کے فتویٰ کی رد سے وہ دین اسلام سے خارج اور مرتد ہیں۔ بطور مرتد قانون جعفری
کے تحت قتل ہونا منظور کر لیں۔ پھر نفاذ کی صورت نکل آئے گی۔

واضح رہے کہ صدوق کی عبارت میں تقیہ سے مراد تا خروج قائم اپنا دین و
مذہب چھپانا ہے۔ اس کے لیے کوئی خوف و خدشہ کی قید نہیں ہے۔ کافی کے باب
تقیہ اور باب کتمان سے بھی یہی مراد ہے کہ کسی ایک روایت میں بھی خوف مال و جان
کی قید نہیں ہے۔ دراصل خوف مال و جان والا تقیہ اکراہ کہلاتا ہے۔ وہ خروج
مہدی پر بھی منسوخ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ قرآن میں منصوص ہے۔ امام مہدی قرآن کو تو منسوخ
نہ کریں گے۔ معلوم ہوا کہ آج شیعہوں کو مذہب چھپا کر رہنا فرض ہے۔ مذہب کا اظہار
حرام ہے۔

۵۔ اہل سنت کا تقیہ بوقت مجبوری عوام کے لیے ہے۔ خواص یعنی انبیاء و معصومین
کے لیے جائز نہیں۔ جبکہ شیعہ کا تقیہ رسول کے علاوہ آئمہ معصومین کے لیے بھی لازم ہے۔
امام جعفر صادق کا ارشاد ہے۔

التقیۃ من دینی ومن دین
ابادی ولادین لمن لا تقیۃ لہ رباب الکتان کافی
مذہب چھپانا میرا اور میرے باپ دادا
کا مذہب ہے جو تقیہ نہ کرے وہ بدین ہے

۶۔ شیعہ کا تقیہ خود خدا نے بھی کیا۔ کہ حضرت علیؑ کے امامت کے عقیدہ کو کا حقہ
تقیہ کر کے چھپایا۔ حدیث کافی ملاحظہ ہو۔

”امام باقرؑ فرماتے ہیں اللہ کا حضرت علیؑ کو امام دہلی بنانا ایک راز تھا جو اللہ
نے حضرت جبریلؑ کو بطور راز بتایا اور حضرت جبریلؑ نے حضرت محمد رسول اللہؐ کو بطور راز
یہ عقیدہ بتایا۔ اور حضرت محمدؐ نے یہ راز صرف حضرت علیؑ کو ہی بتایا اور حضرت علیؑ نے
یہ راز جسے چاہا (حضرت حسن و حسینؑ) بتایا۔ پھر اے شیعو! تم اس راز کو پھیلانے پھرتے
ہو۔۔۔ تم ہماری حدیثوں کو مت پھیلاؤ۔“

معلوم ہوا کہ پورا مذہب شیعہ اور عقیدہ امامت ایک عقدہ سرسبز ہے۔ اس
کی اشاعت جرم ہی ہے۔ اس میں خوف کا تو کوئی پہلو ہی نہیں۔ لہذا آج۔ لغو بازی
جھنڈا نمائی۔ رسوم عوامی اور فقہ جعفریہ کے نفاذ کے مطالبہ وغیرہ کسی بھی صورت
میں مذہب شیعہ کو پھیلانا، عقیدہ امامت علیؑ ظاہر کرنا اور گلی کوچے میں تشیع کی تبلیغ کا
مشن بنانا امام باقرؑ کے فتویٰ میں حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔

کیا ان زبردست نئے مذہب کے علمبرداروں کو ذرا بھی خدا و رسول اور امام
معصوم سے جیسا نہیں آتی؟

۷۔ اہل سنت کا اکراہ و تقیہ فطری ہے۔ کہ مجبوری اور شرائط کے تحت ہر دور
میں رہے گا۔ یہی مطلب حسن بصریؒ کا ہے کہ حضرت مہدیؑ کی آمد اور غلبہ اسلام کے وقت
بھی یہ ممکن ہے کہ کوئی مسلمان تنہائی میں کسی کافر ڈاکو کے ہاتھ لگ جائے جہاں انکی
مدد کو کوئی نہ پہنچ سکے تو وہ کلمہ کفر کہہ کر اپنی جان بچالے۔ جبکہ شیعہ کا تقیہ حضرت مہدیؑ
کے آنے پر بالکل ختم ہو جائے گا۔

اس سلسلے میں چند احادیث
تقیہ کا معنی مذہب چھپانا ہے وہ اس دور میں فرض ہے
مشتہ نمونہ از خروارے
ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت جعفر صادقؑ فرماتے ہیں جو ہوں جو ہوں امام مہدیؑ کا خروج نزدیک ہوگا

تقیہ کی شدید ضرورت ہوگی (ان کی آمد پر ختم ہوگا) (کافی تقیہ)
 ب۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا۔ اے حبیب! جو تقیہ کرے گا اللہ اسے بلند کرے گا۔ اے حبیب! جو تقیہ نہ کرے گا۔ اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ اے حبیب! سب لوگ تشبیہ کے تقیہ کرنے کی وجہ سے، صلح و صفائی کے ساتھ رہیں گے۔ پھر حبیب امام مہدیؑ (اچائیں گے) تو تقیہ چھوڑ کر تشبیہ مسلمانوں سے لڑیں گے۔ (کافی باب تقیہ) اس حدیث میں اشارات کو ہم نے واضح کر دیا ہے۔
 ج۔ شیخ صدوقؑ نے فرمایا ہے۔ تقیہ ضروری ہے۔ اس کا چھوڑنا قائم مہدیؑ کے نکلنے تک جائز نہیں۔ (اسن الفوائد ترجمہ رسالہ صدوق ص ۲۸)

۸۔ ان احادیث کی روشنی میں تشبیہ کے تقیہ کا معنی مفہوم بھی متعین ہو گیا کہ بحیثیت مجموعی بھی سب شیعوں کو اپنا مذہب و عقیدہ اس وقت تک چھپانا لازمی ہے جب تک امام مہدیؑ ظہور نہ فرمائیں۔ کیونکہ فطری تقیہ و اکراہ کا مفہوم جو بے کے تحت ہم نے بیان کیا وہ ظہور مہدیؑ کے بعد بھی ہوگا اور شیعوں کو بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے وہ ناقیامت منسوخ نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا جو تقیہ منسوخ ہو جائے گا وہ یہی ہے کہ اپنے دین اور مذہب کو غیر تشبیہ سے چھپایا جائے اس کی غیر کو کبھی تبلیغ نہ کی جائے لہذا ہم کہتے ہیں کہ تشبیہ حضرات اپنے شخصی اور جزوقتی مفادات سے قطع نظر کر کے امام کی اصل تعلیم کو اپنائیں اور تقیہ و کتمان مذہب پر پورا عمل کریں۔ ہم آپ کے تقیہ پر کوئی طعن و تشنیع نہیں کرتے۔ نہ مذہب جوڑنے کی رٹ لگاتے ہیں۔ ہم تو کافی کے باب التقیہ۔ باب کتمان۔ بحار الانوار کے کتاب التقیہ وغیرہ کتابوں کے ابواب التقیہ کی سینکڑوں احادیث معصومین کا حوالہ دے کر آپ کی نجات و تحفظ کی خاطر بار بار یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ خدا را تقیہ کریں، ضرور تقیہ کریں۔ تقیہ چھوڑ کر آئمہ کو مہیلا میں مذہب کو ظاہر کر کے۔ امام کے فتویٰ کی رو سے۔ بے ایمان۔ بے دین اور جہنمی نہ بنیں۔ مذہب پھیل کر اپنے آئمہ کو بدنام نہ کریں۔ تشبیع ظاہر کر کے ذلیل و خوار نہ ہوں ترک تقیہ سے مخالف امام اور بدعتی نہ بنیں۔ عامہ مسلمین سے علیحدگی اختیار کر کے

اسلام سے خارج نہ ہوں۔
 اگر آپ کو یہ الفاظ گراں گزرے ہیں تو گستاخی معاذ،! کافی کا باب التقیہ اور باب الکتمان اور شیخ صدوق کا رسالہ اعتقاد یہ کھول کر خود پڑھ لیں۔
 ۱۔ امام باقرؑ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ پیاری چیز مجھے کوئی نہیں ہے۔
 ۲۔ امام جعفر صادقؑ ارشاد الہی۔ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قال الحسنۃ النقیۃ و سیئۃ الاذاعۃ۔ نیکی دین کو چھپانے کا نام ہے اور برائی تشبیہ مذہب کو پھیلانے کا نام ہے۔
 ۳۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ تشبیعوا تم ایسا کام نہ کرنا جس سے ہم بدنام ہو کیونکہ بری اولاد والدین کو بدنام کرتی ہے۔ تم جن (آئمہ) کے ہونچکے ہو ان کے لیے زینت بنو۔ بدنامی کا داغ نہ بنو (ہماری تعلیم یہ ہے کہ اہل سنت کے ساتھ یا جماعت نمازیں پڑھو۔ ان کے پیادوں کی عیادت کرو۔ ان کے جنازے پڑھو۔ وہ کسی نیک کام میں تم سے آگے نہ بڑھیں۔ کیونکہ تم ان سے زیادہ نیکی کا سختی رکھتے ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ کی عبادت خیر سے زیادہ اچھی نہیں کی گئی۔ میں نے کہا خیر کیا چیز ہے؟ فرمایا تقیہ کرنا یعنی اپنے مذہب کو چھپا کر رہنا ہے۔

۴۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ ایک تشبیہ بندے کو ہماری حدیث پہنچتی ہے۔ وہ صرف اپنے اللہ کو دکھا کر اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کو دنیا میں عزت ملتی ہے اور آخرت میں نور ایمان ملتا ہے اور ایک بندے کو جب ہماری حدیث پہنچتی ہے فیذلیہ وہ اس کو پھیلاتا ہے۔ اس سے وہ دنیا میں ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں اللہ اسے نور ایمان چھین لیتا ہے۔

۵۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ اے سلیمان! تم اس دین پر جو اسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے گا اور جو اسے شائع کرے گا خدا اسے ذلیل کرے گا۔

۶۔ امام باقرؑ نے فرمایا ولا تبثوا امرنا ولا تذايعوا امرنا۔ یعنی مذہبِ بہت کے خلاف ہمارے احکام کو مت پھیلاؤ اور ہماری امامت کی تبلیغ مت کرو۔ (کافی باب کتمان مع شرح درحاشیہ)

۷۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ ہماری امامت کا بھید بدستور چھپا رہا تا آنکہ مختار ثقفی کے پیر و کارونکے ہاتھ لگ گیا تو انہوں نے اسے گلی کوچوں اور بستوں میں لاپتہ شروع کر دیا۔

اس حدیث کی شرح میں محشی لکھتے ہیں۔ اولاد کی سان سے مراد وہ غدار اور مکار لوگ ہیں جو طالع قصاص حسین مختار ثقفی کے پیر و کار بن گئے خود کو شیعہ کہتے تھے حالانکہ شیعہ نہ تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ۱۲۰ھ کے عقیدہ امامت کا پرچار ایک سیاسی ڈھونگ تھا۔ جو مختار ثقفی نے اپنے اقتدار اور قتلِ اہل اسلام کی خاطر چایا اور آج بھی اس کا پرچار کرنے والے مختاری ضرور ہیں، جعفری و باقری ہرگز نہیں۔

مختار ثقفی کا تحارف | مختار کے متعلق اہل بیتؑ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

جس کے نام پر آج شیعہ فخر کرتے ہیں اہل سفاک زمانہ پر لٹریچر پھیلا رہے ہیں۔

۱۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ مختار علی بن الحسینؑ پر جھوٹ بولا کرتا تھا (رجال کثیری)

۲۔ مختار نے عراق سے بہت سے بدایا زین العابدینؑ کی طرف بھیجے۔ جب وہ ان کے

دروازے تک پہنچے اور اجازت چاہی تو آپ کے قاصد نے آکر کہا۔ میرے دروازے سے بہت جاؤ میں کذابوں کے نہ بدایا لیتا ہوں نہ خط پڑھتا ہوں (رجال کثیری ص ۸۲) جلال العیون میں بھی یہ روایت ہے۔

۳۔ ابن ادیس نے مؤثق سند کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مختار جہنم میں جلیے گا۔ وہ حضورؐ، حضرت علیؑ و حسینؑ سے پھر جانے کے لیے شفاعت چاہے گا۔ پوچھی مرتبہ حضرت حسینؑ اس کو نکالیں گے کیونکہ اس نے آپؑ کا انتقام لیا تھا۔

۸۔ امام صادقؑ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب پوچھا گیا۔ اِنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اَتْقٰكُمْ (اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز سب سے بڑا پرہیزگار ہے) قَالَ اَعْمَلُكُمْ بِالْتَّقِيَّةِ (فرمایا جو تم میں سے سب سے زیادہ تقیہ پر عمل کرے گا، رسالہ اعتقاد شیخ صدوق)

۹۔ امام صادقؑ نے فرمایا مومن بے ساتھ دکھلاؤ خیرک ہے اور منافق کے گھر میں ریاکاری عبادت ہے۔ اور فرمایا جو اہل سنت کے ساتھ صفِ اول میں ہو کر نماز پڑھے۔ گویا اس نے صفِ اول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ انکی ہمار پرسی کرو۔ ان کے جنازے پڑھو۔ ان کی مساجد میں باجماعت نماز پڑھو (مخالفین شیعہ کے پیچھے نماز پڑھنے کی فضیلت والی احادیث کی تعداد مولوی محمد حسین ڈھکونے تیس سے زائد بتائی ہے ایضاً)

۱۰۔ امام صادقؑ نے فرمایا جس نے کسی بدعتی (تارکِ تقیہ) کی تنظیم کی اس نے اسلام کو گرنے کی کوشش کی جس شخص نے امور دین میں سے کسی چیز میں بھی ہماری مخالفت کی (مثلاً تقیہ پر عمل نہ کر کے مخالفت کی) تو ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اس نے تمام (شیعی) دین میں ہماری مخالفت کی (فرمان شیخ صدوق) احسن الفوائد فی شرح العقائد

۱۱۔ امام صادقؑ نے علی نامی شیعہ کو یہ فرمایا۔ اے علی! ہماری امامت کو چھپا اسے مت پھیلا۔ کیونکہ جو اسے چھپائے گا اور نہ پھیلائے گا۔ اللہ اسے دنیا میں عزت دیگا اور آخرت میں دونوں آنکھوں کے درمیان نور پیدا کرے گا جو اسے جنت تک پہنچائے گا۔

(گزشتہ سے پیوستہ) راوی نے کہا۔ ۱۔ سے جو ہم میں کیوں عذاب دیں گے حالانکہ اس نے ایسے کام کیے؟ حضرت نے فرمایا اگر اس کے دل کو بڑھا جائے تو ابو بکر و عمرؓ کی کچھ محبت اس سے نکلے گی۔ میں محمدؐ کو رسول بنا کر بھیجے والے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر جبریلؑ و میکائیلؑ کے دل میں ان (ابو بکر و عمرؓ) کی محبت ہوئی تو حق تعالیٰ ان کو بھی یقیناً دوزخ میں ڈالے گا۔ (جلال البیرون) شیعہ کی دشمنی سے نفرت کا اندازہ لگائیے شکر ہے کہ حبِ شیعہ نہیں نے حسینؑ کا بدلہ لیا۔ رافضی تو تقیہ کے قلعہ میں بیٹھ کر منہ کرتے رہے ہوں گے۔

اسے معلیٰ جو ہمارے سلسلہ امامت کو ظاہر کرے گا اور نہ چھپائے گا اللہ اسے دنیا میں ذلیل کرے گا اور دونوں آنکھوں سے نور سلب کر کے ایسے اندھیرے میں کرے گا جو اسے جہنم تک پہنچائے گا۔ اسے معلیٰ (مذہب چھپانا ہی میرا دین ہے۔ میرے باپ دادا کا دین ہے۔ جو بھی مذہب شیعہ کو نہ چھپائے وہ بے دین ہے۔ اسے معلیٰ اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عبادت خفیہ کی جائے (بطرز شیعہ) جیسے کہ وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عبادت علانیہ (بطرز اہل سنت) کی جائے۔ اسے معلیٰ! ہمارے مذہب کو پھیلانے والا گویا اس کا منکر ہے۔ (کافی باب کتمان)

۱۲۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ ہمارا مذہب و اعتقاد مستور اور چھپا ہوا ہے۔ خدا رسولؐ و ائمہؑ کی طرف سے، عہد لیا گیا ہے کہ اسے چھپا کر رکھا جائے۔ پس جو ہمارے مذہب کو ظاہر کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ (العیض)، سید ظفر حسن شیعہ نے شافعی ترجمہ کافی ج ۲ ص ۲۴۹ پر اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ ”ہمارا معاملہ پوشیدہ ہے۔ بحمد الہی جو ظہور قائم الٰہی محمد تک ظاہر نہ ہوگا۔ پس جس نے ہماری پردہ درسی کی خدا اس کو ذلیل کر دیگا۔ (الحاصل) یہ ایک اُدھی جھلک ہے۔ مذہب شیعہ کے چھپانے اور لقیہ و کتمان دین کرنے کی۔ شیعہ بھائیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دین و ایمان کے تحفظ اور آخرت میں دوزخ سے نجات کی خاطر ان ارشادات پر غور کریں۔ ان پر ضرور عمل کریں۔ اپنے مذہب کو چھپا کر رکھیں۔ نفاذ فقہ جعفریہ کا ناجائز مطالبہ واپس لیں۔ ائمہ سے شرم و حیا کی لاج رکھتے ہوئے عزا داری کے جلوں اور عشرہ محرم میں مذہب کی ہر قسم کی تبلیغ بند کر دیں۔ احکام اہل سنت کے خلاف لٹریچر کی اشاعت سے اور مکانات پر کالے جھنڈے لگانے سے اپنے ائمہ کی دلآزاری نہ کریں۔ تفریق ملی سے باز آکر ملکی و قومی وحدت و سلامتی کے لیے کوئی مفید کام کریں۔ اللہ آپ کو توفیق دے۔ اگر آپ ان متواتر احادیث کو نہیں مانتے تو اپنے ائمہ کے جھوٹے ہونے کا اعلان کریں۔ یا پھر ان کے شیعہ اور پیروکار ہونے سے انکار کریں۔ ورنہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ آپ کا دعویٰ حب اہل بیتؑ محض سیاسی چال اور جھوٹ و فریب ہے۔ اور ”غیبت کبریٰ“ کے اس دور میں آپ صرف

عوام الناس کی سچی عقیدت الٰہ رسولؐ سے ناجائز دنیا کا تے اور ان کے منطائی سیم تنوں سے وصال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدا و رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ کی سچی محبت و اتباع نصیب کرے۔

چند فقہی مسائل

سوال ۵۹۔ فتاویٰ قاضی خان پیر مرقوم ہے کہ اگر کیا شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے؟ کوئی شخص محارم (یعنی ماں بیٹی، بہن، خالہ وغیرہ) سے شادی کر کے ان سے مقاربت کرے اگرچہ وہ تسلیم بھی کرے کہ میں شادی کرتے وقت جاننا تھا یہ مجھ پر حرام ہے۔ تب بھی ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ کیا ایسے فتویٰ والا مذہب قابل اتباع ہے عقل و نقل سے جواب دیجئے۔

جواب۔ شبہ سے حد ساقط ہونے کی نظر میں یہ مسئلہ غلطی سے امام صاحب کی طرف منسوب ہو گیا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ اعانتہ اللہ تعالیٰ میں لکھتے ہیں۔ ”کہ امام ابو حنیفہؒ پر یہ بتانا ہے کہ وہ محارم سے نکاح اور وطی پر حد کے قائل نہیں۔“ وجہ اس کی یہ ہے کہ احادیث صحیحہ ایسے شخص کے قتل کا حکم دیتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۹ باب المحرمات میں یہ حدیث ہے کہ برابر بن عازبؓ کے ماموں ابو بردہ بن نیارؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھنڈا دے کر بھیجا کہ فلاں شخص کا سر قلم کر لاؤ جس نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا تھا۔ اسے ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ نسائی ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں۔ ”کہ مجھے حضورؐ نے اس شخص کی گردن مارنے اور مال لوٹ لینے کا حکم دیا ہے۔“ اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جو محرم عورت سے جماع کرے اسے قتل کر دو۔ (امرات شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۲۲۵) ملا علی قاریؒ نے یہ تشریح بھی لکھی ہے۔ ”اگر اسے حرمت نکاح کا علم ہو پھر حلال سمجھتے ہوئے نکاح کرے تو مرتد ہو کر قتل کیا جائے گا اور اگر حرام جانے تو فاسق ہو گیا۔ جدائی کر کے اُسے

سنگین تعزیر لگائی جائے گی جب تک کہ دخول نہ کیا ہو۔ ورنہ اگر حرام جانتے ہوئے دخول بھی کر لیا تو وہ زانی بھی ہے اس پر احکام زنا جاری ہوں گے۔ (حد زنا لگے گی۔) ایسے شخص کے متعلق صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

ويعاقب عقوبة هي اشد ما يكون من التعزير سياسة لاحدا مقدرا لاشي عا (مجموع مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۲۸۸)

اور اسے سنگین سزا دی جائے گی جو تعزیر سے بھی سخت ہے تاکہ اسے عبرت ہو۔ شرعاً مقررہ حد زنا گنوار سے کو ۱۰۰ کوڑے پر اکتفا نہ کی جائے گی۔

تعزیراً ایسے مجرم کو قتل کرنا بھی روا ہے توفیق حنفی کا فیصلہ احادیث بالا کے مطابق ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شیعہ اس مسئلہ کے بیان میں عمداً خیانت سے کام لیتے ہیں کہ لاحد علیہ کسی اجمالی مقام سے نقل کر لیتے ہیں مگر عقوبت و تعزیر کے مقام سے قتل تک کی صورت میں سنگین تعزیر نقل نہیں کرتے۔ اعاذنا اللہ من شرورہم۔ تعجب ہے کہ شیعہ حضرات ہم پر کیوں طعن کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ تو شیعہ کے اپنے گھر کا ہے۔ کہ وہ نکاح محارم کے بعد وطنی کو زنا ہی نہیں مانتے۔

شیعوں کی مستند کتاب فروع کافی ج ۲ ص ۲۵۲ پر (رجوالہ آفتاب ہدایت) لکھا ہے۔

الذی یتزوج ذات المحارم التي ذكها عن رجل ثم يمها في القربا من الامهات و البنات الى اخر الاية كل ذلك حلال من جهة التزويج حرام من جهة مانهى الله عنه لا يكون اولادهم من هذا الوجه اولاد الزنا من قذف المولود من هذا الوجه جلد الحد لانه مولود بتزويج رشد

بشخص محرم عورت سے شادی کرے جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں انار ہے جیسے ماہیں بیٹیاں۔ یہ شادی کی حیثیت سے جائز ہے اور اللہ کے منع کرنے سے حرام ہے۔ اس نکاح سے ان کی اولاد زانی نہ ہوگی۔ اور جو شخص ایسی اولاد کو حرامی کہے اسے حد قذف (۸۰ کوڑے) لگے گی کیونکہ وہ جائز نکاح سے پیدا ہوئی ہے۔

اب تو مسئلہ صاف ہو گیا کہ شیعہ توہم سے دس قدم آگے ہیں کہ نکاح کو ہی جائز کہہ رہے ہیں۔ اگر ان کا مذہب قابل اتباع ہے تو ہمارا بدرجہ اولیٰ ہے کہ ہم تو قبیح کبیرہ مان کر تعزیر کے قائل ہیں اور ایسے مسائل فرضی صورت پر مبنی ہوتے ہیں واقعی نہیں ہوتے۔

سوال ۶۔ نص قرآنی ہے لَا يَعْصُوهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ پھر فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۱۳۴ پر ہے سورۃ فاتحہ پیشاب سے لکھی جاسکتی ہے (معاذ اللہ) مقول مجہ بیان کیجیے۔

جواب ۱۔ یہ ابوبکر اسکاف کا قول ہے۔ وہ بادل وضو قرآن کا لکھنا، ہاتھ لگانا صاحب المذہب اور طبقہ اولیٰ کے فقہاء میں سے نہیں ہیں تاکہ مذہب حنفی پر اعتراض وارد ہو۔ طبقات الفقہاء میں مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

”دوسرا طبقہ اکابر متاخرین کا ہے۔ جیسے ابوبکر خضاف طحٹمی۔ ابوالحسن کرخی شمس اللہ سرخسی۔ اور حلوائی۔ فخر الاسلام ہزدوی۔ قاضی خان صاحب ذخیرہ وغیرہ جیسے حضرات یہ اجتہاد میں پچھلے فقہاء سے ان مسائل میں مقدم ہیں جن میں صاحب مذہب سے روایت نہیں ہے۔ مگر یہ صاحب مذہب کی مخالفت پر قدرت نہیں رکھتے۔ نہ اصول میں، نہ فروع میں۔“

۲۔ ہم کہتے ہیں کہ کتابت بالبول کا یہ قول صاحب مذہب کے خلاف ہے۔ لہذا حنفیہ اہل سنت پر الزام حجت نہیں بن سکتا۔

”امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نصرانی کو فقہ اور قرآن بتاتا ہوں شاید وہ مسلمان ہو جائے۔ مگر قرآن کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا۔ اور اگر غسل کرے پھر ہاتھ لگائے تو کوئی حرج نہیں۔ کذا فی الملتقط (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸)

نیز آپ فرماتے ہیں۔ قرآن کریم جب پرانا ہو جائے کہ پڑھنا نہ جاسکے اور اس کے پھٹ کر ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے کپڑے میں لپیٹا جائے اور دفن کیا جائے۔ دفن

وہاں بہتر ہے جہاں نجاست و غیرہ پڑنے کا اندیشہ نہ ہو اور سامی بنا کر دفن کیا جائے کیونکہ اگر اسے درمیان میں دفن کیا جائے تو اس پر مٹی ڈالنی پڑے گی اور اس میں ایک قسم کی بے ادبی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۵)

غور کیجئے۔ جب مٹی ڈالنا امام صاحب کے نزدیک بے ادبی ہے تو پیشاب سے لکھنا کیسے جائز نہیں گئے؟

۳۔ بالفرض اسے درست تسلیم کیا جائے تو وہ ان فرضی صورتوں میں لکھا گیا ہے کہ اس قسم کے تعویذ سے علاج کے علاوہ کوئی صورت جان بچنے کی ممکن نہ ہو۔ اور تعویذ کی تاثیر عامل جانتا ہو۔ الفاظ یہ ہیں لو کان فیہ شفا ولا بأس کہ اگر ایسے تعویذ میں شفا ہو تو (جان بچانے کے لیے) کوئی حرج نہیں۔ پھر آخر میں یہ مثال دی ہے کہ پیاسے کو مجبوری کی حالت میں شراب پینا حلال ہے۔ (عالمگیری ج ۳ ص ۴۴۴)

نیز شیعہ کے ہاں تعویذ قرآن بلا وضو درست ہے۔ اور لکھے ہوئے الفاظ کے بغیر قرآن پاک کو چھونا بھی درست ہے۔ جیسے شیعہ رسالہ فقہ توضیح المسائل ص ۳۸ پر جن چیزوں کے لیے وضو مستحب ہے یہ لکھی ہیں۔ نماز جنازہ۔ قرآن پڑھنے یا لکھنے یا ساتھ رکھنے یا حاشیہ قرآن کو چھونے کے لیے تَوَلَّيْنَهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کی تو خود مخالفت کر دی۔ ان کا مذہب ہم سے کمزور ہی ہوا۔

سوال ۶۱۔ قرآن مجید کی ہر سورت بسم اللہ شریف سے شروع ہوتی ہے لیکن سورت توبہ میں یہ آیت نہیں ہے۔ کیوں؟

جواب۔ عہد نبوی میں مکتوبہ قرآنی آیات و سورت توبہ کی بسم اللہ کیوں نہیں صحابہ کرامؓ نے کم از کم دو معتبر گواہوں کی گواہی سے جمع کیں۔ تو ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ملی۔ مگر سورت انفال و توبہ کے درمیان نہ ملی اور کسی نے اس کی تصدیق بھی نہ کی تو اسے بلا بسم اللہ ہی لکھا۔

قسط لانی کے حوالے سے حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۶۴ پر ہے ”کہ سورت توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیوں کہ یہ سورت تو امان اٹھانے کے واسطے (کافروں سے جدائی اور

جنگ کیلئے) اتاری ہے اور بسم اللہ میں امان ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پانگے مگر سورت توبہ کا محل و موضوع نہ بتایا۔ اس کا مضمون سورت انفال کے مشابہہ متخاکر اس میں وعدے کرنے کا ذکر تھا اور اس میں وعدے والیں کرنے کا لہذا اس کے ساتھ (بغیر بسم اللہ) اسے ملا دیا۔

سوال ۶۲۔ جب ہر سورت کا جزو بسم اللہ بنا یا گیا ہے تو پھر ہر سورت بسم اللہ کی قرأت میں سورتیں بلا بسم اللہ کیوں پڑھی جاتی ہیں؟

جواب۔ تسمیہ کے ہر سورت کے جزو ہونے کا دعویٰ محل نظر اور محتاج دلیل ہے دراصل یہ ایک فروعی اختلافی مسئلہ ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ قرآن کی آیت ہے۔ مگر جزو سورت ہونے کا اتفاق صرف سورت نمل کے متعلق ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ و روایت عن احمد بن حنبلؒ یہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ سورت نمل کے بغیر قرآن پاک کی کسی سورت کا جزو نہیں اور امام شافعیؒ اور روایت عن احمد بن حنبلؒ کہاں ہر سورت کی خصوصاً سورۃ فاتحہ کی جزو ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مستقل قرآن کی آیت ہے۔ جو سورتوں کے درمیان فصل اور تبرک کے لیے اتاری گئی ہے۔ مذہب حنفیہ کا صحیح قول یہی ہے (تفسیر الواسعہ ج ۱) جب حنفیہ کے نزدیک ہر سورت کا جزو نہیں۔ تو اس کا ہر سورت کے شروع میں پڑھنا نماز میں مسنون نہ ہوا۔ ہاں مسلسل تلاوت میں پڑھی جاتی ہے کہ مقصود ربط اور روانی ہے۔ اور بسم اللہ فصل کا کام دیتی ہے۔

سنی کتب میں امام ابو حنیفہؒ کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ حضرت انسؓ سے شیخینؒ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے کسی سے بلند آواز سے بسم اللہ نہ سنی۔ معلوم ہوا نہ فاتحہ کا جزو ہے نہ کسی اور سورت کا۔

۲۔ حدیث قیمت الصلوٰۃ میں ہے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں۔ میں نے فاتحہ اپنے اوپر بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے۔ جب وہ الحمد للہ کہتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں

میرے بندے نے میری تعریف کی الخ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۲) اگر سورت فاتحہ کا جزو ہوتی تو یہ حدیث بسم اللہ سے شروع ہوتی۔

۳۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ قرآنہ الحمد للہ سے شروع کرتے تھے۔ ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے (ازافات علا محمد بن زید)۔ سوال ۶۳۔ ثنا کو قرآن مجید سے ثابت کیجیے۔

ثنا جواب۔ سوال کے لیے کبھی اصول چاہیے۔ اہل سنت میں سے کس نے دعویٰ کیا کہ ثنا قرآن کی عبارت ہے یا شیعہ سے کس نے کہا کہ جو دعائیں وہ نماز میں پڑھتے ہیں وہ سب قرآن سے ثابت کریں؟ اگر ایسا کچھ ہوتا تو تب سوال بر محل تھا ورنہ نہیں یہہذا ہم کہتے ہیں کہ ثنا کے مرتب الفاظ تو قرآنی نہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث مرفوعہ اند حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں۔ مگر یہ کوئی شیعہ کا کلمہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل اور لغوہ یا علی مدد کی طرح من گھڑت اور قرآن کے خلاف شرک کی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک ایک لفظ عظمت و توحید الہی کا پیامبر اور معنا قرآن سے ثابت ہے۔

- ۱۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ۔ (سُبْحَانَ الَّذِي أَسْمَىٰ بِ)۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ پ۔
- سَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔ پ۔ ۲۲۔ ۲۴۔
- ۲۔ وَبِحَمْدِكَ۔ (الْحَمْدُ لِلَّهِ پ۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ پ،
- ۳۔ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ۔ (تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ پ۔
- ۴۔ وَتَعَالَى جَدُّكَ۔ (إِنَّهُ تَعَالَى جَدُّ رَبِّكَ پ، (الْحَمْدُ لِلَّهِ پ،
- ۵۔ وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ پ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ پ،

سوال ۶۴۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کا جملہ قرآن میں دکھائیے انہیں تو حدیث مرفوعہ بیان کیجیے۔

جواب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کو اذان سکھاتے ہوئے فرمایا۔

اذا كان اذان الفجر قل بعد
حي على الصلاة الصلوة خير من
النوم (ابوداؤد ص ۳۸ نسائی ص ۵۸ مواد الظمان ۸۵
طحاوی ص ۸۲)

اسی طرح طحاوی نیل الاوطار للشوکانی، طبرانی، بیہقی، دارقطنی وغیرہ میں مرفوعاً یہ جملہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ لہذا اسے حضرت عمرؓ کا اضافہ سمجھنا جہالت یا بددیہانتی ہے۔

سوال ۶۵۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اس جملہ کو حصہ اذان ثابت کیجیے۔

جواب۔ جب اصل مصدر شریعت ہستی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو گیا تو ابوبکر صدیقؓ کے سوا دوسالہ مخضر دور میں بھی ثابت ہوگا۔ اس دور میں مسلمان بڑے بڑے موکروں میں مصروف تھے اتنی فرصت کسے تھی کہ وہ ان جزئیات کو آپ کے زمانے کی تصریحات کے ساتھ روایت کرتا جس کا ٹی کا کراچی سے چلنا اور حیدر آباد رکن ثابت ہو جائے تو کوٹری سے اس کا گزرنا خود بخود سمجھا جائے گا۔

سوال ۶۶۔ نماز تراویح باجماعت زمانہ رسولؐ و حضرت ابوبکرؓ میں ثابت کیجیے۔

جواب۔ بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۹ باب فضل من قام رمضان میں یہ حدیث ہے من قام رمضان إيماناً واحتساباً جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کرے تو اس کے پہلے غفرلہ ما تقدم من ذنبہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات تک اسی طرح لوگ قیام رمضان کرتے تھے۔ پھر اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے کچھ زمانے میں (انفرادی و اجتماعی طور پر حسب اتفاق) لوگ رمضان کا قیام کرتے تھے۔ یعنی تراویح پڑھتے تھے۔ عبد الرحمن بن عبد الناری کہتے ہیں۔ میں رمضان کی

ایک رات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ نکلا تو لوگ متعجب و جاعنوں میں نمازِ تراویح پڑھ رہے تھے۔ کوئی اکیلا پڑھ رہا تھا۔ کوئی ۸-۱۰ آدمیوں کی جماعت کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ان کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہو چنانچہ پھر بختہ ارادہ کر کے (صحابہؓ سے مشورہ کے بعد) سب کو حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے جمع کر دیا۔ آگے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔

”دیکھو حضور علیہ السلام نے رمضان میں ایک رات نماز پڑھائی۔ لوگوں نے اس پر خوب باتیں کیں۔ دوسرے دن لوگ زیادہ جمع ہوئے آپؐ نے باجماعت نماز پڑھائی۔ لوگوں نے پھر خوشی سے باتیں کیں۔ تیسری رات بہت سے لوگ جمع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ چوتھی رات آئی تو مسجد میں لوگ کھابھی نہ سکتے تھے۔ آپؐ نے اس رات نماز نہ پڑھائی۔ پھر صبح کی نماز پڑھا کر فرمایا۔ لوگو! تمہاری آمد اور شوق کا تو مجھے پتہ تھا۔ لیکن میں اس لیے پڑھانے نہ آیا کہ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں تم میرے حکم (حی) فرض نہ ہو جائے اور تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ رسول اللہؐ کی وفات تک لوگ اسی طرح انفرادی و اجتماعی نمازِ تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

دو دنوں روایتیں ہم نے مفصل ذکر کر دی ہیں کہ تراویح کا آغاز بھی خود حضور علیہ السلام نے باجماعت واحد فرمایا۔ مگر فرضیت کے خوف سے خود جماعت کرنا چھوڑ دی۔ اور لوگ اکیلے یا باجماعت پڑھنے رہے تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور کے بعد فاروق اعظمؓ کے دور میں مسلمانوں کو داخلی سکون نصیب ہوا اور وحی کے ذریعے فرضیت کا اندیشہ جاتا رہا۔ تو آپؓ نے تراویح کی سنتِ نبویؐ کو پھر سے زندہ اور باقاعدہ قائم کر دیا اور سب پڑھی گئیں۔ اس لیے نسبت آپؐ کی طرف سمجھی گئی۔ ورنہ جب نفسِ تراویح سنتِ نبویؐ ہے تو جماعت بھی سنتِ نبویؐ ہے۔ تو ۲۰ کا عادی بھی ضرور سنتِ نبویؐ ہوگا۔ اور صحابہ کرامؓ نے ان خود ایجاد نہ کیا ہوگا۔ کیونکہ وہ متبع سنت ہوتے تھے۔ یہاں شیوخ حضرات کی تسلی کے لئے مستند حکام کا حوالہ مفید ہوگا۔ وہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس میں واضح دلیل ہے کہ مسلمانوں کی مساجد میں باجماعت تراویح سنتِ مسنونہ ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ پر زور دیتے رہے کہ یہ سنتِ نبویؐ باقاعدہ قائم کریں۔ یہاں تک کہ آپؓ نے اسے قائم کر دیا۔ الغرض سب صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حضرت عمرؓ نے اس سنتِ نبویؐ تراویح کو باقاعدہ جاری فرمایا۔ کسی تکبر نہ کی۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے دور میں پھر بعد کے تمام خلفاء اسلام اور مشرق و مغرب میں اس پر عمل جاری ہے۔ تعجب ہے کہ شیعہ کو اس عبادت سے کیوں حذر اور جڑ ہے۔ حالانکہ الاستبصار میں روایت ہے کہ حضرت جعفر صادقؑ ۲۰ رمضان تک بیس رگتیں ہر شب کو زائد پڑھتے تھے۔ (آخری عشرہ میں بصورتِ نفل اور اضافہ کرتے ہوں گے۔)

نماز میں ہاتھ باندھنے کی توثیق شدہ احادیث

سوال ۶۷۔ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کے حوالہ میں آپؐ کے پاس صرف ۹ روایات ہیں۔ رجال کشی کے اصول پر ان کے اسناد صحیح ثابت کیجیے اور تمام راویوں کو ثقہ ثابت کیجیے۔

جواب۔ نہ معلوم معترض صاحب نے کون سی انوکھی درمگاہ سے ادیب فاضل کر کے مذہبی مباحث شروع کر دی ہیں۔ اور مناظرانہ اصول کا اتنا بھی پتہ نہیں کہ جس مذہب کی حدیث ہو اسی مذہب کی کتب جرح و تعدیل سے اس کی صحت اسناد کو جانچا جاتا ہے۔ رجال کشی تو چھٹی صدی کی شیعہ کتب رجال کی قدیم ترین کتاب ہے جس میں ماشاء اللہ۔ ابوبصیر زرارہ۔ برید بن معاویہ۔ محمد بن مسلم۔ اسماعیل جعفی وغیرہ مکرزی رواۃ شیعہ کو کذاب۔ ملعون۔ بداعتقاد۔ کافروں سے بدتر۔ یہود و نصاریٰ سے بھی برے ائمہ اہلبیت کی زبانی کہا گیا ہے۔ ہمیں کیا ضرورت پڑی کہ ہم اپنے رواۃ ثقات کو اس بوچر خانہ کی بدلو سے آلودہ کریں۔ آپؐ کو ہاتھ باندھنے کی ۹ روایتیں تسلیم ہیں حالانکہ وہ بہت زیادہ ہیں۔ جب کسی مسئلہ میں احادیث لاتعداد اور حدیث شریعت و تواضع کو پہنچ جائیں تو رواۃ و اسناد کی الگ الگ توثیق کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر ان سب کو جمع کر کے

توثیق شروع کر دی جائے تو ضخیم جلد درکار ہے۔ تاہم بالابد رک کلمہ لایترک کلمہ کے تحت ہم صرف آپ کے بقول ۹ روایتیں مع توثیق اسناد نقل کرنا کافی جانتے ہیں۔

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے۔ حدثنا وکیع (ثقة ثبت تقرب) عن موسیٰ بن عکیر (ابن معین) ابو حاتم ابن نمیر خطیب عجل اور دلابی ثقہ کہتے ہیں نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی خرابی نہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۶۴ عن علقمة بن وائل (ابن حبان نے ان کو ثقافت میں لکھا ہے۔ ابن سعد ثقہ کہتے ہیں۔ ابن حمید صدوق کہتے ہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۸ عن ابیہ وائل بن حجر صحابی مشہور) انہ صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھی سلم فوضع یدہ الیمنی علی الیسری تو دایاں ہاتھ بائیں پر باندھا اور ناف تحت السرة کے نیچے رکھا۔

اہل حدیث عالم عبد الرحمن مبارک پوری تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۱۲ میں لکھتے ہیں شیخ فطوٰن نے کہا ہے۔ یہ سنہ جدید ہے۔ شیخ ابو الطیب مدنی کہتے ہیں۔ سند کے اعتبار سے یہ حدیث قوی ہے۔ ملا عبد سندی کہتے ہیں اس کے رجال ثقافت ہیں۔

۲۔ عن علی قال من السنة وضع الکف الیمنی علی الکف الیسری یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے دایاں ہاتھ فی الصلوٰۃ تحت السرة (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ تلخیص الحسن ص ۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ سنت

حافظ ابن قیم بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۱ میں لکھتے ہیں۔ سنت صحیح یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر ناف کے نیچے رکھے جائیں۔ حضرت علیؓ کی حدیث صحیح ہے۔ اور سیدہ پر ہاتھ باندھنا سنت میں منع آیا ہے جسے تکفیر کہتے ہیں۔

۳۔ عن النبی قال ثلاث من اخلاق النبوة تعجل الافطار و تاخیر السجود و وضع الیمنی علی الیسری حضرت النبیؐ فرماتے ہیں اخلاق انبیاء میں سے تین چیزیں راہم ہیں۔ افطار جلدی کرنا۔ سحری دیر سے کھانا اور نماز میں

تحت السرة (الجوهر النقی ج ۳ ص ۳۲) دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر ناف کے تحت باندھنا۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں۔ اسناد حسن ہے۔ اور ابو مجلز (لاحق بن سبلز) کا قول بھیجہ باسناد صحیح آثار السنن ص ۱۸ میں مذکور ہے۔

۴۔ بخاری شریف باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ ج ۲ ص ۱۸۱ میں ہے۔ عن سہل بن سعد قال کان ناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوٰۃ دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر باندھے۔ بخاری شریف کی یہ روایت توثیق سے مستغنی ہے۔ کیونکہ عبد اللہ بن مسلمہ قسبی مالک (بن انس) اور ابو حاتم سہل بن سعد سب ثقافت ہیں۔

مثلاً تقریب التہذیب لابن حجر سے توثیق ملاحظہ ہو۔ عبد اللہ بن مسلمہ قسبی ثقہ اور عابد ہیں۔ مالک بن انس مشہور امام ہیں۔ ابو حاتم سلمہ بن دینار ثقہ اور عابد ہیں۔

۵۔ سنن نسائی باب موضع الیمن من الشمال فی الصلوٰۃ ص ۱۸۱ میں یہ حدیث ہے۔ اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبد اللہ بن مبارک عن زائدة قال حدثنا عاصم بن کلیب قال حدثنی ابی ان وائل بن حجر اخبرہ قال قلت لآنظرن الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یصلی فنظر الیہ فقام فکبر و رفع یدہ علی رکتہ حتی حاذتا اذنیہ ثم وضع یدہ الیمنی علی کفہ الیسری والرسغ والساعد الخ



تقریب التہذیب سے توثیق ملاحظہ ہو۔

- ۱۔ سوید بن نصر المروزی۔ ثقة من العاشرة۔ ۲۔ عبد اللہ بن مبارک المروزی امام ثقة ثبت، فقیہ، عالم، جواد، مجاہد جمع فیہ خصال الخیر من الثامنة۔ ۳۔ زائدة (بن قدام)، ثقة ثبت من السابعة۔ ۴۔ عاصم بن کلیب بن شہاب الکوفی صدوق۔ ۵۔ کلیب والد عاصم صدوق من الثانية۔ ۶۔ وائل بن حجر صحابی مشہور۔ ۷۔ مشکوٰۃ ۵، مسلم کے حوالے سے حضرت وائل بن حجر کی یہ حدیث ہے۔

... ثم وضع يده اليمنى على اليسرى - پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں

پر رکھا۔

اس کے رواۃ بھی توثیق سے مستثنیٰ ہیں کہ روایت صحیح مسلم کی ہے۔

۸۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی ہاتھ باندھنے کے متعلق یہ حدیث ہے۔

عن قبيصة بن هلب عن
ابيه قال قال رسول الله يؤمننا
فياخذ شماله بيمينه (بحوالہ مشکوٰۃ ۵)
والمم هم جماعت كراته توبايان هاتمه
دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔

ابن ماجہ کی سند میں اس کے راوی ہیں۔

عثمان بن ابی شیبہ - ابوالاحوص - سماک بن حرب - قبيصة بن هلب

ہلب۔

اب تقریب سے توثیق ملاحظہ ہو۔

۱۔ عثمان بن محمد بن ابراہیم (ابن ابی شیبہ) ثقة حافظ شہید۔

۲۔ ابوالاحوص عوف بن مالک بن فضلة الکوفی مشہور بکینتہ ثقة من

الثالثة۔ ۳۔ سماک بن حرب بن اوس الکوفی الباطن صدوق۔ ۴۔ قبيصة

بن هلب الکوفی مقبول من الثالثة۔ ۵۔ هلب صحابی مشہور۔

- ۸۔ روی ابوداؤد حدثنا نصر بن علي انا ابوالاحمد عن العلاء بن صالح عن زرعة بن عبد الرحمن قال سمعت ابن الزبير يقول صف القدمين ووضع اليد على اليد من السنة (ابوداؤد ج ۱)

تقریب سے توثیق ملاحظہ ہو۔

۱۔ نصر بن علی بن نصر بن علی ثقة ثبت دسویں طبقہ کے ہیں۔

۲۔ ابوالاحمد محمد بن عبد اللہ بن الزبیر الاسدی الکوفی ثقة ثبت الا انه قد يخطئ في حديث التورى من التاسعة۔ ۳۔ علاء بن صالح لم اجل في

التقريب۔ ۴۔ زرعة بن عبد الرحمن بن جرهد الاسلمى المدنى وثقه

النسائي من الثالثة۔ ۵۔ ابن الزبیر۔ عبد اللہ بن الزبیر من صغار الصحابة

۹۔ حدثنا محمد بن بكار بن

الريان عن هشيم بن بشير عن

الحجاج بن ابی زينب عن ابی عثمان

النهدى عن بن مسعود انه كان

يصلى فوضع يده اليسرى على اليمنى

فراخ النبي صلى الله عليه وسلم فوضع

يده اليمنى على اليسرى (ابوداؤد ج ۱)

تقریب سے توثیق یہ ہے۔

۱۔ محمد بن بكار بن الريان الهاشمى ثقة من العاشرة۔ ۲۔ هشيم بن

بشير الواسطى ثقة ثبت كثير التذليل والارسال من السابعة۔ ۳۔ حجاج

بن ابی زينب السلمى الواسطى صدوق يخطئ من السادسة۔ ۴۔ ابوعثمان النهدي

عبد الرحمن بن مل مختصراً من كبار الثانية ثقة ثبت عابد مات سنة ۹۵ھ

۵- ابن مسعود لا نظير له في الصحابة

الحمد لله۔ حسب وعدہ ۹ احادیث صحیحہ مع توثیق اسناد ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں ہم نے ذکر کر دی ہیں۔ مگر میں شیعہ حضرات کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنی صحاح سے صرف ۵ احادیث نبوی ہاتھ چھوڑنے کے سلسلے میں رجال کشتی کے معیار پر مع توثیق نقل کر دیں تو میں مان لوں گا کہ شیعہ کے پاس۔ (اپنے گھر سے بھی) کچھ نہ کچھ اس مسئلہ پر مواد موجود ہے۔ لیکن مجھے اس کی توقع نہیں ہے۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہونے ہیں کھانے کے اور۔

سوال ۶۸۔ حضرت ابو بکرؓ کے در سے متعلقہ کوئی ایسی مثال یا روایت

صحیح مع حوالہ بتائیے جس سے ثابت ہو کہ حضرت ابو بکرؓ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے پھر مالکی سنی ہاتھ کھول کر کیوں نماز پڑھتے ہیں؟

جواب۔ یہ سوال بے نکاہ ہے۔ ایک عمل کا کیا مالکی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں؟ (جب دسیوں صحیح موثق احادیث مرفوعہ سے ثبوت ہے تو یہ اس امر کے یقین کے لیے کافی ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ اسی طرح ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے۔ اگر کوئی اس کے خلاف ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہو تو اس کا ثبوت معتزلین کو دینا چاہیے۔ کیا مالکیہ کا دعویٰ یا دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اس ڈھکوسلہ بازی سے کیا فائدہ؟ اسے فقہی و علمی اصطلاح میں استصحابِ حال یا اجماع سے تعبیر کیا جائے گا کہ جب ایک عمل اصولاً ثابت ہو اسب اس کے کرنے پر مامور تھے۔ کسی ایک کا خلاف بھی ثابت نہیں تو یقین ہو جائے گا کہ یہ سب کا متفقہ عمل تھا سب اس پر کاربند تھے۔ شیعہ حضرات کو بھی یہی اصول اپنانا پڑتا ہے کہ مثلاً امام صادقؑ کا ایک قول و عمل سب ائمہ ائمہؑ کا معمول سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ کیا آپ مذہب کی جو تفصیل حضرت صادقؑ سے نقل کرتے ہیں حضرت علیؑ رضاؑ علیؑ نقیؑ سے بھی اپنی کتب سے نقل کر سکتے

ہیں؟ اور جب وہ نہ ملے تو کیا اپنے مخالف کو آپ یحییٰ دیتے ہیں کہ وہ جعفری اقوال و اعمال کو یہ کہہ کر رد کر دے اور مشکوک ظاہر کرے کہ ان کا ثبوت صریح بعد ولے چھ ائمہ سے نہیں ہے؟ یہ تنبیہ اس لیے کرنی پڑی کہ شیعہ حضرات اہل سنت سے مباہلہ کے وقت یہی بے اصولی اور دھاندلی شروع کر دیتے ہیں۔ فاضل۔

رہا مالکیہ کا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا تو یہ ان کے متاخرین کو غلطی لگ گئی کہ بعض مالکیہ سے نقل مذہب امام میں سہو ہو گیا تو پھر یہ رواج چل گیا۔ جیسے مسئلہ عزاداری کے سلسلہ میں شیعہ کو غلطی لگ گئی اور وہ مذہب امام سمجھ کر اس کے پیرو ہو گئے۔ حالانکہ ائمہ کی تعلیمات میں امور سراسر حرام اور ناجائز ہیں۔ راقم کی تالیف مسئلہ عزاداری اور تعلیمات اہل بیتؑ سے آپ شیعہ کی ایک سو احادیث نبوی و ائمہ اس کی سخت تردید میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یا جیسے تحریفِ قرآن خود ائمہ اہل بیتؑ کا مذہب نہیں۔ مگر بعد کے تمام علماء اس کے قائل ہو گئے اور اب بھی قائل ہیں۔ قرآن کو صحیفہ صدیقی و صحیفہ عثمانی کہہ کر اپنے نقص اور شک کا اظہار کرتے ہیں۔ دراصل امام مالکؒ سے نقل مذہب میں روایات مختلف ہیں۔ ایک میں جمہور اہل اسلام کی طرح وضع بدین کے قائل ہیں اور اپنی اصح ترین حدیث و فقہ کی کتاب مؤطا میں یہی نقل کیا ہے۔ ابن منذر و بیہقی نے امام مالکؒ سے اس کے خلاف کوئی قول نقل نہیں کیا۔ علامہ ابن عبد البر مالکی نے لکھا ہے۔

لحمیات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ خلاف وهو قول جمہود الصحابة والتابعین قال وهو الذی ذکرہ مالک فی المؤطا ولم یجئ ابن المنذر وغیرہ عن مالک وغیرہ وروی عن مالک الارسل وصاد الیہ اکثر اصحابہ (مجالس السلام ص ۲۲۰ زامیریان)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں کوئی اختلاف مری نہیں ہے۔ یہی جمہور صحابہؓ و تابعینؓ کا مذہب ہے۔ اور اسی کو امام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا ہے اور ابن منذر و بیہقی نے امام مالکؒ سے اس کے برخلاف نقل نہیں کیا امام سے ایک روایت ارسال کی بھی ہوئی۔

آپ کے اکثر اصحاب نے اسے مذہب بنالیا۔

اور ابن حکم نے بھی امام مالک سے وضع کی روایت نقل کی ہے اور ابن القاسم نے ارسال کی۔ (نیل الاوطار للشوکانی ج ۲ ص ۱۹۳)

لیکن یہ کوئی تصریح نہیں ملتی کہ امام مالک نے ارسال پر کون سے صحابہ و تابعین کے عمل سے استدلال کیا ہے۔ لہذا شیعہ کو ان کے ارسال سے کچھ فائدہ نہیں۔ امام مالک نے موطا میں فرمایا ہے: میں چیزیں سنت ہیں۔ ایک ہاتھ دوسرے پر باندھنا۔ نمازیں روزہ جلدی کھولنا۔ سحری میں دیر کرنا۔

سوال ۶۹۔ قرآن مجید میں ہے: ”روزہ رات تک پورا کرو“ اور رات اندھیرا چھا جانے پر ہوتی ہے۔ آپ

روزہ جلدی کیوں کھول لیتے ہیں؟ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نماز مغرب کے بعد روزہ کیوں کھولتے تھے؟ (فقہ عمرؓ)

جواب۔ تاخیر افطار کا یہ مسئلہ شیعہ نے محض اختلاف برائے اختلاف بنایا ہے۔

ورنہ شریعت کی تعلیم بالکل واضح ہے کہ جب سورج ڈوب جائے اور رات آئے لگے تو روزہ افطار کرو۔ اور نماز پڑھو۔ قرآن پاک کی مذکورہ آیت بھی یہی چاہتی ہے، یہاں یہ توسی و تشبیہ کا اتفاق ہے کہ جیسے **اِنَّ يَكُنْ اِلَى الْمَدَافِقِ** میں کہنیاں ہاتھ

میں داخل ہیں۔ اسی طرح **اَتَمْتُوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ** میں رات صیام میں داخل نہیں۔

ورنہ لازم آئے گا کہ روزہ تمام رات رہے رات ختم ہونے پر کھولا جائے جب رات

روزہ سے خارج ہے تو رات کے جز اقل ہی میں روزہ کھولنا ہوگا۔ جیسے کوئی کہے کہ

میں نے دریا تک سفر کیا تو دریا کا خشک کنارہ سفر کی انتہا ہوئی۔ پانی سامنے آتے ہی

سفر ختم ہو گیا۔ جیسے یہاں کچھ پانی میں پہنچنا لازم نہیں۔ اسی طرح رات میں گھس کر

روزہ جاری رکھنا لازم نہیں۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ رات اندھیرا چھا جانے پر

ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ کسی عرف میں تو سمجھا جاسکتا ہے مگر شرع میں اس کا اعتبار نہیں

ورنہ رات کا چھا جانا اس وقت سمجھا جاتا ہے جب مشرق و مغرب کا فرق نہ ہو سکے۔

تمام ستارے مکمل چمک پڑیں اور یہ چیز سورج ڈوبنے سے سوا گھنٹہ بعد عشا ہونے تک پیدا ہوتی ہے۔ اور اس وقت تک شیعہ تاخیر افطار نہیں کرتے بلکہ تقریباً آدھ گھنٹہ تک سرخی اور روشنی ہوتے ہوئے بعد از نماز مغرب افطار کرتے ہیں یہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ عقل کا تقاضا ہے کہ جیسے پوہ پھٹتے ہی صبح اور وقت صوم شروع ہو جاتا ہے۔ کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ابھی خوب اندھیرا ہے جو گھنٹہ سوا دو زابل ہوگا۔ اسی طرح سورج ڈوبنے اور رات چڑھتے ہی رات کا آغاز اور روزہ کا افطار اور نماز کا جواز شروع ہو گیا۔ گو مکمل شب اور اندھیرا سوا گھنٹہ بعد ہوگا۔

عن عمر قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا اقبل الليل
من ههنا وادبوا للنهادر من ههنا
عذبت الشمس فقد افطر الصائم
(بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۱۸)

حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات یہاں (مشرق) سے آجائے اور دن یہاں سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار روزہ کھول لے۔

جب راوی ہی حضرت عمرؓ ہیں تو ان کے متعلق شیعہ کا تاثر دینا کہ وہ اندھیرا ہونے پر افطار کرتے تھے صحیح نہیں۔ بالقرض اگر یہ بات پائینبوت کو پہنچ جائے کہ حضرت عمرؓ عثمانؓ نماز مغرب کے بعد افطار کرتے تھے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے نماز جلدی پڑھ لیتے تھے۔ پھر افطار کرتے۔ اور نماز مغرب میں زیادہ سے زیادہ ۱۰-۱۲ منٹ ہی لگتے ہیں تو اندھیرا تو نہ چھا جاتا ہوگا۔ تا کہ شیعہ کو یہ مفید ہو۔ مہذب نماز و افطار کا وقت ایک ہی ہے۔ شیعہ سورج ڈوبنے کے فوراً بعد نماز کے بھی قائل نہیں تھے۔ چمکنے پر پڑھتے ہیں۔ لہذا شیعہ کا اس اثر سے استدلال درست اور مفید نہ ہوا۔ شیعہ کی فروع کا کافی کتاب الصوم باب وقت الافطار میں ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ ”سورج کے ڈوبنے اور وجوب افطار کا وقت یہ ہے۔ کہ مشرق سے اٹھنے والی سرخی (سیاہی) تلاش کرے جب وہ سر کے برابر مغرب کو بجائے تو افطار واجب ہے۔ سورج ڈوب گیا۔

غالباً یہ وہی وقت ہے جس پر تمام اہل اسلام روزہ کھولتے ہیں۔ امام صادقؑ نے چاروں طرف رات چھا جانے اور اندھیرا ہونے کو وقت افطار نہیں بتایا۔

سوال نمبر ۷۔ آپ کہتے ہیں کہ شیعوں کے قرآن کے چالیس شیعہ کے ۷ اقرآن ہیں | پارے ہیں۔ کتب اربعہ سے وہ حوالہ نقل فرمائیے۔

جواب۔ یہ خود شیعوں نے قرآن میں تخریف اور کمی کا بار بار پرہ و پیگندہ کر کے عامۃ الناس میں بیگانہ پھیلا دیا ہے۔ کہ شاید شیخ کا مکمل قرآن اس سے بڑا چالیس پارے کا ہو گا۔ کسی عالم نے ایسا نہیں لکھا۔ ہاں شیعوں کے قرآن اور صحیفہ بہت ہیں جن کا ذکر کتب اربعہ میں ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ اصول کافی ج ۲ باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر والجماعۃ مصحف فاطمہ علیہ السلام۔ پھر شیعوں کے ان چار قرآنوں کی تفصیل باب ہذا میں یوں آئی ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ ”ہمارے پاس جامعہ بھی ہے جس کی لمبائی حضور علیہ السلام کے گز سے ۷۰ گز ہے۔ اس میں تمام مخلوق کا حال مکتوب ہے۔ پھر حلال و حرام اس میں ہے۔ اور ہر وہ چیز اس میں ہے جس کی ضرورت ہو حتیٰ کہ خواش سے اور ہاتھ سے مارنے کی دیت بھی اس میں لکھی ہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا ہمارے پاس جعفر بھی ہے۔ وہ ایک ایسا جامع خزانہ ہے جس میں تمام انبیاء، اوصیاء اور بنی اسرائیل کے گذشتہ علماء کے علوم موجود ہیں۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا ہمارے پاس مصحف فاطمہ بھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

مصحف فیہ مثل قرآنکم
ہذاثلثمرات واللہ ما فیہ من
قرآنکم حرف واحد (کافی ج ۳ ص ۳۹)

وہ ایسا قرآن کہ تمہارے قرآن سے تین گنا بڑا ہے اللہ کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں معلوم ہوا کہ یہ قرآن تو ائمہ نے اہل سنت ہی کو بخشن دیا۔ واللہ الحمد

مزید تفصیل ایک روایت میں یوں آئی ہے۔ امام صادقؑ سے جعفر کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا وہ بیل کا چمڑا ہے۔ علم سے جعفر ہوا ہے۔ جامعہ کے متعلق فرمایا۔ یہ

وہ قرآن ہے جو چڑے کی طرح چوڑائی میں ۷۰ گز لمبا ہے۔ بڑے موٹے اونٹ کی دان کی طرح موٹا ہے۔ اس میں ہر انسانی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ ہر مسئلے کا حل اس میں ہے حتیٰ کہ خراش کی دیت بھی ہے۔

مصحف فاطمہؑ کی تخریف میں فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف ۵۷ دن زندہ رہیں اور آپؐ کو وفات نبویؐ پر شدید غم ہوا۔ حضرت جبریلؑ آپؐ کو تسلی دینے آئے تھے اور خوش کرتے تھے۔ اباجان کے حالات بتاتے تھے۔ حضرت علیؑ یہ سب کچھ لکھتے جاتے تھے۔ پس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہی ہے۔

امام صادقؑ نے شیعہ کے دو اور قرآنوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی قسم میرے پاس دو کتابیں ہیں جن میں ہر نبی کا نام ہے اور ہر بادشاہ کا جو زمین کا بادشاہ ہو گا۔ اللہ کی قسم! ان میں کسی میں محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علیؑ کا نام نہیں ہے۔ (کافی ج ۲ ص ۲۷۲)

ان عجیب و غریب قسم کی پانچ آسمانی کتابوں کے علاوہ ائمہ شیعہ کو ہر دور میں ایک نئی کتاب ملتی ہے۔ ۲۰ آئمہ کی ان مستقل بارہ آسمانی کتب کا ذکر کافی کلینی میں ہے۔ علامہ مجلسی کلینی سے لے کر معتبر لکھتے ہیں۔

حضرت فرمود ہر ایک ازما صحیفہ
دارد کہ آئمہ باید در مدت حیات خود لعل
آورد در آن صحیفہ است (جلد العیون)

حضرت صادقؑ نے فرمایا ہم میں سے ہر ایک ایک صحیفہ (قرآن) رکھتا ہے کہ زندگی میں اس امام کو جو اعمال کرنے ہوتے ہیں وہ سب اس میں لکھے ہوتے ہیں۔

اس تفصیل سے پتہ چل گیا ہو گا۔ کہ جب ہر قسم کی معلومات اور دنیا میں قابل عمل ہر مسئلہ اور ضرورت کی ہر چیز شیعہ کے ان سترہ قرآنوں میں ہے جن کے متعلق نقلی آمیزہ دعوے با نیانِ تشیع نے کیے ہیں۔ تو شیعہ کو موجودہ قرآن نبویؐ کو مرکز عقیدت

عہ چونکہ شیعہ کو حضرت حسنؑ اور آپؐ کی اولاد کی بزرگی سے خاص چڑ ہے اس لیے اس کی نفی میں امام صادقؑ سے کافی تک میں حدیثیں روایت کر دی گئیں۔ م۔

ماننے اور رشتہ عمل و اطاعت استوار کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ وہ اگر اس پر ہر قسم کے اعتراضات کرتے اور بے اعتباری ظاہر کرتے ہیں۔ تو یہ عین قطری اور قیاسی بات ہے۔ بھلا جس قرآن نے انبیاء کی عظمت و اطاعت کا بار بار سبق دیا۔ اور **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا** اے اللہ! ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا، سے امامت کو کسی بنا دیا اور مذہب شیعہ کی جڑ کاٹ دی۔ جس نے **وَلَا تَخْزُوا** (اور غم نہ کیا کرو) ذرا کر عزا داری کے نظام کو درہم برہم کر دیا۔ جس قرآن نے سینکڑوں آیات میں اصحاب رسول (بقول شیعہ دشمنان آل علیؑ) کی تعریف و منقبت کا جھنڈا اٹھایا جس نے جگہ جگہ خدا کی توحید اور اسے پکارنے کا حکم دیا اور یا علیؑ مدد کو باطل کر دیا جس نے ایمان کے بولے صالح کی بار بار تلقین کی اور ماتم کدوں سے ملنے والی جنتی ٹکٹوں کو جعلی بتایا اس قرآن سے شیعہ محبت رکھ ہی کیسے سکتا ہے۔ لہذا وہ ہر ممکن طور پر قرآن مجید سے دور رہیں گے عوام کو دور رکھیں گے کیونکہ مذکورہ بالا سترہ قرائن کی عظمت اور ان پر ایمان کا لفظ یہی ہے۔

سوال نمبر ۱۷۷ اگر متعہ حرام ہے تو اس کا رتبہ کیا ہے؟
متعہ اور شیعہ کے ذمہ دار حضرات نے متعہ کیوں کیا۔ ثبوت کے لیے دیکھئے تقریر نمبر ۱۷۵
جواب الزامی۔ یہ سوال بھونڈا اور اشتعال انگیز ہے شیعہ کہا کرتے ہیں کہ ”ہم جن اکابر و اہلبیت کو مانتے ہیں اہل سنت کے ہاں بھی ان کی عظمت مسلم ہے۔“ شیعہ کو چاہیے تھا کہ وہ اہل بیت کے گھرانے کی ہر دور میں متعہ کرنے کی مثالیں پیش کرتے تاکہ جہاں ہم پر الزام ہوتا خود شیعہ اور ان کی مستورات کے لیے واجب الاتباع ہوتا۔ مذکورہ مثال تو ان کے لیے واجب الاتباع نہ رہی۔ ہم متعہ کے قابل ہی نہیں تو اس سے مقصد سوائے ہمیں گالی دینے اور غیرت چڑانے کے کیا ہوا۔ لہذا میں شیعوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر ان میں ذرہ بھر بھی ایمان کی رتی ہے اور وہ متعہ کو کارِ ثواب جانتے ہیں تو خاکم بدہن کیا وہ مستورات اہل بیت کی مثالیں کم از کم ایک دین جن اپنی کتب سے پیش کر سکتے ہیں؟ چیلنج پانچ ہی سہی۔ اگر ثابت کر دیں تو فیما اس مبارک عمل

کا اپنے گھر کی خواتین سے افتخار کریں اور تمام دنیا نے شیعیت کے لیے ایک واجب الاتباع نمونہ پیش کریں۔ اور غرض داعی متعہ کو اس پر ناراض یا شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ایک شرعی حکم ہے جسے عمر نے ماریا نفا۔ آپ اپنے گھر سے اس مردہ سنت کو زندہ کر کے ثوابِ شہادت حاصل کریں۔ ہمارے بزرگ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی۔ جن کی منصب امامت شیعہ بھی پڑھتے ہیں۔ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ تقریر میں بیوہ کے نکاح ثانی کی ترغیب دے رہے تھے۔ کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے نکاح ثانی کو بہت محبوب سمجھا جاتا ہے۔ کسی نے اٹھ کر کہہ دیا۔ آپ اپنی بیوہ بہن کا نکاح ثانی کیوں نہیں کرتے۔ آپ ناراض ہونے کے بجائے فوراً گھر گئے۔ بہن کی منت سماجت کر کے اسے نکاح ثانی پر آمادہ کیا۔ کسی نیک آدمی سے نکاح کر کے فوراً واپس آگئے اور تقریر کے مجمع کو تسلی دے دی کہ تمہارا الزام دور کر دیا اپنے گھر سے سنت کو زندہ کر دیا۔ آج اخبارات کی زینت بننے والے شیعہ علماء کرام اور ”ہم متعہ کیوں کرتے ہیں۔“ ”متعہ اور اسلام“ جیسے رسائل لکھنے والے شیعہ مجتہدین مذہب کے ساتھ اخلاص اور حریت ایمانی سے کام لے کر گھنٹہ بھر یا دن بھر وغیرہ مدت معلوم کے لیے اپنی..... کو متعہ کے لیے دینے کا اعلان عام کر دیں تو شیعہ معاشرہ میں چودھویں کے چاند کی طرح یہ متعہ سنت زندہ ہو جائے گی۔ پھر حضرت عمرؓ کو گالیاں دینے کے بجائے سب شیعہ نوجوان و مستورات اپنے علماء و مجتہدین اور ذاکرین کو دعاؤں سے نوازیں گی۔ پھر کوئی نہ کہے گا کہ اگر متعہ ختم نہ کیا جاتا تو بجز شیعہ کے کوئی زنا نہ کرتا۔“ اور ”فرمان صادق“ سچا ہو جائے گا ”کہ شیعہ! اللہ نے تم پر نثار کیا تو حرام کر دیا مگر اس کے عوض میں متعہ دے دیا۔“ اور اگر شیعہ کے ذمہ دار قابل اتباع حضرات ایسا نہیں کر سکتے تو خدا را ہم کو یہ اعتقاد رکھنے سے تو منع نہ کریں۔ کہ اپنے گھر میں متعہ ناپسند کر کے دوسروں کی بہن بیٹی سے متعہ کرنے والے زانی ہیں۔ ان کا ضمیر بھی زنا کا فتویٰ دیتا ہے وہ دوسروں کو زنا ہی کی تعلیم دیتے اور زنا پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے گھر میں اس زنا کو پسند نہیں کرتے۔ اب فقہ جعفری کے قانون کے مطابق

متنہ کا رشتہ دیں۔ یا انکار کرنے اور متنہ کو بے حیائی سمجھنے کی سزائے ارتداد۔ قتل۔ قبول کریں۔ یا پھر اس مذہب سے توبہ کر لیں۔

اگر آپ تین باتوں سے کوئی بھی قبول نہیں کرتے تو آپ شیعہ ہرگز نہیں خالص متاقی ہیں۔ آپ کا ٹھکانا جہنم ہے۔ کیونکہ علامہ مجلسی و بیہ علامہ نے متنہ کو ضروریات دین (مثلاً نماز روزہ) سے لکھا ہے۔ اور یہ تو یقینی مسلمہ اصول ہے کہ ضروریات دین کا منکر و ناپسند کرنے والا پکا کافر جہنمی ہے۔ تبارک و فاسق ہے۔ خدا و رسول اور ائمہ کی لعنت کا مستحق ہے۔ تفسیر منہج الصادقین سے متنہ نہ کرنے والے کی مذمت میں احادیث ملاحظہ ہوں۔ ترمیم آیت والمحصنات پ۔

۱۔ حدیث مرفوعہ ہے۔ جس نے ایک مرتبہ متنہ کیا اس کا درجہ جہنم جتنا ہے۔ جس نے دو مرتبہ کیا اس کا حسن جتنا ہے۔ جس نے تین دفعہ کیا اس کا درجہ علی بن ابی طالب جتنا ہے۔ جس نے چار مرتبہ کیا اس کا درجہ میرے برابر ہے۔ (مسند اللہ) اگر پانچ مرتبہ کرے تو؟

اب جو شخص حضرت علی و حسینؑ کا درجہ نہ چاہے یا متنہ کے ذریعے اس کے حصول کی تمنا نہ کرے۔ اس سے بڑا بد بخت اور بے ایمان کون ہوگا۔

۲۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا ہے۔ کہ متنہ ہمارا دین (دستور و عمل) ہے۔ اور ہمارے باپ دادے (ائمہ معصومین) کا دین ہے جو متنہ کرے اس نے ہمارے دین پر عمل کیا اور جو متنہ سے انکار کر دے اس نے ہمارے دین کا انکار کیا اور مذہب کے خلاف اعتقاد رکھا۔ یقیناً متنہ سلف سے قرب ہے اور شرک سے لمان ہے۔ متنہ کی اولاد نکاح حلال کی اولاد سے افضل ہے۔ متنہ کا منکر دینہ کرنا والا، کافر و مرتد ہے۔

۳۔ جو شخص دنیا سے متنہ کرے کرے بغیر مر جائے وہ قیامت کے دن اٹھیکا تو اس کے ناک کان کٹے ہوں گے۔

متنہ کی تعریف | متنہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی مرد و عورت باہمی رضامندی سے وقتِ مقررہ

اور فیس (مہر) مقررہ کے ساتھ بغیر گواہوں کے ایجاب و قبول کر کے تعلق قائم کریں۔ چونکہ نکاح دائمی کے لیے شیعہ کے ہاں گواہ شرط نہیں تو اس گھنٹہ بھر کے عارضی تعلق کے لیے گواہ بدرجہ اولیٰ نہیں۔ جب وہ وقت گزر گیا عورت خود بخود آزاد ہو گئی نہ اسے طلاق دی جائے گی۔ نہ وراثت ملے گی۔ نہ نان و نفقہ کی حق دار ہے۔ نہ اس کی عدت ہے۔ نہ وہ مرد پر فیس لینے کے سوا اور کوئی حق رکھتی ہے۔ یہ ساری شرائط و تفصیلات شیعہ کی تہذیب الاحکام و بیہ میں مذکور ہیں۔

تحقیقی جواب | الزامی جواب سے معذرت خواہی کے بعد اصل تحقیقی جواب یہ ہے کہ مظہری میں یہ روایت طحاوی اور نسائی کے تولد سے لکھی ہے۔ ہم نے نسائی کو غور سے تمام کتاب النکاح دیکھا مگر یہ روایت نہیں ہے۔ باب تحریم متنہ موجود ہے۔ اس میں حضرت علیؑ کی روایت سے مرفوعاتین حدیثیں مذکور ہیں جیسے سوال ۵۶ کے جواب میں مسلم شریف کی روایات گزریں۔ طحاوی میں بھی یہ روایت نہیں ہے۔ من ادعیٰ فضیلتہ لیلان۔ معلوم ہوا قاضی صاحب کو ان کی طرف نسبت کرنے میں غلطی لگ گئی۔ یا کاتبوں اور نسخا خان کا تصرف ہے۔

علامہ موسیٰ جمال اللہ الوثیقین فی نقد عقائد الشیعہ ص ۱۳ میں فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے ساتھ حضرت اسماءؓ کی شادی کو بعض راویوں نے عقد الی اجل سے تعبیر کر دیا ہے جسے شیعہ نے متنہ بنا ڈالا۔ حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ شادی کے وقت طرفین نے احتیاطاً کچھ شرائط لگاتے ہیں۔ تاکہ ناموافقت کی صورت کا تدارک ہو سکے۔ تو غالب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بطور احتیاط یہ شرط لگا دی کہ اگر موافقت نہ ہو تو کچھ مدت کے بعد طلاق دے دینا۔ تو لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ نکاح موقت ہوا۔ پھر راویوں نے یہ گھڑ لیا کہ سیدہ اسماءؓ کا نکاح متنہ تھا۔ حالانکہ عام سادات قریش اسے ناپسند کرتے تھے تو صدیق اکبرؓ تو بڑے سردار اور معزز تھے۔ وہ ایسا کب کر سکتے تھے کہ اپنی بچی کا نکاح کسی اجرت یا مفاد کے لیے کریں۔ پھر شیعہ کی یہ بھی کتنی بڑی زبردست خیانت اور سببہ زوری ہے کہ مظہری میں ہم صفحات پر پھیلی ہوئی متنہ کی بحث میں سے ابتدائی چند

سطریں جن میں سوال کے طرز پر جواب متذکرہ روایات ہیں، تو نظر آگئیں مگر تحریم نسخہ کے بقیہ دسیوں روایات سے اعراض کر لیا۔ یہ تو البسا ہی ہے کہ کسی کتاب سے خلاف کے سوال کو اصل مسئلہ ظاہر کر کے لکھا جائے اور جواب کو دیکھا نہ جائے۔ صاحب مظہری چند آثار کے بعد فرماتے ہیں۔

”ان آثار صحابہؓ سے متذکرہ کا جواب تو معلوم ہوتا ہے لیکن منسوخ نہ ہونا اور اب بھی جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ صرف حضرت ابن عباسؓ کا اثر اور ابن مسعودؓ کی قرأت سے یہ منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے۔“

میں کہتا ہوں حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت تو شاذ ہوئی اس کا قطعی کلام اللہ سے معارضہ نہیں ہو سکتا۔ انرا ابن عباسؓ کی تردید اور اس کا رجوع قاضی صاحبؒ نے خود آخر میں ثابت کیا ہے۔ پھر صاحب مظہری فرماتے ہیں۔

”مسئلہ متذکرہ ناجائز اور حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ سوائے شیعہ کے کوئی اس کی حلت کا قابل نہیں۔ حرمت متذکرہ کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے۔
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْئِدَتِهِمْ حَافِظُونَ
إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ
فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَمْلُوكِينَ
اور وہ لوگ اپنے سنر کی حفاظت کرتے ہیں۔ بجز بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔“

پھر مظہری نے مسلم شریف سے تقریباً ۱۰ احادیث نسخ اور حرمت متذکرہ کی نقل کی ہیں جن کو شیعہ پڑھ کر ہنرمند کرتے ہیں۔ ڈکارنگ نہیں لیتے۔ اور خیانتِ حجرانہ کرتے ہوئے نسخ سے قبل کی دو تین روایتیں گردانتے رہتے ہیں۔

پھر آخر میں قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ”میں کہتا ہوں، شاید حضرت ابن زبیرؓ اور دوسرے علماء سے مناظرہ کرنے کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا اور متذکرہ کا منسوخ ہونا ان پر ظاہر ہو گیا تھا۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ متذکرہ کا فتویٰ۔ رجوع سے قبل جب دیتے تھے۔ صرف اس حالت میں دیتے تھے کہ آدمی سفر میں مجبور اور مضطر ہو۔ (مظہری ج ۳ ص ۳۲ اردو)

ابن منذرؒ نے تفسیر میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت بیان کی ہے ”کہ متذکرہ تو نیکو البسا ہے جیسا خنزیر اور مردار کا گوشت کہ مجبور کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپؓ سے کہا گیا آپ متذکرہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تو انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم، میں نے تو اس کا فتویٰ نہیں دیا تھا نہ میری یہ مراد ہے۔ اور نہ مجبور کے علاوہ کسی اور کے لیے متذکرہ حلال قرار دیا ہے۔ (انتہیٰ لمختصا تفسیر مظہریؒ)

قاریؒ کرام! اس تفصیل سے آپ کو پتہ چل چکا ہو گا کہ اصل کتاب میں کیا اور کتنا کچھ لکھا ہوتا ہے اور شیعہ اپنا الوسیدھا کرنے کے لیے کیسے ناقص پر خیانت حوالے دے کر اپنے عوام و قارئین کو منالطہ دیتے رہتے ہیں۔ (اعاذنا اللہ من شرور ہم)

سوال ۲۱۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نکاح حضرت ام کلثومؓ اور حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے جناب سیدہؓ کے لیے درخواست کی تو انحضرتؐ نے فرمایا انہا صغیرۃ۔ یعنی جناب سیدہؓ چھوٹی بچی ہیں تم سے شادی کرنے کے قابل نہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

سوال ۲۲۔ اگر غلط ہے تو اس پر کمال جرح کر کے ثابت کیجئے بھلاؤ و نقل۔ سوال ۲۳۔ اگر صحیح ہے تو عقل سلیم سے فیصلہ کیجئے کہ کیا کوئی انسان یہ بار کر سکتا ہے کہ ام کلثومؓ جس کی والدہ ماجدہ بوجہ صغیر سنی جس شخص کے جالہ عفتہ میں نہیں آ سکتی وہی شخص مدت بعد اسی عودت کی سب سے چھوٹی بیٹی سے شادی رچالے؟

جواب

یہ مشکوٰۃ کے علاوہ خود شیعہ کی کتابوں۔ حیات القلوب، جلالہ العیون، کشف الغمہ لعلی بن عیسیٰ اردبیلی میں مذکور ہے کہیں یہ صراحت نہیں کہ انہوں نے رشتہ اپنے لیے

مانگا تھا یا اپنی اولاد کے لیے۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں صغیرنی کا عذر پیش نہیں کیا بلکہ برہانیت شیعہ یوں فرمایا۔

ان امرہالی دہان شانان کہ فاطمہ کو بیاہنے کا اختیار مجھے نہیں خدا یز وجہا زوجہا کشف الغمہؑ کو ہے۔ وہ اسے چاہے گا تو بیاہ دیگا۔ پھر شیعہ روایت ہی میں یہ تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و سعد بن معاذؓ ایک دن مسجد نبویؐ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کا ذکر خیر آیا تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ آپؐ سے فاطمہؓ کا رشتہ تو بڑے بڑے شریفوں نے مانگا ہے مگر آپؐ نے جواب میں فرمایا ہے اس کو بیاہنے کا اختیار خدا کو ہے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے آپؐ سے رشتہ نہیں مانگا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے تنگدستی مانع ہے اور میرا حجتی بھی کتنا ہے کہ خدا و رسولؐ نے فاطمہؓ کو علیؓ ہی کے لیے بھڑا رکھا ہے۔ چو حضرت علیؓ کو جا کر رشتہ مانگنے کے لیے آمادہ کریں۔ راوی حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ نبیوں حضرت علیؓ کو تلاش کرنے نکلے۔ ایک کنویں پر پانی سینچتے پایا تو خدا و رسولؐ کی ان پر عنایت کا ذکر کیا۔ فاطمہؓ کا رشتہ مانگنے پر آمادہ کیا۔ مالی تعاون کا پورا یقین دلایا۔ چنانچہ بلاآخر حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، سعدؓ کی تحریک و کوشش سے آپؐ کی شادی ہو گئی چہرہ کا سامان ابوبکرؓ نے خریدا۔ بلالؓ نے اٹھایا۔ حتیٰ کہ مہر کی رقم حضرت عثمانؓ نے دی۔ ولیمہ چار ہزار ہاجرین و انصارؓ نے کھایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عن جمیع اجمعین۔

جب یہ حضرات اس رشتہ سے حضرت علیؓ جیسے رفیق خاص کا گھر آباد دیکھنا چاہتے تھے۔ تو اپنے لیے طلب کیسی؟ اور شیعہ کی حرج و حجت باذمی کی ضرورت کیوں؟ بالفرض اگر آپؐ اپنے لیے مانگتے تو عقلاً، عرفاً، شرعاً کوئی قباحت کی بات نہ ہوتی۔ جیسے اپنی ماں کی عمر جیسی خاتون سے نکاح درست ہے تو بیٹی جیسی عمر والی لڑکی سے بھی درست ہے۔ دونوں باتوں میں حضور علیہ السلام کی سنت موجود ہے۔ سب سے پہلی آپؐ کی کنواریں کی شادی ہیں آپؐ کی عمر ۲۵، ۲۶ سال تھی۔ اور حضرت خدیجہؓ سلام اللہ علیہا کی عمر چالیس سے تجاوز کر رہی تھی پھر آپؐ کی عمر ۵ سال تھی کہ وفات خدیجہؓ کے بعد حضرت نے خود

حضرت ابوبکرؓ سے ہوا آپؐ سے ڈھائی سال چھوٹے تھے، حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کا رشتہ طلب کیا تو اس وقت ۶ سال یا کچھ زائد عمر کی تھیں۔ عمر کے اس تفاوت میں آپؐ کو اعتراض کیوں نہیں سوچتا؟ پھر شیعہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی ولادت ۳۵ھ میں ہوئی۔ نکاح ۳۶ھ میں ہوا۔ یعنی الیکال فی ۳۶ھ تو دس سال کی بچی کے ساتھ ۳۳ سالہ شیر خدا کا عقد کیسے؟ چلیے یہ قابل تسلیم ہی کہ اس سال رشتہ میں بھینچی کے ساتھ ایک نبیوان شادہ کر لے۔ مگر کیا یہ غناہ تسلیم کرے گی کہ اپنی اس بیوی (ابھی بچی کے ساتھ جو رشتہ میں ایک قسم کی نواسی ہوئی بیوی کی دنات کے بعد وہی شخص شادی کر لے۔ جیسے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت زینب بنت پیغمبرؐ کی محنت جگہ حضرت امامہ بنت ابی العاصؓ سے حضرت علیؓ نے شادی کی جس کے اثبات کی حاجت نہیں۔

محترم! درحاضر میں میری اور آپؐ کی عقل نارسا ان شادیوں اور مخلصانہ تعلقات کو تسلیم کرے یا نہ مگر حقیقت ہے کہ تفاوت عمر کے باوجود یہ شادیاں ضرور ہوئیں۔ جن میں جذبات جوانی کے بجائے فریقین میں الفت و محبت کی تکمیل رشتہ سے آخرت کا مفاد اور خاندان رسالت سے وسیع تعلق قائم کرنا مقصود تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی کہہ کر رشتہ مانگا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ جیسے میں نے رسول پاکؐ کو رشتہ دیا ہے۔ اسی طرح خاندان رسالت میں رشتہ کرنا بھی چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ دوہرہ تعلق تزیین میری آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے۔ یہ رشتہ ہوا۔ یقیناً ہوا۔

کافی کلیدی، بخاری شریف۔ جو فریقین کی مستند ترین کتابیں ہیں۔ تک میرے اس کا ذکر موجود ہے۔ ہر مورخ اور سیرت نگار نے اسے تسلیم کیا ہے۔ شیعہ کے متفقین و متاخرین علماء و مؤلفین نے اسے تسلیم کیا ہے۔ جنہوں نے اپنے مفاسد کے خلاف پایا تو انکار کی توجرات نہیں کیاں غلط سلاطین و تاجرانہ کی۔ ذریعہ کافی ج ۵ ص ۲۲۶ طبرستان میں یہ باب ہے۔ باب تزویج ام کلثوم۔ محشی علی اکبر الخفاری نے یوں تیار کر لیا ہے۔ ”یہ امیر المؤمنین علیؓ علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے درپردہ

میں ان کا رشتہ مانگا۔ پہلے تو حضرت امیرؓ نے انکار کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کچھ کہا سنا تو اس کا اختیار حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو دے دیا۔ انہوں نے علانیہ سب لوگوں کے سامنے اس کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ہم سے چھینی گئی "حاشیہ" پھر یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام امام صادقؑ نے ام کلثومؓ کی شادی کے فی ترویج ام کلثوم فقال ان ذالک متعلق فرمایا۔ یہ وہ شرمگاہ ہے جو ہم سے چھین لی گئی۔

عجب ہے کہ چچا جان باپ کے حکم سے وکیل بن کر کھلے بندوں نکاح کر کے دے رہے ہیں۔ مگر یار لوگ اسے "غضب شرمگاہ" کے گندے لفظ سے تعبیر کر کے حضرت علیؓ اور تمام بنو ہاشم کی عیبت کو تقصیر رسید کر رہے ہیں۔

علامہ شوکتیؒ حضرت علیؓ کی کمال اتباع نبوی پر مثالیں دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "اگر نبیؐ عجز کے وقت غار کو بھاگے۔ علیؓ عجز کے وقت گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔ اگر نبیؐ مکہ سے مدینہ گئے، علیؓ مدینہ سے کوثر گئے۔

اگر نبیؐ دختر بختمان واد، ولی دختر اگر نبیؐ نے اپنی صاحبزادی عثمانؓ کو بیاہ دی تو علیؓ نے اپنی لڑکی عمرؓ کو دیدی۔

(جلاس المؤمنین ج ۳ ترجمہ مقداد)

اسی طرح الاستبصار شافی... وغیرہ کتب شیعہ میں اس بے نظیر شادی خانہ آبادی کا تذکرہ موجود ہے جس نے شیعہ مذہب کی جڑ کاٹ دی کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے دشمن تھے اور عمرؓ علیؓ کے دشمن تھے۔ زمانہ حال کے شیعوں نے اس نکاح کا انکار شروع کر دیا ہے اور دورانہ کار مخالفہ دیتے ہیں۔ لاہور کے ایک صاحب نے توفیق گوئی اور تکذیب ائمہ و علماء شیعہ کی حد کر دی۔ کہ کتاب کا نام بھی "السهم المسموم فی نکاح ام کلثوم" رکھا۔ گویا حضرت ام کلثومؓ کو یہ زہر آلود نیز مارا (معاذ اللہ) اس مسئلہ پر موجودہ شیعہ کے انکار کے پیش نظر علماء اہلسنت نے

مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جیسے داماد علیؓ و داماد نبیؐ۔ از مولانا مفتی بشیر احمد سپہروریؒ نکاح ام کلثوم۔ از مولانا عبدالمؤمن فاروقی۔ ہم یہاں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھنا چاہتے ہیں کہ شیعہ کے اس عام مخالفہ کار ذکر دیں کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ عمریں چھوٹی تھیں، قابل نکاح نہ تھیں۔ سو واضح ہونا چاہیے کہ حضرت فاطمہؓ کی عمر بوقت نکاح علماء شیعہ نے ۹ برس لکھی ہے۔ طبری کی اعلام اور علیؓ لاء اعلام الہدیٰ ص ۸ طہران پر ہے۔ وکان لفاطمۃ یومئذ بنی بھا امیر المؤمنین تسع سنین دگو اہل سنت کی تحقیق کے مطابق آپؓ اس وقت پندرہ برس کی تھیں، آپؓ کا نکاح کشف میں جناب صادقؑ کی روایت سے رمضان ۲ھ میں ہوا (جلال البیون ص ۱۶ اردو) مجلسی ہی نے ابن بابویہ سے بسند معتبر نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی دختر ابوجہل سے خواستگاری کی خبر سن کر ناراضی سے جب میکے گئیں۔

حضرت امام حسنؓ را بردوش راست و حضرت امام حسینؓ کو دائیں کندھے پر اور و جناب حبیبؓ را بردوش چپ گرفت و حضرت حبیبؓ کو بائیں کندھے پر بٹھایا۔ دست ام کلثوم را بدست راست اند اور ام کلثوم کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں خود گرفت و مجرہ بدر رفت۔ پکڑا اور باپ کے گھر چلی گئیں۔

اور اس قصہ کے آخر میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے امام حسنؓ کو اٹھایا حضرت فاطمہؓ نے حضرت امام حسینؓ کو اٹھایا اور ام کلثومؓ کا ہاتھ پکڑا اور گھر سے مسجد کی طرف چلے آئے الخ (قصہ ناراضگی فاطمہؓ بر علیؓ)

معلوم ہوا کہ حضرت ام کلثومؓ حبیبؓ سے بڑی تھیں کہ خود چل کر نانا کے پاس آئیں پھر نانا جی بیٹی داماد میں صلح کرانے چلے تو بھی پیدل چل کر گئیں۔ جلال البیون ص ۱۷ پر یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر ام کلثومؓ روضہ اطہر میرا کر دیں کہ ہم آپؓ کی مصیبت آج پھر تازہ ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ ۱۷ھ میں اچھی خاصی سیانی مجھڑا تھیں۔ ۸-۷ برس کی ہوں گی حضرت عمرؓ سے نکاح بالفاق مؤرخین ذیقعدہ ۱۷ھ میں ہوا۔ دالفاروق ص ۱۱ معلوم ہوا کہ اس وقت عمرؓ بلوغ میں تیرہ۔ پودہ برس ہو گئی۔ پھر حضرت

عمر کے نکاح میں ۲۸-۲۹ ذوالحجہ ۳۳ھ ۶ سال رہیں۔ آپ سے ایک صاحبزادہ ہوا۔ جس کا نام زید بن عمرؓ تھا۔ اور لڑکی تھی جس کا نام رقیہ بنت عمرؓ تھا۔ حضرت زید بن عمرؓ اور ان کی والدہ ام کلثومؓ کی وفات ایک ہی ساعت میں حضرت حسنؓ کے دور میں ہوئی یہ پتہ نہ چلا کہ پہلے کون مرا۔ پھر کسی کو ایک دوسرے کا وارث نہ سمجھا گیا۔ (حدیث باقرہ تہذیب الاحکام ص ۳۸)

سوال ۵۷۔ کیا درود شریف ازواج مطہرات اور اصحابِ رسولؐ پر درود شریف کے بغیر آپ کی نماز جائز ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو ثبوت پیش فرمائیں اور اگر نہیں ہو سکتی تو درود شریف محمدؐ وال محمدؐ کے علاوہ اصحابؓ و ازواجؓ پر کیوں نہیں پڑھا جاتا۔ جب اصحابؓ و ازواجؓ پھر دُڑھے بغیر نماز ہو جاتی ہے تو جلسہ اور میلاد کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب۔ ہم حنفیہ کے نزدیک نماز میں درود شریف پڑھنا واجب و فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔ شیعہ کے ہاں بھی نماز میں درود سنت و مستحب ہے۔ واجب و رکن ہرگز نہیں۔ ملاحظہ ہو شیعہ رسالہ توضیح المسائل ص ۱۱۸-۱۱۹۔ سنت کا حکم یہ ہے کہ نماز میں چھوٹ جانے یا چھوڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے سجدہ ہو بھی نہیں آتا۔ البتہ عمد اور ود شریف یا کوئی سنت چھوڑنا فی نفسہ گناہ اور کمی کا باعث ہے۔ ہاں شوافع کے ہاں درود کا پڑھنا واجب ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ پھر نماز میں درود شریف ہم بالعموم بخاری شریف والا حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت سے پڑھتے ہیں چونکہ یہ زیادہ مفصل ہے اور اس میں مشہر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے آل و پیروکار مذکور ہیں اس لیے یہ بہتر سمجھا گیا۔ بہتری کی وجہ یہ نہیں کہ اس میں صرف آل محمدؐ کا نام ہے۔ اور بقایا درودوں میں اصحابؓ و ازواجؓ کی بھی صراحت ہے۔ تو وہ کم ہیں۔ یہ افضل ہے کیونکہ یہ خالص شعی ذہنیت ہے۔ چونکہ دشمنان نبیؐ اور اعداء اصحابؓ و ازواجؓ رسولؐ روافض نے درود شریف کو ہوا بنا کر پیش کیا ہے اور عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم درود شریف پڑھ کر قدرے وضاحت سے

اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اللهم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولادہ وازواجه وذریئہ واهل بیتہ واصهارہ وانشیاعہ ومعبیہ وامنتہ وعلینا معهم اجمعین۔ یا ارحم الراحمین (از حسن بروایت قاضی عیاض در شفا)

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نص قرآنی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ ایمان والو! تم بھی نبیؐ پر درود و سلام بھیجو“ (اعزاب) آیت میں صرف نبیؐ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا قرآن کی تعمیل میں صرف آپؐ پر بالذات درود بھیجا درست ہے تو شیعہ کا یہ کہنا غلط ہوا کہ آل کے بغیر نبیؐ پر درود بھیجا جائز نہیں، کیونکہ اس سے حضورؐ پر درود آل کے تابع ہو گیا۔ اس میں آپؐ کی توہین ہے۔ حالانکہ تنہا یا مع الغیر جو درود آپؐ پر بھیجا جا گا۔ وہ آپؐ پر بالذات یا بالاصالہ ہو گا۔

۲۔ حضورؐ کے بعد آلؓ اصحابؓ۔ ازواجؓ وغیرہ پر بھی درود درست ہے۔ بدعت و ناجائز نہیں۔ جیسے شیعہ کا خیال ہے کیونکہ آلؓ و اصحابؓ و ازواجؓ پر درود بھی قرآن پاک میں آیا ہے۔ سورۃ احزاب ہی میں دو رکوع قبل اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ۱۔ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكَ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيْمًا۔ وہ وہی ہے جو خرد اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم کو کفر و ظلمت کی، اندھیروں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف نکال لائے۔ اور وہ تمہارے ایمان والوں پر رحمت کی بارش ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہت ہی اچھا اجر تیار کر رکھا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت میں خدا اور فرشتوں کا درود و رحمت عام مؤمنین صحابہ کرامؓ پر ہے۔ ہمارے خیال میں حضرت علیؓ اور اہل بیتؓ چونکہ مسموم نہیں لہذا اس آیت

میں شامل ہیں کہ اللہ ان کو بھی اندھیر دل سے نور کی طرف نکالنا ہے۔ یعنی دن بدن اعمال و درجات میں ترقی لاقتناہی پوری ہے۔ شیعہ حضرات کے نزدیک چونکہ وہ چار افراد پیدا نشی قطعی معصوم ہیں۔ کفر و نفاق کی ظلمت سے نور کی طرف اخرج کا تصور نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ اس آیت اور درود کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ اب میں شیعہ کو چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے چار افراد معصوم کے لیے درود کی سارے قرآن سے ایک آیت پیش کریں۔ ناقیامت پیش نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ اپنے عقیدہ عصمت سے توبہ کر لیں۔

۲۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ الَّذِينَ بَوَّضُوا
بِإِيتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ
عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (پ ۱۲۶)
اور اسے رسول! جس وقت تمہارے پاس وہ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو تم ان سے کہہ دو کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت واجب فرمائی ہے۔ (ترجمہ مقبول)

قرآن پاک کی ایک آیت غیر نبی و اصحاب نبی پر درود بھیجنے کی یہ ہے۔
۳۔ حُذِّرُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ
تُظْهِرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ
إِنْ صَلَّوْا تَكُ سَكْرٌ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ
عَلِيمٌ (پ ۲۶)
ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لو کہ ان کو بھی پاک کر دو۔ اور اس حدیث میں ہے کہ ان کے مال کو بھی بڑھاؤ۔
دعاؤں سے رحمت کرنا ان کی تسکین کا باعث ہوگا اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(ترجمہ مقبول)

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کے اصحاب، ازواج اور آپ کے پرکاروں پر درود بھی اکثر احادیث مرفوعہ میں آیا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندیؒ نے زاد السعید میں درود و سلام پر مشتمل جو چالیس احادیث ذکر کی ہیں۔ اور تبلیغی جماعت کے سربراہ مولانا زکریا سہارنپوریؒ نے فضائل درود شریف میں وہ سب رسالہ نقل کر دیا ہے۔

چند احادیث اس سے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اللہم اجعل صلواتک و
دبرکاتک علی محمد النبی الامی
واذواجه اجمہات المؤمنین و اہل بیتہ
کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید (۳۹)
اے اللہ! اپنی رحمتیں اور برکتیں حضرت محمد بنی امی پر اور آپ کی بیویوں پر بھیج جو سب مومنوں کی مائیں ہیں اور آپ کے گھروالوں پر جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت بھیجی ہے۔ بے شک تو تشریفوں والا اور بزرگ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا درود بہت بڑے پیمانے سے ناپا جائے تو وہ ہم اہل بیت پر یوں (مذکورہ بالا) پڑھا کرے۔ معلوم ہوا کہ اندراج مطہرات نبی اہل بیت رسول ہیں۔ اور یہ حضرت علیؓ کا فیصلہ اور حکم ہے۔

۲۔ اللہم صل علی سیدنا محمد
والنبی الامی و آلہ واصحابہ وسلم۔
اور ان کے آل و اصحاب پر رحمت اور سلامتی نازل فرما۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تریب اہل السعادت میں لکھا ہے کہ جو شخص زیارت رسول مقبول چاہے۔ وہ شنب جمعہ میں دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت انکرمسی اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد اور لحد سلام ۱۰۰ بار یہ (بالا) درود شریف پڑھے۔ ان شاء اللہ تین جمعے گزرنے نہ پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ معلوم ہوا کہ درود شریف میں مکمل وزن اور فصیلت ازواج و اصحاب کے ذکر خیر سے آتی ہے۔

۳۔ اللہم صل علی عبدک و
رسولک وصل علی المؤمنین والمؤمنات
یہیج۔ اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر رحمت بھیج۔

یہاں آل کے بجائے مومنوں اور مسلمانوں کا ذکر اس کی دلیل ہے کہ مومنین و مسلمین بھی آل رسول اور مستحق درود ہیں۔

۴۔ اللہم صل علی محمد وازواجه وذریئہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجه وذریئہ کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

۵۔ اللہم صل علی محمد وعلی ازواجه وذریئہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی ازواجه وذریئہ کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ دونوں یکساں ہیں۔ صرف دوسرے میں علی جہاد کا اضافہ و تکرار ہے۔

۶۔ اللہم صل علی محمد النبی وازواجه امہات المؤمنین وذریئہ و اہل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید۔

۷۔ ابو حمید ساعدی کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ ہم کیسے آپ پر درود بھیجیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

قولوا اللہم صل علی محمد وازواجه وذریئہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجه وذریئہ کما بارکت علی ابراہیم انک حمید مجید۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۸۶)

اے اللہ! حضرت محمدؐ پر اور آپؐ کی بیویوں پر اور آپؐ کی اولاد پر رحمت نازل فرما جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما حضرت محمدؐ ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر۔ بے شک تو تعریفیوں والا بزرگ ہے۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کو پسند ہو کہ پیانا پورا بھر کر اسے ثواب دیا جائے وہ ہم اہل بیت پر یوں درود پڑھے۔

اللہم صل علی محمد النبی الامی وازواجه امہات المؤمنین وذریئہ و اہل بیتہ کما صلیت علی آل ابراہیم انک حمید مجید (الوداؤد مشکوٰۃ ص ۸۶)

۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا اور فرشتوں کی اتباع اور آیات بالاک تعمیل میں آنے والے صحابہ کرامؓ کو دعائے سلام دیتے۔ دعائے رحمت بھیجتے اور صدقہ و ہدیہ قبول

فرما کر ان کو گناہوں سے پاک صاف کرتے۔ مثلاً صحابہ سیدہ وغیرہ میں آیا ہے اللہم صل علی آل ابی ادنیٰ (اے اللہ! ابی ادنیٰ کی آل پر رحمت بھیج)

ان تمام آیات و احادیث سے واضح ہوا کہ اصحاب رسولؐ و ازواج رسولؐ پر درود بھی حکم قرآنی اور فعل نبوی ہے۔ جس کا منکر کا فر ہوگا۔ ان پر بھی درود و سلام سنت سمجھا جائے گا اور بھیجا جائیے۔ میلادِ مہر و جہ تو فرقہ وارانہ رسم ہیں۔ ہاں جلسہ تبلیغ ہو یا کوئی محفل خیرہاں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھا جائے گا۔ اپنے آلؓ پیروکارؓ ازواجؓ مطہراتؓ، اصحابؓ، عام مومنین اور نیک امتیوں پر بھی درود بھیجا جائے گا۔ اسی سے حدیث میں صراحت کے مطابق ثواب کا پیانا بھر کر ملے گا ورنہ ناقص رہے گا۔

ازواج پاکؓ اور صحابہ کرامؓ بھی اہل بیت رسولؐ ہیں | سوال ۱۷۔ کوئی صحیح اور مستند حدیث رسولؐ مع مکمل حوالہ پیش کیجئے۔

جس میں مذکور ہو کہ تمام اصحاب و ازواج پر درود و خاص واجب ہے اور یہ بھی بتائیے کہ اگر واجب ہے تو اس کے بغیر نماز کیسے ہو جاتی ہے؟

جواب۔ روایات صحیحہ مستندہ کے علاوہ ہم نے تو تین آیات قرآنی بھی پیش کر دیں۔ شیعہ میں صرف ماننے والوں کی کمی ہے۔ فضائل تبلیغ اور مشکوٰۃ شریف سے احادیث خاصہ نقل کرنے کے بعد ہم نے اصل کتب بخاری۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ریاض الصالحین کی مراجعت کی تو احادیث کو درود شریف کے باب میں ٹھیک پایا حضرت ابو حمید ساعدیؓ والی روایت جس میں وازواجه امہات المؤمنین کی تصریح ہے ہر جگہ پائی۔ جیسے پہلے ذکر ہوا۔ نماز میں درود و خاص واجب نہیں سنت ہے اور کوئی درود بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ درود مروجہ کے علاوہ اور کسی کی محاذات تو نہیں۔ یہاں۔ اس نکتہ پر غور کریں کہ ہر درود میں حضرت ابراہیمؑ کی آل کے ساتھ تشبیہ ہے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آل و اہل بیت ابراہیمؑ کون ہیں؟ آپ صرف صلی اولاد کا نام لیں گے جو پیغمبر ہوئے مگر اس آل سے قبل ان کی ماں اہل بیت ابراہیمؑ ہے جس پر

خدا و فرشتوں نے درود پڑھا۔ حضرت ابراہیم کو جب فرشتوں نے حضرت اسماعیل کی بشارت دی تو اہل بیت ابراہیم کا تعجب یوں زائل کیا۔

قَالُوا اَتَعْجِبِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ
رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ
الْبَيْتِ اِنَّهُ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ (ہود پ ۶)
ان فرشتوں نے کہا اے عورت، کیا تو
امیر خدا سے تعجب کرتی ہے حالانکہ اے
اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں
بے شک اللہ تعالیٰ سزاوار حمد و ثنا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت کو سامنے رکھ کر درود شریف کے الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ
مطابق طور پر اس آیت سے ہمارا درود بنا ہے۔ مشتبہ یہ آل ابراہیم ہی محترمہ آپ کی
زوجہ سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ صلی اور بارک۔ کے صبیحوں کا مطلب ہی یہ
ہے کہ اللہ کی رحمت و برکت آل ابراہیم و آل محمد پر نازل ہو۔ حمید مجید نے ہمارے
مدعا پر ہر تصدیق لگا دی۔ اب معلوم ہوا کہ آیت مشتبہ کے مطابق آل محمد کا بھی اصل
مصدق آپ کی ازواج مطہرات ہیں جو بیض قرآن اہل بیت نبوی ہیں۔

وَاقْبِضِ الصَّلٰوةَ وَاتَّقِ الزَّكٰوةَ
وَاطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ
عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيرًا (احزاب ۵۶ پ ۱۶)
اور اے نبی کی پیروی! نماز پڑھا کر واد
زکوٰۃ دیا کر وادور (برابر) اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کرتی رہا کر و۔ اے
اہل بیت! اس کے نہیں ہے کہ خدا
یہ چاہتا ہے کہ تم سے برہمن کے جس کو دور کر دے اور تم کو ایسا پاک کر دے جیسا کہ پاک
کرنے کا حق ہے۔ (ترجمہ مقبول)

جب تمام رکوع میں ازواج پاک کو خطاب ہے انہی کو یہ شان بخشی۔ لَسْتُنَّ
كَاحِدٍ مِّنَ النِّسَاءِ کہ تم دنیا کی کسی عورت جیسی نہیں ہو یعنی سب سے افضل ہو تو البیت
رسول بھی وہی ہیں۔ جیسے زوجہ ابراہیم اہل بیت ابراہیم ہیں۔ عربی میں بیت گھر کو بولتے
ہیں۔ اہل بیت گھر میں رہنے والے۔ گھر کی مالک سب سے پہلے بیوی بنتی ہے اولاد لبد
کوتی ہے۔ مگر شادی کے بعد ان کو پھر مستقل گھر بنا کر دیا جاتا ہے۔ اور اس بڑھیا ماں کو گھر

سے کوئی عدلیٰ فرزند بے دخل نہیں کر سکتا تو شرع کے علاوہ عرف میں بھی اہل بیت
گھر والے۔ گھر والی۔ بیوی ہی قرار پائی۔ قرآن کریم میں ہے اِذْ قَالَ مُوسٰی لِاٰهْلِهٖ
اُمْكِنُوْا لِهٰٓ - مراد آپ کی بیوی ہے۔ وَاِذْ عَدُوْتُ مِّنْ اٰهْلِكَ - جب صبح آپ گھر والوں
سے چلے مراد حضرت عائشہؓ ہیں۔

نعت میں بھی اہل۔ آل۔ اہل بیت۔ بیوی اور بیوی کا رول کو کہتے ہیں۔ الہل کنبہ
رشتہ دار۔ اہل الرجل بیوی۔ اہل الامر حکام۔ اہل المذہب متبعین مذہب۔ اہل الودع۔
بد۔ اہل المدر والحضر عرب کے شہری۔ اہل الہل۔ شادی شدہ ہونا۔ تا اہل شادی شدہ
ہونا۔ اہل ایہا لا شادی کر دینا (مصباح اللغات ص ۳)
شبیہ روایات کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اہل بیت اپنی بیویوں
کو جانتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کو یوں اگر سلام کرتے۔
اے اہل بیت تم پر سلام ہو۔

السلام علیکم یا اهل البيت
(حیات القلوب ج ۲ ص ۲۸)

حضرت جعفر صادقؑ نے بھی فرمایا ہے کہ ایک عورت ہم اہل بیت سے محبت کرتی
تھی حالانکہ وہ زوجۃ الرسول حضرت ام سلمہؓ کی خدمت کرتی تھی۔ اور حضرت ام سلمہؓ نے
فرمایا۔ ہم اہل بیت کا حق ناقیامت لوگوں پر واجب ہے (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۸)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے صحابہ کرامؓ اور مومن و متقی پر یہیز کاروں کو
اپنا اہل بیت بنایا ہے۔ اسی مفہوم میں حضرت سلمان فارسیؓ اہل بیت رسول میں سے ہیں۔
کشف الغمہ کی روایت ہے حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کا اہل بیت کون ہے؟
تو فرمایا ان لوگوں میں سے جو بھی میری دعوت قبول کرے اور میرے قبلے کی طرف منہ کرے یعنی
عام مسلمان اور وہ بھی جسے اللہ نے میرے گوشت اور خون سے بنایا ہے (یعنی اولاد)
تو سب صحابہ کرامؓ کہنے لگے۔ ہم اللہ، اس کے رسول اور اہل بیت رسول سے محبت رکھتے
ہیں تو آپ نے فرمایا پس اس وقت تم ان اہل بیت سے ہو۔ اہل بیت سے ہو۔

کشف الغمہ ص ۵۵ ج ۱ ص ۲۸

اس موضوع پر دلائل اور بھی بکثرت ہیں۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جیسے آل میں از روئے لخت کلمہ یا اولاد آتی ہے۔ اہل بیت اور آل پیغمبر میں از وراج مطہرات بھی یقیناً آتی ہیں۔ اور آل میں پیروکار اور اصحاب بھی آجاتے ہیں تو نماز کے درود میں اگر اصحاب و از وراج کی صراحت نہ بھی ہو تب بھی وہ درود میں شامل اور سلام و رحمت کے حقدار ہیں۔ ہر مسلمان کو ان کی نیت کر کے صیغہ درود و سلام پڑھنا چاہیے درود سے قبل جو ہم شہد میں سلام علی النبی کے بعد السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہتے ہیں۔ اس میں یقیناً صحابہ کرام، از وراج مطہرات اور اولاد رسول شامل ہیں۔ یہاں جیسے عباد اللہ الصالحین میں اصحاب رسول شامل ہونے میں شک نہیں کیا جاسکتا اسی طرح آل محمد میں بھی اصحاب رسول پیروکار کی حقیقت سے یقیناً شامل ہیں اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ آل فرعون کل شیطان۔ آل قریش۔ آل ثبیعہ میں ان کے پیروکار از روئے لخت و عرف یقیناً شامل ہیں۔ تو اسی طرح آل موسیٰ۔ آل ابراہیم اور آل محمد و آل سنت نبوی میں ان کے سب پیروکار اور امتی شامل ہیں۔ اولاد فی الجملہ خصوصیت کے باوجود اس رسول کی امت اور پیروکار کہلاتی ہے۔ لہذا آل کا معنی امتیہل کرنے میں امتی اور سید کی الگ الگ تشریح کرنا بے معنی ہے۔

شیعہ دوستو! ذرا انصاف سے خدا لگتی کہو کیا تم اہل بیت کی پوری اتباع کرو گے تو کیا تم خود کو ان کا گروہ ان کے آل اور ان کے ہمراہ قیامت میں حشر ہونے والا سمجھتے ہو یا نہیں؟ اگر سمجھتے ہو اور تمہارے علماء بھی یہ لکھ دیتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ امیر المؤمنین کے شیعہ ہیں۔ اور ان کے اولیاء خدا و رسول کے اولیا ہیں۔ اور آل رسول کے قریبی ہیں۔ (محاسن المؤمنین ج ۱ ص ۳۸۲) ترجمہ مقبول ص ۵۱ کے حاشیہ پر ہے جو شخص اہل سے محبت رکھے گا وہ اہل بیت میں داخل ہوگا (بحوالہ ذکر الافہام ص ۶)

تو کیا وجہ ہوئی کہ تم تو شیعہ علیؑ کہلا کر آل علیؑ اور اہل بیت بن گئے۔ اور ہم اور ہمارے اکابر اصحاب رسول اتباع رسول کی وجہ سے آل رسول نہ بنے۔ "تِلْكَ اِذَا قُضِيَتْ حُجُجُيْ الزُّرْعِ اِذَا رَاجَعَ رَسُوْلُ اٰہْلِ بَيْتِ نَبِیْیْہِیْنَ۔" ان سب پر ہم درود

بھیجتے ہیں۔ درود میں نیت کر کے عقیدت کے پھول بچھا کر کرتے ہیں اللھم ارزقنا جھم والتمسک بھدیہم واحشرنا معھم فی الجنة یا رب العالمین۔

سوال ۷۷۔ آپ کے ہاں یہ مشہور ہے کہ خلافت خلافت کے متعلق نبوی ہدایات جمہور کی رائے یا اجماع کے طریقہ پر قائم ہو سکتی ہے۔ زبان رسول سے یہ قیاس ثابت فرمائیے حوالہ مکمل دیجیے۔

جواب۔ جب دین اسلام ناقیامت رہے گا۔ تمام دنیا اس کے ماننے کی پابند ہے۔ امور دین کو اجتماعی طور پر سرانجام دینے اور کروڑوں افراد امت کی شیرازہ بندی کے لیے ایک سیاسی قوت اور حکومت کا قیام بھی ناگزیر ہے۔ تو پھر ایسی حکومتیں اور ان کے سربراہ نہ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰ میں محصور ہو سکتے ہیں کہ صرف ان کی بالترتیب نامزدگی کر دی جائے نہ ان کی ناقیامت صحیح تعداد مع جہاد الشخصات وعلامات کا قرآن وحدیث میں بھنا قرین قیاس تھا۔ غور کیجیے ایک صدی میں ایک تخت پر کتنے حکمران گزر سکتے ہیں۔ قیامت تک کتنی صدیاں ہوں گی۔ پھر خبر فیائی، لسانی اور بین الاقوامی خصوصیات کی وجہ سے حکومتوں کا لاتعداد وجود میں آنا بھی ناگزیر ہے۔ اس صورت میں خلفاء کی فرست ہی قرآن و سنت پر حاوی ہو جائے۔ لہذا عقلی تقاضا بھی یہ ہوا کہ خلافتوں کا قیام اور ان کے خلفاء کا انتخاب اس دور کے عوام یا اہل حل وعقد پر چھوڑا جائے۔ چنانچہ قرآن پاک نے بھی یہی تعلیم دی وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔ کہ ان مؤمنین کے (سیاسی و غیر سیاسی) معاملات ان کے باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں (زخرف) خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ ابوبکرؓ کو نامزد کر جائیں۔ فرمایا میں تمنا تو یہ کرتا ہوں مگر اقدام کے ضرورت نہیں جانتا۔ کیونکہ دیاجی اللہ والموصوف الا بابا بکرؓ (بخاری ج ۲ ص ۲۵۷ مسلم)

اللہ تعالیٰ اور ایمان والے اس سے انکاری ہیں کہ ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کو بنائیں۔ یہ ارشاد رسولؐ پیشینگوئی بمنزلہ نص کے بھی ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی اور انشاء و ترغیب بھی ہے کہ مؤمنین حضرت ابوبکرؓ کو جنیں یا ان کے بعد کسی اور کو بھی اللہ کی رضا اور اس کا انتخاب ہے۔ کیونکہ بن بیان کا انتخاب صریح در اللہ کی رضا لازم و ملزوم ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؑ نے زانیہی جمہوری شوریٰ اور اجماعی حکومتوں کو اللہ کی منتخب حکومت بنایا اور اس کی اتباع و تائید ہر ایک پر لازم کر دی۔

انما الشوری للمہاجرین و
الانصار فان لم یتمعوا علی رجل وسموہ
اما ما کان ذالک للہ رضی اللہ عنہم البلاء
توالد کالبدیدہ خلیفہ بھی وہی ہوتا ہے۔
اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اجماعی فیصلہ
مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ وہ اگر کسی
ایک شخص پر اجماع کر کے اسے خلیفہ بنالیں
ایک خطبہ میں فرمایا۔

وانما ذالک لاہل بدرفمن
رضوبہ فہو خلیفہ۔
انتخاب کا حق صرف اہل بدر کو ہے وہ
جس پر رضی ہو جائیں (اسلامی) خلیفہ
وہی ہے۔

اہل بدر کا ذکر آپؐ نے اس وقت کیا جب قاتلین عثمانؓ اور عام لوگ بیعت
کر کے آپؐ کو خلیفہ بنانے لگے۔ تب آپؐ نے معیار خلافت یہ بنایا کہ اہل بدر مہاجرین
و انصار، صلحاء اہل حل عقد جس کو خلیفہ چاہیں وہی خدا کا خلیفہ اور امام شرعی ہوتا ہے
بس کو ماننا ضروری اور حق لذت حرام ہے۔ کیونکہ وہ نبیؐ کا جانشین ہوتا ہے۔ اب
قرآن کے بعد حضرت رسولؐ و علیؓ کے معیار کو صحیح نہ ماننے والا اور اجماعی مشین کا طعنہ
دینے والا کافر ہو یا مسلمان؟ واضح کریں۔

سوال ۱۰۔ اگر رسولؐ خلافت کے لیے کوئی ہدایت دیے بغیر جہان سے
رخصت ہو گئے تو پھر سفینہ بنی ساعدہ میں حضرات شیخینؓ نے یہ کیوں کہا الائمۃ من
قریش۔ کیا انہوں نے محض حکومت کے حصول کے لیے جھوٹ بولا؟ نیز خلاف سنت
رسولؐ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی نامزدگی کیوں کی؟

جواب۔ خلافت کے سلسلے میں حضور علیہ السلام کی ہدایات بحضرت ادرکی انواع کی
نقص منجملہ گذشتہ روایت درای اللہ و المؤمنون الا اباصحرا کے یہ بھی امت کو
ہدایت دی لا ادری مابقای فیکم فانتروا من بعدی ابی بکر۔ سر ترمذی ج ۲

ابن ماجہ فرما، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۲، مسند رک ج ۳ ص ۵۲، قال الحاکم و
الذہبی صحیحہ بحوالہ راہ سنت ص ۳۲ مصنفہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر، یہ حدیث
شیخین کے اختلاف پر فیض جلی سے کم نہیں۔

یہ بھی ہدایت تھی کہ ایک خواب میں خلافت راشدہ کی پیشینگوئی فرمادی کہ آپؐ
نے خواب میں دیکھا۔ کنوئیں پر کھڑا ہوں۔ ڈول رکھا ہے۔ میں اس سے پانی نکال کر پلاتا
رہا۔ جتنا اللہ نے چاہا۔ پھر وہ ڈول ابوبکرؓ نے لے لیا۔ اس نے بھی کچھ ڈول نکالے
کہ ان میں کمزوری تھی یعنی مدت خلافت بہت بخوڑی تھی۔ وہ بھی مزند دل اور تھوڑے
قتیوں کے ساتھ جہاد میں گزری اور داخلی امن تھا، اللہ ان کو بخشے پھر وہ ڈول بہت
بڑا مشکیزہ بن گیا۔ پھر عمرؓ نے لے لیا تو میں نے ان جیسا مضبوط پہلوان نہیں دیکھا
جس نے خوب پانی نکالا ہوسکتی کہ سب لوگ سیراب ہو گئے۔ یعنی ان کی خلافت ترقی اسلام
اور وسعت کے ساتھ بڑی مستحکم رہی۔ بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۵۔

یہ ہدایت بھی دی کہ میں اگر اپنی جگہ پر نہ رہوں (یعنی وفات پا جاؤں) تو ابوبکر صدیقؓ
کے پاس آنا کہ وہ میرے جانشین ہوں گے، مشکوٰۃ ص ۵۵۔
یہ تو خصوصی ہدایات تھیں کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو خلیفہ بنانے کا اشارہ تھا اور
ان کی بیعت کرنے پر مسلمانوں کو آمادہ کر گئے۔

ہدایت کا ایک شعبہ یہ بھی تھا کہ اطاعت امیر کی خوب ترغیب دی۔ حاکم شرعی اذ
اس کے منصب کا بڑا اعزاز و وقار جتلیا۔ اس کی مخالفت کو حرام فرمایا۔ ایک خلیفہ ہو
چکنے کے بعد پھر دوسرے کی بیعت یا اس کے لیے کوشش و سازش کو بدترین جرم قرار
دیا۔ صحاح کی چند احادیث نبوی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے امیر کی مخالفت
کی اس نے میری مخالفت کی۔ امام (حاکم شرعی) تو ایک ڈھال ہے۔ اس کی آڑ میں رہ کر
جنگ کی جاتی ہے اور بچا جاتا ہے۔ وہ اگر تقویٰ کا حکم دے اور عدل کرے تو اسے ثواب
ملے گا اور اگر خلاف عدل و تقویٰ حکم دے تو اس کا گناہ اسی پر ہوگا۔ بخاری و مسلم،

۲۔ اگر تم پر ناک کٹا غلام بھی امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری راہنمائی کرے تو اس کی بات سنو اور فرمانبرداری کرو (مسلم)

۳۔ اپنے حاکم کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ تم پر چلبستی غلام حاکم بنایا جائے گویا اس کا سر میوہ کے دانہ کی طرح چھوٹا سا ہو۔ (بخاری)

۴۔ مسلمان کے ذمے امیر کی اطاعت و فرمانبرداری ہے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو۔ جب تک اسے گناہ کا حکم نہ ملے۔ جب گناہ کا حکم امیر کی طرف سے ہو تو کوئی فرمانبرداری اور اطاعت نہیں۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ انصاف کرنے والے حاکم اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے۔ خدا کے دائیں جانب۔ جبکہ خدا کی دونوں سمتیں دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی حکومت کے دوران فیصلوں میں اور عایا میں انصاف کرتے تھے۔ (مسلم)

۶۔ سب لوگوں سے اللہ کو پیارا اور درجہ میں قریب ترین امام عادل ہے اور سب لوگوں سے ناپسند اور عذاب میں سخت امام ظالم ہے۔ (ترمذی)

۷۔ قیامت کے دن اللہ کے سامنے میں سب سے آگے بڑھنے والے وہ (منصف حاکم) ہیں جب ان کو حق بات کہی جائے تسلیم کر لیں۔ جب ان سے کوئی مانگا جائے تو سوال پورا کر دیں۔ اور لوگوں کے لیے ایسے منصفانہ فیصلے کریں جیسے اپنے لیے کرتے ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲۲)

۸۔ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے۔ جب کبھی ایک نبی فوت ہوتا دوسرا نبی اس کا جانشین بن جاتا۔ میرے بعد تو کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ خلفاء ہوں گے وہ ر لگاتار بہت زیادہ آئیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ پھر کب ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپؐ نے فرمایا۔ ایک کی بیعت کر کے وفا کرو۔ پھر دوسرے کی بیعت کر کے وفا کرو۔ ان کو ان کا حق اطاعت دو۔ پھر اللہ ان سے پوچھے گا کہ انہوں نے رعایا پر خدا داد حکومت کیسے کی۔ (بخاری و مسلم)

۹۔ جب ایک کے بعد دوسرے خلیفہ کی بھی بیعت ہو جائے تو دوسرے کو قتل

کردو۔ (مسلم)

۱۰۔ میرے بعد کئی فتنے فساد ہوں گے۔ جو اس امت کی انتظامی حکومت میں تفریق برپا کرے حالانکہ وہ متفق ہوں تو اسے تلوار سے قتل کر دو خواہ کوئی بھی ہو۔

۱۱۔ جو تم سے بیعت لینے آئے حالانکہ تم ایک پر اتفاق کر چکے ہو اور وہ تمہاری لٹھی توڑنا چاہتا ہے۔ یا تمہاری جماعت میں تفریق ڈالتا ہے۔ اسے قتل کر دو (مسلم)

۱۲۔ من با یع اماما۔ جس نے کسی امام کی بیعت کی۔ اپنا ہاتھ اسے دے دیا۔ دل کا پھل اس کے حوالے کر دیا۔ تو یہ جتنی الامکان اس کی اطاعت کرے۔ پس اگر کوئی اور اس سے خلافت چھیننے آجائے تو دوسرے کی گردن مار دو (مسلم)

ان تمام احادیث سے واضح ہے کہ امیر کوئی ہو جس جائز طریقے سے بن جائے تو لوگ اس کی اطاعت کریں اور وہ لوگوں میں عدل و انصاف کرے۔ آپؐ نے یہ ہرگز نہیں بتایا کہ وہ خلیفہ منصوص ہو۔ خدا و رسولؐ نے نام لے کر بتایا ہو تب اطاعت کرو ورنہ نہیں۔ آپؐ نے اُمیر۔ اُسْتَعْلٰی۔ مَنْ بَايَعُ کے جمہول صیغے ارشاد فرمائے ہیں کہ وہ امیر بنا دیا جائے۔ یعنی لوگ اس کی بیعت کر لیں یا سابق خلیفہ اسے نامزد کر دے۔ یا پیغمبرؐ اسے جانشین بنا جائے جیسے حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا تو اس کی بہر حال اطاعت فرض ہے۔ اور وہ خدا کے سامنے رعایا کا جوابدار ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں صدیق کا انتخاب

معاذ اللہ جھوٹ نہیں بولا۔ جب حضرات انصار غلط فہمی کی بنا پر اپنے میں سے خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ انصار پر فرمان نبویؐ سن کر خاموش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا یہ ابوعبیدہؓ اور عمر بن الخطابؓ قریشی اور مہاجرین سے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی بیعت کر لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خود خلافت کے حریص اور امیدوار نہ تھے۔ وہ دونوں حضرات بھی حریص اور امیدوار نہ تھے۔ فوراً بولے کہ آپؐ ہم سب سے افضل ہیں۔ آپؐ ہی یہ منصب قبول کریں۔ (کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جن لوگوں میں ابوبکرؓ

ہوں ان کو سختی نہیں کہ وہ ابو بکر کے سوا کسی اور کو اپنا بانیس۔ نزدیکی مشکوٰۃ ۵۵۵ چنانچہ حضرت عمرؓ نے لیک کر آپؐ کی بیعت کی۔ پھر ابو عبیدہؓ نے کی۔ پھر انصار کے ذمہ داروں نے کی۔ پھر سب مجمع آپؐ کی بیعت کے لیے ٹوٹ پڑا اور کوئی مخالف آواز سامنے نہ آئی۔

یہ سبقت بنی ساعدہ میں انتخاب صدیقی کا مختصر قصہ ہے جسے شیعہ نشانہ طعن بناتے ہی رہتے ہیں۔ مگر یہ کبھی انہوں نے نہ سوچا کہ کیا دنیا میں ایسی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ سب مجمع ایک بات پر مقرر ہو۔ دو تین آدمی آکر ایک دو باتیں کریں سب مجمع اپنے موقف سے ہٹ کر ان کا ہم ٹوٹا ہو جائے۔ اور چند منٹ میں ان میں سے ایک کو خلیفہ چن لے۔ اس میں راز بجز اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ۔ اللہ من قرلین کا جملہ نبی اللہ نے سچ کر دکھایا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ کی عظمت کو معاصرین سے منوا کر سب دنیا کو ان کا مقام بتلایا اور امت کو اختلاف و تفریق سے بچا کر خلافت کی صداقت پر ہر لگا دی۔ اس عظمت و صداقت کا نور اللہ شومتری جیسے متعصب شیعہ کو کبھی اعتراف ہے۔

دالجد اکرامات از قبل خداست خلاصہ کلام یہ ہے کہ عزت خدا دینا ہے
و خدائے تعالیٰ ابو بکرؓ را امام ساختہ پس عباس خدائے تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو امام
را خدائے تعالیٰ بے قدر و ضعیف رائے حق، بنا دیا۔ پس عباسؓ کو خدائے بے عزت
والسنہ باشند (مجالس المؤمنین ج ۴ ص ۴۸) اور کم عقل جانا ہوگا۔

حضرت عباسؓ ہاشمی عم رسول مدنی مکیمت خلق شومتری کے نازیبا الفاظ میں عدم انتخاب کا جو فیصلہ خدائی ہوا۔ وہی آج شیعہ بھائی حضرت علیؓ کے حق میں تسلیم کر لیں تو کیا حرج ہے۔ سنی شیعہ اختلاف کی جڑ ختم ہو جائے گی۔

اسی یہ بات کہ ”حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاروقؓ کا عظم کو نامزد کر کے سنت رسول کے خلاف کیا۔“ ایک رافضی کے دل کی جلن ہے جو صداقت سے تنہی دامن ہے۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق اور سداک حضرت عمرؓ کے ساتھ معلوم تھا۔ وہ جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے ان کو محدث و ملہم کہا ہے یہ بیک بعد ان کی پیروی کا حکم دیا ہے (اقتد وامن بعدی ابی بکر و عمرؓ) خواب میں انکی

بڑی گھسٹنے والی قمیص کی انکے ہاتھوں اشاعت دین کی کثرت سے تعبیر کی ہے اللہ نے حق ان کی زبان و قلب پر جاری کر دیا ہے۔ بہت سی احادیث میں آپؐ نے دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔ دونوں کو اپنا وزیر اور بمنزلہ آنکھ کاں کے بتایا ہے (مشکوٰۃ مناقب) تو صدیق اکبرؓ نے ملتذا نبوت کو بھانپتے ہوئے حضرت عمرؓ کو ان کے کمالات کی بنا پر نامزد کیا۔ صراحت کی ضرورت اس لیے پڑی تاکہ اختلاف کا اندیشہ ہی نہ رہے۔ حضورؐ کو بھی یہ اختلاف کا خدشہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو صراحتہ نامزد نہ کر جانے سے ہونا تھا مگر آپؐ پر توحی آتی تھی۔ اور مطمئن کر دیا گیا۔ تو آپؐ نے ”ویا بی اللہ والمؤمنون الا ابی بکرؓ“ فرما کر نامزدگی صراحتہ نہ کی۔ مگر حضرت ابو بکرؓ پر توحی نہ آتی تھی۔ آپؐ نے نامزدگی سے خدشہ اختلاف کا خاتمہ کیا ولہ الحمد۔

تغیب ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے متفقہ انتخاب سے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کے حق میں صریح ہدایات سے اور اتباع امیر کے سلسلے میں عام اصولی فرامین نبویؐ جو نہ کور ہوئے۔۔۔ سے شیعہ نے ایسے اعراض کیا ہے اور مخالفت و شقاق کو وسیع بنا لیا ہے کہ ۱۰۰ سال بعد بھی یہی رٹ ہے۔ نہ خود مانتے ہیں نہ حضرت علیؓ کو ماننے دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضرت علیؓ کو خلافت کا طالب و حریص۔ ہدایت نبویؐ کا مخالف۔ خود دعویٰ امارت کی صورت میں گردن زدنی کے قابل بناتے ہیں حالانکہ آپؐ کا خلق از ثلثہ کی بیعت کرنا ایک حقیقت ہے جو تحفہ امان میں ہم نے پیش کر دی ہے۔ آپؐ کے حضور صی اصحاب بھی حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے وفادار اور خلافت حقہ کے قابل تھے۔ حضرت ابوذرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔

تو بر سیرت و سنت ابو بکرؓ و عمرؓ تم ابو بکرؓ و عمرؓ کی عادت اور طریقے پر چلنا
رونا فارغ ہاشمی و کسے بہتو انکار نہ کند کہ اعتراضات سے بے فکر رہو اور آپؐ
در آنچه گوی و کنی انگشت نہ زند۔ کے قول و فعل میں نہ کوئی اعتراض کرے
(مجالس المؤمنین ج ۲۱ ترجمہ ابوذر) نہ کوئی انگلی رکھے۔

خلافت صدیقیؒ اور حضرت علیؓ رہتے ہیں کہ سقیفہ میں حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب حضرت علیؓ کو ناگوار گزارا کہ اس موقع پر ان کو شریک کیوں نہ کیا گیا وہ بھی مشورہ دینے یا بقول شیعہ) امیدوار کھڑا ہونے کے اہل تھے ان کو یہ موقع کیوں نہ دیا گیا۔ پھر اسی رنجش و شکایت کو صدیوں بعد منصوص خلافت کا جامہ پہنایا گیا۔ حالانکہ وہی تاریخ اس کا یہ جواب بناتی ہے۔ کہ پھر تیسرے دن حضرت ابوبکرؓ نے مسجد نبویؐ میں تمام مہاجرینؓ انصار کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ سقیفہ کی اتفاقی ہنگامی حالت کا ذکر کر کے معذرت کی۔ پھر بیعت کو واپس کرتے ہوئے حاضرین کو موقفہ دیا کہ تم جس کو چاہو خلیفہ بنو جو لو مگر مجھ پر نے آپ پر اتفاق کیا حضرت علیؓ نے بھی اظہار شکایت کر چکے تھے کہ بعد آپ ہی کی تائید کی اور خلافت کا سب سے بڑا مستحق بتلایا۔ یہ تمام روایات بیہقی مستدرک حاکم۔ ابن عساکر۔ کنز العمال البرہنیم کے حوالہ سے حیات الصفاؒ حصہ چہارم پر مذکور ہیں۔ بعض کا خلا ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

۱۔ زبیر بن علی بن حسین اپنے ابا و اجداد سے راوی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے منبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر کہا یا کوئی اس بیعت کو مکروہ جاننے والا ہے کہ اسے واپس کر دوں میں مرتبہ اسی طرح کیا ہر مرتبہ حضرت علیؓ کھڑے ہو کر یہ کہتے۔ خدا کی قسم نہ ہم اس بیعت کو واپس کریں گے اور نہ چاہتے ہیں کہ آپ بیعت واپس کریں۔ وہ کون ہے جو آپ کو ہٹائے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مقدم کیا ہے۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۱۴)

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ میں کہا۔ خدا کی قسم! مجھے خلافت کا کبھی لالچ نہ رہا نہ خدا سے تنہائی میں پرمانگی۔ لیکن اختلاف کے اندیشہ کی بنا پر میں نے یہ بار گراں اٹھایا مجھے یہ پسند ہے کہ تم لوگوں میں سے جو امارت پر زیادہ قوی ہو وہ میری جگہ پر تو مہاجرینؓ نے یہ عذر قبول کیا اور حضرت علیؓ نے فرمایا ہمیں تو صرف اس بات پر غصہ آیا تھا کہ ہمیں مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی اس خلافت کے زیادہ مستحق ہیں کہ حضورؐ کے غار کے ساتھی ہیں۔ ان ہی کے بارے

میں ثانی انہیں کیا ہے۔ ہم ان کی شرافت اور بڑائی کے خوب واقف ہیں۔ اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زندگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ (بیہقی ج ۸ ص ۱۵۲، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۶)

۳۔ امام بیعت کے بعد حضرت ابوسفیانؓ والد معاویہؓ حضرت عباسؓ و علیؓ کے پاس آئے کہ بناؤ خلافت (تم کو چھوڑ کر) قریش کے چھوٹے قبیلے بنو تمیم میں کیسے چل گئی؟ تم اگر چاہو تو میں تمہارے لیے ابوبکرؓ کے خلاف سوار اور پیادے لشکر جمع کر لاؤں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے ابوسفیان! تم اسلام کی ہمیشہ بادشاہی کرتے رہے مگر اسلام کو یہ نقصان نہ پہنچا سکی۔ ہم اگر ابوبکرؓ کو خلافت کا اہل نہ دیکھتے تو انہیں خلیفہ بننے کے لیے نہ چھوڑتے (کنز العمال)۔ گواس روایت کی تحقیق رافضی نہیں تاہم آخری حوالہ میں نے کئی دفعہ شیعہ رسائل میں پڑھا ہے۔ بہر حال مقام ضرورت سے زائد مسئلہ خلافت کی تحریر ہم نے یہاں کر دی کہ سنی شیعہ اختلاف کا بنیادی مسئلہ اصل یہی ہے خدا ہم صحیح عطا کرے تو مسئلہ واضح ہے۔ ورنہ فی قدوہم مرض والے اسی کو کفر و اسلام کا میدان جنگ بنائے بیٹھے ہیں۔

سوال ۴۹۔ مجمع البحار (محمد طاہر فتنی گجراتی) میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اقرار کیا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں۔ بلکہ خالف ہوں اگر آپ ان کو سچا تسلیم کرتے ہیں تو خلافت کا انکار کیوں نہیں کر دیتے؟

جواب۔ اس حوالہ کے متعلق تشدید کی بد فہمی اور خیانت پر نظر میں کرنے کو ہی

چاہتا ہے۔ آج سے پچاس سال قبل ان کے علامہ حائری صاحب نے بھی اسی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ یہ اصل واقعوں سے کہ ایک شخص ر غالباً میں سے اسلام کی شہرت و صداقت سن کر آیا۔ مدینہ طیبہ جب پہنچا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدین سے صحابہ کرامؓ فارغ ہو چکے تھے۔ بے چارہ بظاہر اسلام لانے سے مایوس ہو کر روئے دکا۔ قبر نبویؐ پر بھی اسی طرح حاضری دی اس کی اشکباری نے عثمانؓ کو مزید متاثر کیا اسی دوران کسی نے اسے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے چلے گئے ہیں تو اسلام

لانے سے مایوس مت ہو حضور کے خلیفہ (ابوبکر صدیقؓ) تو موجود ہیں ان کے پاس جاؤ۔ وہ اسی گریباں حالت میں ابوبکر صدیقؓ کے پاس جا کر یوں گویا ہوا۔ **اَنْتَ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** کیا آپ اللہ کے رسول کے خلیفہ ہیں؟ عشقِ رسولؐ سے متور فراقِ حبیب سے دگارِ سیدہ صدیق اکبرؓ پر ضرب کاری تھی۔ روتے ہوئے ہچکی بندھ گئی۔ مقامِ فنا فی الرسولؐ سے بولے۔ میں خلیفہ نہیں ہوں، میں تو خالی ہوں یعنی وہ بچا کھی گھاس چاہ ہوں جو جانور کے چھیننے کے بعد کھری میں بچ رہتا ہے یعنی کمالِ تقویٰ اور کفرِ نفسی سے خود کو خلیفۃ الرسولؐ کہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ بیکار گھاس سے تشبیہ دے کر مقامِ حبیب رسولؐ میں ڈوب جاتے ہیں۔ راقم اور اس واقعہ کو پڑھنے والا ہرقاری روئے لجیر نہیں رہ سکتا اور صدیق اکبرؓ کی عظمت و دیانت آنکھوں میں چمک جاتی ہے۔ مگر نزارِ لعنت ہو ردِ افضل کی اس ذہنیت پر کہ بعض رسولؐ اور بعض اصحاب رسولؐ میں ابوبکرؓ سے بھی بڑھ گئے۔ اور کمال تو اضع کو بھی نشانہ طعن بنا دیا۔ کیا رہنا ظلمنا الفسنا سے حضرت آدم علیہ السلام کو اور انی کنت من الظالمین سے حضرت یونس علیہ السلام کو اور انی ظلمت نفسی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تشبیہ ظالم گنہگار یا جھوٹا کہنے لگ جائیں گے۔ فرعون کی پیداوار اور غرور و تکبر اور خود ستائی کے علمبردار شیعہ و سننوں کو میں یہ مشورہ دوں گا کہ وہ حضرت زین العابدینؓ کی مناجاتِ صحیفہ کاملہ پڑھا کریں۔ انہوں نے ہر صفحے پر اپنی عاجزی اور گناہوں کا اعتراف کیا ہے۔ شاید اس عمل سے آپ کے فرعونؓ کی شکست کا سرنگوں ہو۔ اور اصحاب رسولؐ کی بدگوئی اور لعنت بازی کے کچلہ پن سے راحت نصیب ہو۔

سوال ۸۰۔ بخاری و احمد کے حوالے سے صواعقِ محرقہ علامہ ابن حجر میں مرقوم

ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حبیب النجار، حزقیل اور علیؓ۔ اور علیؓ ان دونوں سے افضل ہیں۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ کا نام نہیں ہے کیا وجہ ہے؟

جواب۔ یہ کسی شیعہ کی سازش ہے کہ ابوبکرؓ کا نام کاٹ کر حضرت علیؓ کا لکھ دیا ورنہ اصل میں تیسرے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اور اگر تنہا حضرت علیؓ کا نام ہو تو ہم ان کی صداقت و وفاداری کب منکر ہیں۔ دراصل کوئی عدد اپنے سے زائد کی نفی نہیں کرتا۔ صدیق نبوت کے ساتھ

کمال و وفاداری اور جالفشانی سے بنتا ہے جب انبیا و ہزاروں ہیں تو ان کے صدیقین بھی بجزرت ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نبیؐ کے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی سب سے بڑے صدیق ہیں۔ کیونکہ حبیب النجار اور حزقیل کی صفتِ ذابیت ان میں پائی گئی۔ مکی زندگی میں ایسے کئی واقعات ہیں کہ کفار نے حضورؐ پر حملہ کیا، ابوبکرؓ نے دفاع کیا تو وہ ان پر پل پڑے لہولہاں کر کے بے ہوش کر دیا جب کافی دیر بعد ہوش آئی تو سب سے پہلے حضورؐ کی خبر سلامت دریافت کی۔ بخاری، حیاتِ الصبیحہ، آپؐ پاکستان کے قائم کردہ اور منہ خانے، نجف و قم کے تمام کتب خانے چھان ماریں آپؐ کو مکی زندگی میں حضرت علیؓ کا ایک واقعہ بھی نہ ملے گا کہ انہوں نے حضورؐ کا اس طرح مردانہ وار دفاع کیا ہو اور لہولہاں ہوئے ہوں یا کفار نے ان کو از خود نشانہ ظلم و ستم بنایا ہو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ ہم سب سے زیادہ بہادر ابوبکرؓ ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ کفار نے بچہ لیا۔ کوئی کھینچتا کوئی مارتا اور کہتے تو وہ ہے کہ تمام حاجت روا اور مشکل کشا معبود چھوڑ کر ایک بنا دیا ہے۔ اللہ کی قسم ایم میں سے کوئی آگے نہ بڑھا۔ صرف ابوبکرؓ نے بڑھ کر پھڑپھڑایا۔ ایک کو مارتے، دوسرے کو روندتے اور فرماتے اس شخص کو قتل کرتے ہو جو بڑھتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے چادر اٹھائی اور رو پڑے حتیٰ کہ دائرہ صحنہ ہو گئی۔ پھر فرمایا۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں۔ آیا آلے فرعون کا مومن بہتر تھا یا ابوبکرؓ؟ لوگ چپ رہے تو فرمایا جواب قبول نہیں دیتے۔ اللہ کی قسم! ابوبکرؓ کی ایک گھڑی مومن آل فرعون جیسے سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ ایمان چھپاتا تھا اور ابوبکرؓ نے ایمان کا اعلان کیا ہوا تھا۔ (البیہم، بزار، فتح البیان بحوالہ المذہبیت ج ۱) تفسیر قرطبی کے حوالے سے تفسیر مجاز القرآن جلد ۲ پر مذکور ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدیقین چھ ہیں۔ ایک حبیبِ نجا جس کا قصہ سورتِ یسین میں ہے۔ دوسرے مومن آل فرعون (جس کا نام حزقیل تھا۔ روایت ابن عباسؓ) تیسرے ابوبکرؓ اور وہ ان سب سے افضل ہیں۔ لیجئے! آپ کی روایت کا مکمل جواب ہو گا۔

ولا علی کا مقولہ عمر ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے۔ جس کو خائیں شیبہ بتاتے
نہیں۔ وہ یہ کہ ایک زانیہ عورت کو آپؐ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کو
شخصی ذلیل سے اس کے حاملہ ہونے کا علم تھا۔ آپؐ بروقت موجود تھے فرمانے
لگے آپ اس عورت کو تو سنگسار کر سکتے ہیں۔ مگر اس بچے کا کیا تصور۔ جس کے حمل کا
آپ کو علم نہیں۔ تب انصاف و تواضع کے علمبردار امیر المومنین حضرت عمرؓ باریتیکر
ادا کرتے ہوئے بول اٹھے۔ کہ آج اگر علیؓ زبردست ہوئے تو عمرؓ تو ماں کے ساتھ
مصوم بچے کو مار کر ہلاک ہو گیا تھا۔ چنانچہ بچے کے پیدا ہونے اور دودھ چھوڑنے تک
سزا ملتی کر دی۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں اگر عمر کا علم میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور زمین کے تمام زندہ لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو عمر مر

خود رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ صحابہؓ کی شانِ اللہ نے یہ بتائی دَامَوْهُمْ شَوْرَىٰ بَيْنَهُمْ
 دان کے باہمی کام مشورے سے ہوتے ہیں، جب عمرؓ علیؓ نے اس حکم قرآنی پر عمل کیا
 تو آپؐ کو اعتراض کیوں موجد کیا آپؐ کا کچھ تاریخی مطالعہ ہے۔ حضرت عمرؓ کی شوریٰ
 کا بیتہ میں حضرت علیؓ نہیں نہ تھے۔ یہ سب اکابر صحابہؓ تھے۔ علامہ شبلی مکتے ہیں۔

مجلسِ تہذیبی کے تمام ارکان کے نام تو ہم نہیں بتا سکتے۔ تاہم اس قدر معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ اس میں شامل تھے۔ (الفاروق ص ۲۸ بحوالہ کنز العمال وطبقات بن سعد ج ۳)

آپ ان سے اہم امور میں مشورہ لینے اپنی رائے دیتے۔ بالآخر ایک بات پر عمل درآمد کرتے تھے۔ اور دنیا بھر کی حکومتوں کا یہی دستور ہے۔ کہ بادشاہ اور صدر مملکت، وزراء اور کابینہ تشکیل کرتا ہے۔ ان کے مشورے اور تعاون سے حکومت درست رہتی ہے۔

کا علم وزنی ہو۔ بلاشبہ سب صحابہؓ کا خیال تھا کہ عمرؓ کی وفات سے دین کے ۹ حصے چلے گئے (طبرانی، حاکم، تاریخ الخلفاء ص ۹۵)

۵۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ تمام لوگوں کا علم حضرت عمرؓ کی گود میں جمع تھا (البیضا)

۶۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ”حضرت عمرؓ رائے کی پختگی، ہوشیاری، علم اور شرافت سے بھرپور تھے۔ (طبوریات)

۷۔ حضرت ابواسامہؓ کہتے ہیں۔ تم جانتے ہو۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کون ہیں؟ وہ اسلام کے باپ اور ماں ہیں۔

۸۔ حضرت جعفر صادقؓ فرماتے ہیں جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کا ذکر بخیر بھلائی کے کرے میں اس سے بڑا ہوں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۶)

شیعی تابعی کہتے ہیں علم چھ صحابہؓ سے حاصل کیا جاتا تھا۔ عمرؓ، علیؓ، ابی بن کعبؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، زیدؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ رضی اللہ عنہم۔ نیز فرمایا۔ امت کے قاضی چار ہیں۔ عمرؓ، علیؓ، زیدؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ۔ صفوان بن سلیم کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں عمرؓ، علیؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابوموسیٰؓ فتویٰ دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳)

یہ حضرت عمرؓ کا علم و کمال ہی ہے کہ بیچ البلاغہ کے شارح ابن الحدیدؒ شیعہ معتزلی نے شرح ابن ابی الحدیدؒ تیسری جلد میں تقریباً ڈھائی صد صفحات میں حضرت عمرؓ کا تفصیلی ترجمہ لکھا ہے۔ ”فقہ عمرؓ کے ضخیم رسالہ سے خود سائل کو بھی حضرت عمرؓ کے علم کا اعتراف ہو گا۔ لیکن تعصب و عناد آدمی کی آنکھیں سی دیتا ہے۔

سوال ۸۲۔ کیا حضرات شیخین اہل سنت نے تکہین و شیعین اور جنازہ رسولؐ | تدفین رسولؐ میں شرکت کی تھی تو مخرج موافق شریف جرجانی اور الفاروق شیعہ لغانی میں ان کی عدم شرکت کا اقرار کیوں ہوا اور اگر شریک نہیں ہوئے تو باری کا دعویٰ سچا کیسے؟

جواب۔ یہاں بھی روایتی خیانت اور بد فہمی سے کام نہ لایا گیا ہے۔ الفاروق ہمارے سامنے ہے۔ اس میں انتخاب کی بحث کے شروع میں ایک سوالیہ انداز پر وہ باتیں لکھ دیں جو بظاہر شیعہ کو پسند ہیں اور بطور فرض اقرار کیا پھر ان امور کا جواب پورے آٹھ صفحات میں دیا اور تمام خدشات کا ازالہ کر دیا۔ وہ کہتے ہیں ”ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کتب حدیث و سیر سے بظاہر اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔“ اب اگر شیعہ میں علم و دیانت ہو تو وہ آٹھ صفحات کی بحث کا جواب دیں خصوصاً حضرت علیؓ و عباسؓ کے دل میں خلافت کا تصور اس کے حصول کی کوشش و عجز کا ذکر جو وہاں کیا گیا ہے۔ مگر وہ تو پہلے صفحے کے سوالیہ مضمون کو اب تک اقرار بنا کر پیش کرتے اور اپنا الوسیدھا کرتے ہیں۔

شرح مواقف ہمارے سامنے نہیں۔ اس کے اندر بھی یہی خیانت کا رفرما ہوگی۔ دراصل واقعہ کے بیان میں شیعہ فریب کاری سے کام لیتے ہیں۔ بات تو اتنی سی ہے کہ تمام مہاجرین و اہل بیتؓ جنازہ نبویؐ کے پاس تھے۔ انصارؓ نے سقیفہ میں خلافت کی بحث چھیڑ دی۔ ایک سمجھدار صحابی نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو اکڑتایا۔ یہ حضرات حالات کا جائزہ لینے گئے اور وہاں وہی کچھ کامیابی سے سرانجام دیا جس کا ذکر ہم سوال کے تحت کر چکے ہیں۔ اس کارروائی پر ان کے گھنٹہ دو گئے ہوں گے۔ پھر واپس آکر تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مشورے سے قبر کھودی گئی۔ آپؐ کے مشورے سے جنازہ فردا فردا پڑھا گیا۔ شیعہ کی جلال الجیون کی روایت کے مطابق سب لوگ حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانا چاہتے تھے۔ مگر حضرت علیؓ نے فرمایا حضورؐ کے جنازہ کا امام کوئی نہیں بنے گا۔ تب فردا فردا نماز جنازہ بصورت درود و سلام پڑھی گئی۔ اصول کافی باب مولد النبی و مدفنہ میں روایت ہے کہ آپؐ کے جنازہ کی نماز تمام مہاجرین نے انصار نے، مردوں نے، عورتوں نے اہل مدینہ نے اور باہر کے لوگوں نے سب نے پڑھی کوئی بھی باقی نہ رہا۔ اب اگر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو شامل نہ مانا جائے تو کلام صادقؐ کا ذب ہو جائے گا ورنہ آپؐ نے استثناء کیوں نہ کی۔ پس جنازہ کی

موجودگی میں گھنٹہ بھر کی اس بغیر حاضری اور نزاع خلافت کے تصفیہ کو بد باطنوں نے ہوا بنا کر پیش کیا ہے۔ شاید شرح موافق میں یہ بات اسی سوالیہ انداز مع جواب کیساتھ مذکور ہو تو شاید اسے غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ فرض کیجئے ایک شخص مر جائے اس کے چھوٹی بڑی دس اولاد ہیں۔ کچھ اولاد نا تجربہ کاری سے تدفین سے قبل دراشت کا یا کوئی اور مسئلہ جھپڑے جو اولاد میں تفرقہ کا باعث بنتا ہو۔ دونین بڑے ذمہ دار بیٹے ان کے پاس پہنچیں اور تصفیہ کر دیں یا سب ذمہ داری خود اٹھالیں۔ پھر اگر تکفین و تدفین کریں تو کیا کسی اپنے یا بیگانے کو مٹی ہوگا کہ وہ ان بڑوں کو یہ طعنہ دیتا پھرے کہ تم تو دنیا یا مبردار کی کتنے ترلیں تھے ہاپ کے جنازہ کی موجودگی میں دراشت یا حقوق و اختیارات جانشینے لگ گئے۔ ظاہر ہے کہ یہ طعنہ دینا حماقت ہوگا۔ تو یہی صورت وفات نبوی کے بعد تدفین سے قبل پیش آگئی۔ تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم جیسے ذمہ دار روحانی فرزندوں نے تائید ایزدی سے سب مسئلہ حل کر دیا۔ رخنوں خراب ہوانہ کوئی جماعت سے الگ ہوا۔ نہ گھر کے مربوط و منقطع نظام بین الاخوان کی طرح ملت کے اتحاد میں کوئی شکاف یا رخنہ پڑا۔

اب جو لوگ مدتوں بعد ان خیالات کو اچھالتے ہیں جو لٹھتے ہی بیٹھ گئے یا پیدا ہوتے ہی ختم ہو گئے۔ وہ دراصل دشمن کے اس مکار جاسوس کا کردار ادا کرتے ہیں جو مٹی بھاپوں میں پھر اختلاف ڈالتا ہو۔ یا منظم جمعیت اور مسلمانوں کے کلمہ واحدہ کو انتشار کے حوالے کرتا ہو۔ ہر ایسے شخص کو غیر مسلم کا ایجنٹ سمجھا جائے گا یا فرمان نبوی کے مطابق اس کی مزاوی ہوئی چاہیے جو باغی و مفسد کی ہو سکتی ہے۔ کاش میرے شیعہ بھائی ناکام جواری کی طرح اب اس فرسودہ دھندے سے باز آتے اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کی بات کرتے۔ یاد رکھیے! آج اگر ہم ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و معاویہؓ اور عائشہ صدیقہؓ ہیں اتفاق و محبت کی باتیں پھیلائیں گے تو ہم متفق ہوں گے اور اگر اختلاف کی کہانی ناگمانی سناتے رہیں گے تو ملت مسلمہ مزید دست بگریباں ہو جائے گی۔ اللهم الف قلبنا و بین اخواننا۔

سوال ۸۳۔ مسند احمد حنبلیؒ وغیرہ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عثمانؓ کو نیشل واجب القتل اور مرتکب کفر کہا اگر بی بی عائشہ صدیقہؓ سچی ہیں تو حضرت عثمانؓ کو ویسا ہی مانئے۔ جیسا آپ کی صدیقہؓ نے کہا۔ اور اگر بی بی عائشہؓ نے سچ نہیں کہا تو ان کو صدیقہؓ کیوں کہتے ہیں۔

جواب۔ یہ بالکل جھوٹا اور لچر الزام ہے۔ تحفہ امامیہ اور تحفہ الاخبار سوال ۱۷ میں طبری وغیرہ سے ہم اس کی خوب تردید کر چکے ہیں۔ سائل میں جرأت ہوتی تو اصل الفاظ مع سند نقل کرتا۔ یہ منافقین یعود و محسوس بلویان عثمانؓ کی دروغ گوئی تھی کہ وہ قبیل کھا کھا کر حسرت عثمانؓ کی برائیاں کرتے اور ام المؤمنینؓ کو اپنا ہم نوا بناتے تھے۔ مگر صدیقہؓ آخر تک ان کے ہم خیال نہ ہوئیں۔ حضرت عثمانؓ کے فضائل میں بہت سی احادیث آپؓ سے مروی ہیں۔ منجملہ ایک حدیث الزام کو جھوٹا بتاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ اے عثمانؓ! مجھے امید ہے کہ اللہ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ اگر لوگ تجھ سے انروانا چاہیں تو ہرگز نہ اتارنا۔ (ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۵۶۲)

اور یہ منافقی اپنے ان کفریہ الزامات کو ام المؤمنینؓ کی طرف منسوب کر کے مشہور کرتے رہے حتیٰ کہ وہ روایت کر دیئے گئے۔ ان لوگوں پر اللہ کی بڑا لعنت ہو۔ اور ان پر بھی جو ان اتحاد و ایمان دشمن اکاذیب کو مشہور کرتے رہتے ہیں۔

ہماں ہم مجبور ہو کر الزام شیعہ سے یہ پوچھتے ہیں کہ قضیہ ذک میں حضرت علیؓ و فاطمہؓ اگر علیؓ طرفدار صدیقی بن کر سچے ہیں۔ تو حضرت فاطمہؓ نے علیؓ کو گالیاں کیوں دیں؟ اگر وہ سچی ہیں تو تم حضرت فاطمہؓ کی اتباع میں علیؓ کو گالیاں دے کر بترے کیوں نہیں بچتے؟ جو کچھ تمام کر پڑھیں سنیں۔

حضرت سیدہ بجانب خانہ برگر دید حضرت سیدہ گھر والیں ہوئیں حضرت امیر و جناب امیر المؤمنین انتظار ماحودت ان کی والہی کے منتظر تھے جب وہ گھر اویں کثید چوں بمنزل قرار گرفت ازروئے آگئیں تو مفید جانتے ہوئے حضرت علیؓ

مصلحت خطا بہائے درشت با سید
نمود کرانہ جنین در رحم پر دہ نشین
دشلی خانہاں درخانہ گر بخیتہ سائر مردم
دبیر با پوشیدہ اند دافعہ دارم نہ مانے
خشمناک بیرون رفتہ و غمناک برگشتہ
خود اذلیل کردی از روز یکہ دست از
سطوت خود بر داشتی کہ گاہے درند
وے برند تو از جائے خود حرکت نمیکنی
کاش از بس پیش ذلت و خواری مردہ
بودم (حق الیقین از مجلسی)
ہیں۔ مگر تم کہ اپنی جگہ سے ہلتے نہیں۔ کاش میں اس ذلت و خواری سے پیٹ
مرگتی ہوتی۔

کو خوب برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ بچے
کی طرح ماں کے رحم میں پر دہ نشین ہو
بیٹھے ہو اور خاتون (چور دل) کی طرح
گھر کو جھاگ آئے ہو سب لوگوں نے تجھ
سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ نہ کوئی میرا
دفاع کرے نہ لالہ ہے، نہ محافظہ غصہ سے
گھبرے نکلی ہوں اور غمناک بیٹھی ہوں۔
تو نے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا جب سے
تم نے اپنی بھاری سے ہاتھ اٹھا لیا کبیر
مجھے بچا ہوا رہے ہیں اور اٹھا کر لیے جا رہے
ہیں اس ذلت و خواری سے پیٹ

اصحاب رسول پر بسنے والو! اور حضرت فاطمہؑ کی مفروضہ ناراضگی سے فاطمہؑ
کے مانا صدیقی نہ پر زبان طعن کھولنے والو مذکورہ بالا تقریر کی ردش میں حضرت علیؑ
کے ایمان و نجات کی خیر مناد۔ اب حق تو ایک ہی طرف ہے۔ کس کے شیعہ بن کر
دوسرے سے دشمنی مذہب بناؤ گے؟ تم سے خدا بچے۔

سوال ۸۴۔ رسول خداؐ نے مسلمانوں کو کذاب سے
لشکرِ اسامہؓ کی روانگی اور شیعہ
میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی ماتحت اسامہؓ جانے کا حکم دیا تھا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ
اور حضرت عمرؓ اس لشکر میں کیوں نہیں گئے۔ نہ جانے کا اور حکم رسولؐ کی نافرمانی کہنیکا
انہیں شرعی جواز کیا حاصل تھا اگر جواز تھا تو مقرر ہونے والوں میں سے نہ جانے والوں
پر رسول خداؐ نے لعنت کیوں برساتی تھی؟
جواب۔ یہ سوال بنانے میں سائل نے امانت و حیا کو تو مطلق طلاق دیدی

اسے دشمن اسلام و فاتحین اسلام! وفاتِ نبویؐ کے فوراً بعد کس نے لشکرِ اسامہؓ
کو نامساعد حالات کے باوجود ہم پر بھیجا اور کس نے مسلمانوں کے خلاف
لشکر کشی کر کے اسے مجاہد لشکر سے نہیں کیا۔ اسے جاہل! تجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ
اسامہؓ کی ہم کس کے خلاف تھی یہ مسلمانوں کے بجائے رومیوں کے خلاف تھی یہ جہاں
تین سال قبل غزوہ موتہ میں حضرت اسامہؓ کے والد زید بن حارثہؓ اور حضرت
جعفر طیارؓ شہید ہوئے تھے۔ اسی مناسبت انتقام سے آپؐ نے اسامہؓ کو لشکر
بنایا۔ اکابر صحابہؓ کو ماتحت کر دیا۔ سب لشکر باہر چلا ہی تھا کہ آپؐ بیمار پڑ گئے۔ لشکر
رک گیا۔ بالآخر آپؐ کی بیماری شدید ہو گئی۔ اب اس حالت میں موت کے نزع میرے
حضورؐ کو چھوڑ کر سب لشکر اسلام فتوحات کرنے چلا جاتا تو کیا علم و دانش کی بات
ہوتی۔ پھر اگر منافقین، مرتدین، لشکرِ مسلمہ مرکز پر حملہ آور ہو جاتے تو دفاع کون کرتا۔
شیعہ کو تو خدا نے دشمنی صحابہؓ میں عقل و بصیرت سے محروم ہی کر دیا ہے کہ وہ ہر بات
میں الٹ سوچ کر اصحاب رسولؐ پر برستے ہیں۔ بہر حال مشیت الہی سے لشکرِ اسامہؓ
کی تاخیر و روانگی اسلام کے لیے مفید ثابت ہوئی۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ ہی کو
مرض وفات میں امام بنا دیا اگر آپؐ ان پر ناخوش تھے یا معاذ اللہ بقول ردافض لغت
کے حق دار تھے، تو حضورؐ نے ان کو اپنے مصلیٰ پر امام کیوں بنایا۔ پھر تمام اصحاب رسولؐ
نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کر لی۔ دراصل شیعہ کو جلن تو اسی بات پر ہے کہ لشکرِ مرض
وفات کی وجہ سے رک گیا ابوبکرؓ امام و خلیفہ بن گئے اور بقول شیعہ حضرت علیؑ کی اننگوں
پر پانی پھر گیا ان کی خیالی خلافت بلا فصل ختم ہو گئی۔ شیعہ کا اعتقاد ہے اور ان کے
خاتم الخدیجین باقر علیؑ مجلسی نے بڑی تصریح سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیت مباہک
پر حملہ کرنے ہوئے جلا الدیون اور حیات القلوب میں لکھا ہے کہ

و غرض حضرت فرستادن این لشکر اس لشکر کے بھیجنے سے حضرت رسولؐ
دل ہزار آں بود کہ مدینہ از اہل فتنہ و کامقصد یہ تھا کہ مدینہ اہل فتنہ اور
منافقان خالی شود و کسے با حضرت منافقوں سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی

سوال ۸۵۔ مؤطا امام مالک مترجمہ علامہ وجہ الزمان ماتم کی چند صحیح روایتیں | ۱۴۲۳ھ میں حدیث ۶۰۳ میں حدیث تقریر رسول ہے کہ ایک صحابی سینہ پھینکا ہوا اور بال اکھاڑنا ہوا آیا۔ اگر سینہ پھینکا نا جائز تھا تو رسول نے منع کیوں نہ فرمایا اور اگر جائز ہے تو آپ کیوں اعتراض کرتے ہیں۔

جواب۔ محول بالا ترجمہ نسخہ میں نہیں ملا مؤطا امام مالک مختصی اصل عربی نسخہ مطبوعہ کراچی ملا اس میں اس مقام کے لگ بھگ کتاب الجنائز ہے اس میں کسی صحابی کا یہ قصہ نہیں ہے بل "میت پر دفن مانع ہے" کا باب پر ہے اس میں یہ حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک صحابی کی عیادت کو گئے وہ بیہوش تھے اور دینے پر بھی نہ بولے تو اپنے نانا لہہ پر ہی بیٹھ گئے اور رونے لگیں اور جابر بن عبد اللہ صحابی ان کو چپ کرانے لگے تو حضور نے فرمایا ان کو چھوڑ دو جب وفات ہو جائے تو کوئی رونے والی ان پر نہ رہے معلوم ہوا کہ مؤطا کی حدیث میں اپنے آواز سے رونا بھی حرام کیا ہے جیسے سینہ پھینکا اور بال نونچا۔

سوال ۸۶۔ شیخ عبدالحی محمد دہلوی کتاب مدارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ مؤذن رسول حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سر سیٹھتے اور فریاد کرتے مسجد نبوی میں آئے۔ آپ کے ماتم کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

سوال ۸۷۔ مؤطا امام احمد بن حنبل مطبوعہ مصر ج ۶ ص ۲۴۴ میں لکھا ہے کہ حضور کی وفات پر بی بی عائشہ نے عورتوں کے ہمراہ ماتم کیا اور منہ پٹیا۔ ام المؤمنین کے اس فعل کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب۔ اردو کی مشہور نثر "ڈوینے کو نکلے کا سہارا" آج عملاً دیکھنے میں آئی کہ جس مسئلہ صبر و ماتم پر ۶۰ سے زائد قرآنی آیات کا نااطق فیصلہ ہے کہ ماتم وہ صبری حرام ہے۔ اور صبر و قرائد لازم ہے۔ ۱۰۰ سے زائد حضرت رسول علیہ السلام اور شیعہ کے ائمہ معصومین کی احادیث ہیں کہ جاہلیت کا ماتم و نوحہ اور سر و سینہ کو بی حرام ہے۔ جس کی تفصیل آپ راقم کی تالیف بے نظیر "مسئلہ عزاداری اور احلیات اہل بیت" میں دیکھ سکتے ہیں۔ "چہ دلا و راست دزدے کہ بکف چراغ دارد" کا مصداق شیعہ بھائی اس من گھڑت مسئلہ کو دورانہ کار بے سند روایات سے ثابت کرنے کی ناکام سعی کر رہا

ہے۔ فوا اسفا

محترم! جب شریعت ایک قانون اور طے شدہ فیصلہ دے دے تو مومن کو اس کی اتباع واجب ہے اور میرا انحراف حرام ہے۔ بالفرض اگر کسی بزرگ کا عمل اس کے خلاف ملتا ہے تو بزرگ کو خلاف شرع الزام سے بچانے کے لیے روایت کا انکار کرنا ہوگا۔ یا اس کو خاص حال و جذب میں مندرجہ بیت کا نتیجہ کہنا پڑے گا۔ جس کی اتباع شرع میں جائز نہیں کیونکہ اتباع قرآن و سنت اور جماعی اعمال کی ہے۔ اشخاص کی اتباع وہ بھی منلو بانہ احوال میں۔ قرآن و سنت میں اس کے خلاف حکم موجود ہوتے ہوئے ہرگز روا نہیں۔ عقل و نقل کا یہی فیصلہ ہے۔ یا پھر ان اشخاص کو غیر معصوم مان کر اس عمل کا ذمہ دار خود ان کو بنادیں۔ شریعت کی طرف نسبت ہی نہ کریں۔

اس اصول کو اپنانے یا سامنے رکھنے سے تینوں روایات کا جواب ہو جاتا ہے کہ بالفرض یہ ان سے روایت ثابت ہو تو یہ ان سے حالت جذب و صحو میں ہوا تو اس وقت وہ خطاب کے قابل نہ تھے۔ تاکہ رسول اللہ ان کو منع کرتے۔ رسول پاکؐ نے بیسیوں مرتبہ اس سے منع عام کیا ہوا تھا۔ علاوہ انہیں حدیث قولی اور فعلی کا جب تعارض ہو تو قولی مقدم ہے کہ وہ اصل قانون ہے۔ فعلی میں تخصیص کا احتمال ہے۔ قولی فعلی کا جب تقریری سے تعارض ہو تو قولی فعلی مقدم ہے۔ تقریری سے استدلال ہرگز نہ ہوگا۔ تو قرآن میں رسولؐ بابت حرمت ماتم اصل ہوئے کہ وہ قولی ہیں۔ اور یہ صحابہؓ کے اعمال۔ اگر ثابت ہوں تو فعلی اور مرتوح ہوئے۔ ان سے ماتم پر استدلال درست نہیں۔

حضرت بلالؓ کا غلبہ حال تو اور قرین قیاس ہے کہ آپؐ نے محبوب کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ چھوڑ دیا۔ آذان کہنی چھوڑ دی۔ شام چلے گئے حالانکہ ایک مسلمان کے لیے مدینہ طیبہ میں رہائش، روزانہ روضہ اقدس پر حاضری اور مسجد نبویؐ میں آذان و نماز سے بڑھ کر کوئی عمل اور شرف نہیں ہو سکتا۔ مگر عاشق صادق بلالؓ نے یہ سب کچھ کیا کیونکہ مسجد نبویؐ کی محراب اور مدینہ طیبہ کے در و دیوار چلتے پھرتے بولتے چمکتے آفتاب کا پتہ نہ دیتے تو یہ سب چیزیں نگاہ میں اجنبی اور ناقابل برداشت ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک

مرتبہ شام سے مدینہ آئے تو صحابہ کرام نے آذان دینے کے لیے اصرار کیا۔ مگر حضرت بلالؓ نے انکار کیا بالآخر حضرت حسن و حسینؓ کی سفارش سے آمادہ ہوئے۔ آذان شروع کی تو مدینہ طیبہ میں کھرج مچ گیا کہ گویا حضورؐ کا زمانہ پلٹ آیا پر وہ دار خواتین بھی باہر آگئیں اور ہر شخص اشکبار تھا۔ یہ ان لوگوں کے عشق نبویؐ کی ادنیٰ اچھلک تھی۔ جن کو معاذ اللہ بے ایمان اور دشمن آل رسولؐ جانے کے لیے ہر فاسق گویا اور عزا دار بڑبڑاتا رہتا ہے۔ مسند احمد کی روایت کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ ضعیف ثقات قابل منکر ہیں۔ کیونکہ دورادی مٹا ضعیف ہیں۔ یعقوب بن محمد بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن ہری مدنی نے ذیل بنا صدوق بہت وثم والا اور کثیر راویوں سے روایت کرنا لایا ۲۱۲ھ میں فوت ہوا۔ (تقریباً ۲۱۲ھ میں مدنی نے امام حنفی صدوق مدنی میں تشیع اور قدری فرقہ ہونے کا ان پر الزام ہے (تقریباً ۲۱۹ھ میں مدنی نے خود مدالی صاحب اپنے عمل کی تردید کرتی ہیں کہ ”یہ میری سادگی، نوعمری اور ناتجربہ کاری کا نتیجہ تھا کہ حضور علیہ السلام کی وفات میری گود میں ہوئی مجھے پتہ نہ چلا۔ پھر عورتوں کے ساتھ مانگ کرنے لگی۔“ کہ انی مسند احمد جلد ۶ ص ۲۴۷

سوال ۸۸۔ حضرت علیؓ مجبوراً ردائے گنج حضرت حسینؓ کے گھوڑے کی نقل [بخش لاہوری] اپنی کتاب کشف المحجوب ج ۲ م ۱۱۱ باب میں حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ امام حسینؓ کے لیے اونٹ نے یعنی اونٹ کی نقل کی۔ کیا حضورؐ کی سنت پر عمل کر کے حسینؓ کے گھوڑے کی نقل بنانا سنت ہوگا یا بدعت؟

جواب۔ اس سے پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ بھی حیدر ابرارؓ کو اسے رسولؐ تھے۔ اب شخص حضرت عمرؓ کے ایمان و کردار میں طعن کرے وہ دشمن رسولؐ و نواسہ رسولؐ ہوا نبیؐ کی سنت کو یہ ثابت ہوئی کہ اپنے نواسہ کو گردن پر بٹھا کر سواری کرائی جائے۔ بحمد اللہ ہر مسلمان اس سنت رسولؐ پر عمل کرتا ہے۔ ہم ادلا کو اٹھاتے ہیں اور پیار کرتے دقت سنت نبویؐ کی بھی نیت کر لیتے ہیں اور اس پر جواب پاتے ہیں۔ اگر سنت رسولؐ شیعہ خیال میں یہ ہے کہ خود کو اونٹ بنا کر امام حسینؓ کو اس پر سوار کیا جائے تو چشم مار دشمن دلِ ما شاد۔ خود اونٹ بنیں اور حضرت حسینؓ کو تلاش کر کے لائیں اپنے اوپر سوار کریں میں

وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمام سنیوں کو ساتھ لے کر یہ مبارک منظر دیکھنے آؤں گا۔ اور اگر آپ کو حسینؓ نہیں ملتا واقعی نہیں ملتا۔ کیونکہ نجف سے لے کر لکھنؤ تک ہزاروں سیاہ پوش مجتہدین و شریعتدار دور سے قبل حسینؓ کی جہاد جہنم کر رہے ہیں۔ مگر تمام وہیں سے پاک رہ کر پر تو عمل کرتے ہیں اور واللہ یزید کے منبع یزیدی ہیں۔ مگر تمام وہیں سے پاک رہ کر تقیہ کو خیر یاد کر محض سنت رسولؐ مدنی کے احیاء کے لیے قربانی اور صبر و رضا کا پیکیج بستم بننے والے امام حسینؓ کا ایک بھی منبع نہیں اور نہ ان حسینؓ کی عزت و شہرہ دم نوشوں کو حسینؓ کی کھلانے کا حق ہے۔ اگر آپ سنت نبویؐ کے اتباع میں خود حسینؓ کی سواری نہیں بنتے حالانکہ آپ انسان اور مدعی علم و ایمان ہیں تو اسے بے شرم و اجالہ محض ٹانگے کے گھوڑے کو نبیؐ کا قائم مقام بنا کر (معاذ اللہ) حسینؓ کی سواری سمجھتے ہیں اور اسے سنت نبویؐ کی نقل کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی رسولؐ کی گستاخی یا نواسہ رسولؐ کی توہین کا پہلو ہو سکتا ہے۔ ایسی مذموم حرکت تو تماشائی مداری اور شہیدہ بازوں بھی نہیں کر سکتا۔

اگر آپ کو سواری کی یہ سنت نبویؐ زندہ کرنی ہے۔ تو ایک ہی صورت ہے کہ سوار اور سواری دونوں محترم انسان تھے۔ آپ خود سواری نہیں کسی اپنے سے کم عمر نیک مولوی۔ ذکر۔ عزا دار شریعتدار کو حسینؓ سمجھ کر اٹھائیں اور اس پر ہر مومن شیعہ عمل کرے یا سولہ بنے یا سوار۔ پھر عزا داری کا یہ جلوس ۹-۱۰ محرم کو مال روڈ لاہور اور بند روڈ کراچی پر ہر سال گشت کرے۔ پھر دیکھئے کہ مذہب شیعہ چند سالوں میں بے مثال ترقی کرتا ہے یا نہیں تجربہ شرط ہے۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے کہ تکلیف ہوگی۔ تو آپ ہرگز حجب حبشی نہیں ہیں دعویٰ میں بالکل جھوٹے ہیں۔ حسینؓ تو سیدہ نماز میں سر کٹا دے اور آپ رکوع میں جھک کر حسینؓ کی سواری بھی نہ بنیں۔

اور اگر آپ سواری کی سنت کو خلاف عقل اور مسخرہ بن بنائیں۔ تو بھائیو! ذرا ٹھنڈی عقل سے سوچو کہ ایک خالی گھوڑے پر رنگین استر ڈال کر آگے چلا دیں اس کیساتھ عجز و با کرکتیں کرتے خود چل پڑیں۔ اسے سنت نبویؐ بنائیں۔ یہ کون سی عقل و سنت کی بات ہوئی

یہ تو ایک مداری کا سوانگ اور تماشہ ہوا اسے سنت نبوی یا سنت حسین سے کیا واسطہ؟ اگر آپ سنت نبوی کے پیروکار ہیں تو ادنیٰ گھوڑے بننے بنانے کے بجائے دین نبوی کو اپنائیں جسینی مشن اتباع رسول اختیار کریں۔ سنی بننے کی اللہ آپ کو توفیق دے۔ واللہ العالی۔

سوال ۸۹۔ کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد دکن ج ۵ ص ۵۸۹
پاؤں کا دھونا اور مسح کرنا علی کرم اللہ وجہہ ۱۴۱۳ھ میں ہے رسول کریم
 وضو میں پاؤں کا مسح کیا کرتے تھے۔ آپ مسح کیوں جائز نہیں سمجھتے؟ اگر اڑھیسوں کے
 خشک رہنے سے اڑھیاں جہنم میں جائیں گی تو موزوں پر مسح کیسے درست ہے؟
جواب۔ اس روایت کی اصل اور سند کی تحقیق اصل کتاب نہ ملنے کی وجہ سے نہیں
 ہو سکی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ذخیرہ احادیث میں یہ روایت بالکل شاذ اور
 ثقافت کے خلاف منفرہ قسم کی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیر موزہ پہنے حالت
 میں ہمیشہ پاؤں دھوتے تھے۔ صرف سنن ابوداؤد باب صفت وضو النبی میں روایتیں
 ہیں جن میں غسل رجلیہ نلانا۔ کہ آپ تین مرتبہ پاؤں دھوتے تھے۔ کی صراحت ہے۔
 پھر حدیثیں حضرت عثمان بن عفان کی ہیں۔ اور سات حدیثیں عبد خیر اور زہد بن حبیش کی
 کی روایت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہیں۔ کہ آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو
 پوچھا گیا تو وضو کر کے دکھلایا۔

و غسل رجلیہ ثلاثاً قال
 ھکذا کان وضو رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۱)
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اسی
 ان متواتر ثقافت روایات کے معارض کنز العمال کی شاذ روایت واجب التکرار
 اور ناقابل اعتنا ہے۔

غسل رجلیں کے سلسلے میں ہمارا اصل مذہب قرآن پاک پر مبنی ہے۔ کیونکہ آیت
 وضو میں وَارْتَبِطْ بِرِجْلَيْكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ کا عطف مفعول یعنی ہاتھوں پر ہے۔ ہاتھ بالاتفاق

دھوئے جاتے ہیں۔ اور دھونے کی حد ”کعبین تک“ بتائی۔ اسی طرح پاؤں کی حد
 ”مٹھنوں تک“ بتائی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کو دھونا فرض ہے۔ اور چھ قاریوں نے
 نصب ہی کی قرأت پڑھی ہے۔ کہ ہاتھوں کی طرح پاؤں کو بھی دھونا ہے۔

شیعہ کا پاؤں پر مسح کرنا آیت کے بالکل خلاف ہے۔ عقلی تقاضا بھی یہ ہے کہ پاؤں
 عموماً گرد و غبار اور نجاست سے آلودہ رہنے والی چیز ہے جب ہاتھوں اور منہ کو دھونا
 ہے تو جن میں نجاست کا احتمال نہیں تو پاؤں گرد و نجاست لگنے کی وجہ سے بدرجہ ادنیٰ
 دھونے فرض ہیں۔ پھر لفظ الیٰ کا استعمال کر کے حد بتانا۔ دھونا ہی فرض بتانا ہے کیونکہ
 مسح کے لینے تک کا لفظ قرآن میں نہیں ہے۔ اور دھونے کے لیے دونوں اعضاء میں
 ہے۔

شیعہ کا استدلال۔ ایک جردالی قرأت سے ہے۔ مگر وہ اکثر قرأت کے
جرجوار کی بحث مقابلے میں متروک ہونے کے علاوہ جرجوار پر محمول ہے۔ جرجوار یہ
 ہوتی ہے کہ کوئی لفظ اسرار میں تو قریبی متصل لفظ کے تابع ہو مگر حکم میں یعنی وصف
 بننے میں پہلے کسی لفظ کا ہو۔ جرجوار کی کئی مثالیں ہیں۔

حجر ضب خرب (گود کی خراب بل (سوراخ)) ماء شبن بارد (شکیزہ کا
 ٹھنڈا پانی) عذاب یوم الیم (دردناک عذاب دن قیامت کا)
 حدیث میں آیا ہے۔ من ملک ذا الحرح محمد۔ (یعنی جو شخص محرم قریبی کا مالک
 بن جائے) ان سب مثالوں میں آخری لفظ مجرد رہے۔ متصل مضاف الیہ کی جر کی
 وجہ سے حالانکہ دراصل وہ صفت مضاف کی ہے اور معنی اس کے مطابق کیا جاتا،
 عبد الرسول نحوی شیعہ کہتا ہے۔

گاہ اسمے میشوہ مجرد از بہر ہوار ہم از نیجا نزد عامہ جرجل شد روا
 (عبد الرسول مع نحو میر)

متن متین میں عبد الرسول نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عطف میں جرجوار متنع ہے
 مگر یہ بالکل بے بنیاد دعویٰ ہے۔ علامہ آکوسی صاحب روح المعانی جو بڑے نحوی بھی ہیں

میں ہے۔ بجز نمیند کی شراب پینے میں اور موزوں پر مسح کرنے میں۔ (باب لقیہ)

جواب۔ سب سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ مسلمان ہیں یا کافر؟ اگر مسلمان ہیں تو یہ کافرانہ لہجہ کے ساتھ اعتراض۔ کہ مسلمانوں نے جنگوں سے نہ بھاگنے کا عہد کیا۔ آپ کو زیب نہیں دیتا۔ آخر وہ مسلمان آپ کے نبی کے اصحابؓ۔ جماعتی اور امنی کچھ تو نگتے ہی ہوں گے آپ کا سوال تو ایسا ہی ہے گو یا کسی آریہ سماجیہ۔ ہندو۔ یہودی یا عیسائی نے مسلمانوں اور محمد رسول اللہ کی جماعت پر کیا ہو۔ بصورت مسلمان آپ کو تو خود ان باتوں کا جواب کفار کو دینا چاہیے نہ کہ خود کافر بن کر مسلمانوں کی جماعتِ اولیٰ اصحابِ رسولؐ پر اعتراض کرنے لگ جائیں۔

جس خدا نے ان کے متعلق تم ولینکم مدبرین فرمایا اسی خدا نے سب پہلے
لَقَدْ لَعَنَّكُمْ اِنَّهٗ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَةٍ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کُنُوزُکُمْ ۚ وَاللّٰهُ
نے تمہاری بہت سے میدانوں میں مدد کی اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنی کثرت پر ناز
آگیا، کے متعلق اپنی نصرت کا فیصلہ ان کے حق میں کیا۔ اس فیصلہ نصرت سے نفرت
و ندامت شیطان کو ہوئی کہ کوئی مسلمان منجانب اللہ منصور و فتیاب مسلمانوں کو یہ طعنہ نہیں
دے سکتا کہ تم تو فلاں جنگ میں یا محاذ پر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ کیونکہ فیصلہ مجموعی طرز عمل پر
ہوتا ہے وہ یقیناً بہتر تھا تبھی تو اللہ نے ان کو فتح سے نوازا اور بے اشتہار مال غنیمت
دیا۔ جو بہت سے غیر مجاہدوں اور مکہ کے نو مسلموں میں ۱۰۰-۱۰۰ اونٹ فی کس تک
تقسیم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سبقت رضوان والوں کو المؤمنین کہا۔ حنین میں فی الجملہ
غیر احنباری غلطی کے باوجود ان کو ایمان و سکینت بھی دیا۔

﴿وَمَا يَزِيدُكَ إِلَّا عِزًّا﴾
اور ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفْرَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلِبْهُمْ﴾

وہیل للعقاب من النار (کہ وضو میں خشک ایڑیوں والے کے لیے دوزخ میں ہلاکت ہے)۔ ابھی پاؤں کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن یہ سب دلائل تب ہیں جب پاؤں نیچے بلا موزہ ہوں۔ موزہ کی حالت میں آپ کی سنت مسح کرنے کی تھی اور مسح موزہ کی روایات سنتی مذہب میں متواتر ہیں۔ تقریباً ۷۰ یا ۸۰ صحابہ کرام سے مروی ہیں مولانا شبیر احمد عثمانی فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ سنہ ۷۰ فی روایت انہی صحابہ سے مسح علی الخفین کی روایت ثابت ہے اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ امام ابن نجیم مصری نے بحر الرائق ج ۱ ص ۶۵ پر اور ابن ہمام نے فتح القدیر ج ۱ ص ۹ پر لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جو شخص مسح علی الخفین کا منکر ہو مجھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ اور پھر امام صاحب نے اہل سنت والجماعت ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ سنی وہ ہے جو تفضیل الشیخین حب الخفین اور مسح علی الخفین کا قائل ہو۔ ازا فادات حضرت اسنادیم مولانا سر فراز خان صفدر (تجرب ہے کہ شذیض قرآنی کے خلاف نیچے پاؤں پر مسح کے قائل ہیں۔ حالانکہ وہ گمراہ و غبار سے آلودہ ہیں۔ جب دھو کر موزے پہنے ہوں تو احادیث متواترہ کی موجودگی میں بھی موزے پر مسح نہیں کرتے کھول کر مسح کرتے ہیں۔ اگر مسح ہی کرنا ہے تو ان پر بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔ پھر اس خفین پر مسح نہ کرنے میں اتنا غلو ہے کہ کلمہ کفر وغیرہ کہنے میں مجبوری ہو یا نہ ہو۔ تفتیحہ کرتے ہیں مگر موزوں پر مسح تفتیحہ کے طور پر بھی نہیں کرتے۔ کافی میں فرمانِ صادق ہے ”تقیہ برحہ“

۱۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو تمام صحابہ کرام سے افضل مانے، حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے۔

وَعَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ
الْكَافِرِينَ ثُمَّ يَنْوِبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ
ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
جن کو تم نے رکھی، نہ دیکھا تھا۔ اور کافروں
کو عذاب دیا۔ اور کافروں کی سزا بھی،
یہی ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے
توبہ قبول فرمائے۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور

(پل توبہ ۴۶)

رحم کرنے والا ہے (ترجمہ مقبول)

جب اللہ نے فرار کی غلطی کے باوجود ان کو حسب سابق مومن۔ اصحاب سکینہ حسب
توبہ و مغفرت بتایا۔ اب جو لوگ قرآن کے اس فیصلہ کو نہ مانیں۔ اس طرح ان کو اپنا دشمن
اور برا جانیں جیسے کافر جانتے تھے اور لَبِغِظٍ بِهِمْ الْكُفَّارُ کی شہادت قرآنی سے ان
کے نام و تذکرہ سے جلتے رہیں اور فرار کا طعنہ دیتے رہیں۔ حالانکہ کفار اس کلمہ پن کا
ازکاب نہ کرتے تھے۔ میں پوچھتا ہوں اور ہر قاری سے انصاف چاہتا ہوں کہ ایسے لوگ
قرآن کریم کے منکر۔ کھلے کافر۔ جہنمی اور حزب اللہ سے دشمنی کی وجہ سے رائدہ درگاہ الہی
ہوئے یا نہ۔ عجیب ہوئی اور طعنہ کی مذمت کے باب میں سنی شیعہ کی متفق حدیث ہے کہ جو
شخص کسی مسلمان کو اس کے سابق گناہ کا طعنہ دیتا ہے وہ اس وقت تک نہیں مرنے والا،
جب تک اسی گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ چنانچہ شیعہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ طعنہ ان پر پلٹا۔
اور انہوں نے حضرت علیؑ سے مہدی العصر تک تمام ائمہ سے غداری کی۔ دشمن کے مقابلے
میں ساتھ چھوڑا رافضی کھلائے بلکہ بعض ائمہ کو خود قتل کیا۔ قاتلانہ حملے کیے۔ باقاعدہ جنگ
کی ہر بات میں نافرمانی کی۔ ائمہ نے ان سے نجات کی دعائیں مانگیں اور آج تک ان کے
امام العصر خود انہی کے خوف سے چھپے ہوئے ہیں یا ۳۱ مخلص وفادار شیعوں کے پیدا
ہونے کے انتظار میں غار میں رونق افروز ہیں۔ مگر ان کے بقول پانچ کروڑ شیعوں میں
سے ۳۱ مخلص مومن جہاں نثار تاملہوز پیدا نہیں ہوئے۔ سبھی اہل بیت کے عزت فروشی
زیر پرست اور متبع باز ہیں۔ جیسے امام صادقؑ کی حدیث ہے کہ لوگوں کے تین طبقے ہیں
ایک ہمارا ہے اور ہم ان کے (یعنی اہل سنت نبیؐ) اور دوسرا طبقہ ہمارا نام لے کر اپنی عزت
اور خوشحالی چاہے گا۔ اور تیسرا طبقہ ہمارا نام لے کر ایک دوسرے کا مال کھائے گا۔ یعنی

ایک طبقہ دوسرے کا مال ہماری محبت اور تشریف ظاہر کر کے کھائے گا۔ (روضة کافی ۲۲۰)
سوال ۹۔ صاحب تاریخ حبیب السیر جنگ جنین کے بارے
میں لکھتے ہیں ”پرسید کہ البکر و عمرؓ کی بودند گفت آن نزد گوشتہ
رفتہ بودند۔ اس روایت پر تبصرہ کیجیے۔ واضح ہو کہ یہ آپ کے ہاں تفسیر قادری، تفسیر حینی
روضۃ الصفا، تاریخ الحمیس، روضۃ الاحباب، مارج النبوة و غیرہ سے ثابت ہے
کہ حضرات ثلاثہ جنگ جنین میں فرار ہو گئے تھے۔ پس انہوں نے بیعت رضوان کا عہد کیوں
توڑا۔ سب بڑھ کر جواب دیجیے۔

جواب۔ یہ سب کتابیں جھوٹا رعب جمانے کے لیے معترض نے لکھ دی ہیں۔ ورنہ
یہ کتابیں نہ معتبر ہیں نہ اہل سنت کے معتبر مؤلفین کی تصنیف ہیں۔ تاریخ حبیب السیر
مجموع کتاب ہے۔ اس میں بہت سی واپسی تباہی رواہ ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے
کہ کسی شیعہ نے اپنے مطلب کی باتیں لکھ کر اہل سنت کی طرف کتاب منسوب کر دی
ہے جو ان کا برا ناکید و سر ہے۔ تفسیر قادری اور حینی بھی بالکل غیر معتبر تفسیریں ہیں کسی
تفصیلی قسم کے ضوئی سنی کی تالیفات ہیں جن کو تاریخ کی حقیقت اور روایات کی جرح و
تذیل کا علم نہیں ہے۔ روضۃ الصفا کٹر رافضی کی ہے۔ اس سے تو نور اللہ شومتری نے
مجلس المؤمنین میں بار بار استدلال کیا ہے۔ تاریخ الحمیس بھی ایک شیعہ کی کتاب ہے۔
جس نے تاریخ اعظم کوئی لکھی ہے جس کے مندرجات سے تشبیح واضح ہے۔ روضۃ الاحباب
ایسی کتاب میں سادہ لوح مولف نے شیعہ کی من گھڑت روایتوں اور کتابوں سے
دھوکہ کھا کر ان کا مواد جمع کر دیا ہے جس کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ
محدث دہلوی ایسی ہی کتب کے متعلق کید ۱۵ میں لکھتے ہیں۔

ان شیعہ سے اہل تاریخ کی ایک جماعت اہل سنت کو دھوکہ دیتی ہے۔ اور وہ
تاریخ میں ایک کتاب جمع کر کے انرا اخبار اور مہوم قصے۔ اس طور پر درج کرتے ہیں کہ
جامع کے سنی نہ ہونے کا پتہ نہ چل سکے۔ پھر سیر خلفاء۔ احوال صحابہ اور ان کی لڑائیوں کے
متعلق کچھ قبیل اپنے مذہب سے بھی لکھ دیتے ہیں۔ جب بعض مؤرخین اہل سنت اس

کذاب کو اہل سنت و جماعت کی البیہ سمجھ کر نقل کرتے ہیں تو غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔ آخر رفتہ رفتہ بے تحقیق ناظرین کے لیے یہ گمراہی کا سبب بن جاتا ہے اور شیعوں کا یہ کید بھی خوب جہم گیا ہے کہ تاریخ کے مصنفین کا ایک عالم غلطی کے بھنور میں پڑ گیا ہے اور ناظرین کو گمراہی کی رسی میں باندھا ہے حتیٰ کہ سید جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب نے بھی بعض جگہوں میں اس قسم کی روایات تاریخی نقل کی ہیں خصوصاً قصۃ ابو بکر صدیقؓ اور توقف حضرت امیرؓ اور قصۃ عثمان رضی اللہ عنہ میں۔ اور اس قسم کی نقل کی علامت یہ ہے کہ وہ لکھتا ہے۔ ”در بعض روایات چنین آمده۔ لیکن محققین اہل سنت نے ایسے محمول صنفوں کی تاریخ سے کہ ان کی باتیں محمول ہی ہیں اور بعض بے سند و اسبی روایتوں سے احتراز واجب جانا ہے۔ (تحفۃ اثنا عشریہ اردو ص ۱۰۸)

یہ اقتباس ان تمام مذکورہ بالا کتب کی حقیقت بیان کرنے میں کافی ہے مع حاجۃ الیہ بھی اسی قسم کی کتاب ہے کہ مصنف سنی تھا۔ مگر کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔

غزوہ حنین کا مختصر قصہ | اکبر شاہ نجیب آبادی تاریخ اسلام ج ۱ ص ۱۸۶ پر رقم طراز ہیں۔ ”پہلی شوال ۶۰۰ھ کو لشکر اسلام تہامہ کی وادیوں سے گزر کر

وادی حنین میں پہنچا۔ دشمنوں نے لشکر اسلام کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر وادی حنین کے دونوں جانب مکین گاہوں میں چھپ کر لشکر کا انتظار کیا۔ مسلمان وادی کی شاخ و شاخ اور پیچیدہ گزر گاہوں میں ہو کر نشیب کی طرف اترنے لگے تھے اور صبح کا ذب کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ اچانک دشمن کی فوجوں نے مکین گاہوں سے نکل نکل کر تیر اندازی اور شدید حملے شروع کر دیئے اس اچانک آپڑنے والی مصیبت اور بالکل غیر متوقع حملے کا نتیجہ ہوا کہ مسلمان سر اسیم ہو گئے اور اہل مکہ کے دو ہزار دوسلم آدمی سب سے پہلے حواس باختہ ہو کر بھاگے۔ ان کو دیکھ کر مسلمان بھی جدہ جرح کو موقع بلا منتظر ہونے لگے۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے داسی جانب تھے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، کرم اللہ وجہہ، حضرت عباسؓ، حضرت فضل بن حیانؓ، حضرت سہیل بن الحارث اور ایک مختصر سی جماعت صحابہ کرامؓ کی رہ گئی۔ . . . آپ کے ارد گرد دشمن لپڑی

طاقت سے حملہ آور تھے اور میٹھی بھرا دمی ان سے لڑ رہے تھے۔ (پھر آپؐ نے حضرت عباسؓ کو مسلمانوں کے بلانے کا حکم دیا، چنانچہ حضرت عباسؓ نے ہر قبیلہ کا نام لے لے کر لپکارا، اس آواز کو سن کر مسلمان اس طرف دوڑے۔ جیسے گائے کے کچھڑے اپنی ماں کی آواز سن کر اس طرف دوڑتے ہیں۔ مگر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صرف سو آدمی پہنچ سکے۔ باقی دشمنوں کے درمیان حائل ہو جانے سے آپؐ تک نہ پہنچ سکے۔ اور رہیں سے لڑنے لگے آپؐ نے اللہ اکبر کہہ کر دلدل کو دشمن کی طرف بڑھایا اور ان سو آدمیوں کے مختصر دستے نے ایسا سخت حملہ کیا کہ اپنے سامنے سے دشمنوں کو بھگا دیا۔ اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا آپؐ کا لغزہ نکیر سن کر اور دشمنوں پر حملہ آوری دیکھ کر مسلمانوں نے بھی ہر طرف سے سمت کر دشمنوں پر لغزہ نکیر کے ساتھ حملہ کیا۔ اور ذرا سی دیر میں لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ دشمنوں کو مکمل ہزیمت ہوئی، ”کذا فی فتی الالان“ قارئین کرام! آپؐ اندازہ لگا چکے ہوں گے کہ شیخین اور دیگر صحابہ کرامؓ اس اچانک غیر متوقع اندھیرے میں دشمن کے حملے سے نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ پامردی سے مزین و مناقبہ کیا کہ جنگ کا نقشہ تک بدل گیا مگر دشمن اسلام راضی ان مسلمانوں کے صرف فرار کا ذکر کرتا ہے۔ مدحیہ پہلو کو سامنے نہیں لاتا۔ صحابہ کرامؓ نے عہد نبویؐ میں تین درجن کے لگ بھگ چھوٹی بڑی جنگیں لڑی ہیں کسی میں بھی فرار و شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔ بجز جنگ حنین واحد کے کہ رفتی طور پر یہاں بھگڑ چکی اور پریشانی ہوئی۔ اس کی وجہ انکی بزدلی۔ ایمانی کمزوری۔ اے دنیاوی سرگز نہ تھی۔ بلکہ نفس قرآنی کے مطالب کثرت پر اعتقاد کرنا تھا۔ تو اللہ نے عہد پائزل اکھڑا کر درس عبرت دیا۔ اُحد میں درہ دالوں کی نافرمانی تھی جس کا نتیجہ بھگڑ کر کی صورت میں سب لشکر کو دیکھنا پڑا۔ اور یہ بھی خدا کی طرف سے باقاعدہ ایک سبق آموز حادثہ بنادیا گیا۔ اب اس پر اعتراض کرنا د حقیقت تقدیر کا منہ چڑا نا ہے جب اللہ کسی کو ڈمگنا ناچاہا پس سزا دینا یا بس تو بڑے بڑے پہلوان ان سے سامنے عاجز و بے ہمت بن جاتے ہیں۔ اگر اس نکتہ پر غور کر کے سوچا جائے اور صحابہ کرامؓ کو عزب اللہ سے کچھ بھی عقیدت ہو تو کسی قسم کا اعتراض یا ان پر لٹوں کا موقفہ نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان

کو صحابہ کرامؓ کے ساتھ بغض و عناد اور ان کی بدگوئی کے کفر و گناہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

صحابہ دشمنی یعنی گرفت ہر ملک اور قوم کی فوج ان کی آنکھوں کا مترناج اور دل کی دھڑکن ہوتی ہے۔ جو ان کے ملک اور عزت سے دشمن کا دفاع کرتی ہے۔ کسی ملک اور قوم کی فوج کی بدگوئی کرنا ایک قومی جرم سمجھا جاتا ہے ان کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے فضائیاں کرنا یا ان میں سے ۷۷ افسروں اور جوانوں کو مستثنیٰ کر کے تمام فوج کو غدار ہے و فاجر اور برا کہنا دراصل اس ملک و قوم سے پوری دشمنی ہے اس کی سزا کورٹ مارشل کے تحت قتل اور جلا وطنی تک ہو سکتی ہے۔ پاکستان کی فوج دنیا میں مثالی بہادر اور وفادار سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ کسی محاذ پر کسی یونٹ کی کمزوری یا پسپائی سے انکار ممکن نہیں مگر یاس ہمہ جو کوئی ان کی بدگوئی کرے غلطی اور کمزوری کی تشہیر کرے۔ وہ قومی غدار ہے۔ بھارت کا ایجنٹ ہو گا۔ اس سے پاکستان دشمنی کا سلوک کیا جائے گا۔ اسی طرح جب لشکر پیغمبر کو اللہ نے حزب اللہ کہا۔ ان سے غلبے کے وعدے کیے۔ ایمان و وفا ان کے لوح دل پر نقش کر دی۔ ان کو سچا۔ راشد۔ ہدایت یافتہ۔ کامل الایمان اور فرمانبردار مسلمان بنایا۔ اور یہ سب قرآنی الفاظ کا ترجمہ ہے۔ اب کوئی زرد یا جماعت اس حزب اللہ کی غلطیاں جن جن کو تشہیر کرے اور بدگوئی کو اپنا مذہب بنا لے حتیٰ کہ مباحثہ کرنے تک فر کرے کیا ایسا گروہ اللہ کا دشمن نہیں؟ اسلام کا قومی غدار نہیں؟ حضرت محمد رسول اللہ کا بدخواہ نہیں؟ کفار کا ایجنٹ اور دائرہ اسلام سے جلا وطنی کے لائق نہیں؟ یقیناً وہ دنیا کے کفر کا بیروہ ہے۔ اسلام سے اس کا ذرہ تعلق نہیں۔ اگر کوئی شیعہ علیؓ اور اصحاب مرتضویؓ سے نفرت و دشمنی دیکھے یا ان میں مومن و منافق کی تفریق پیدا کرے دو چار کے سوا سب کو منافق بنا دے تو وہ شیعہ کے نزدیک دشمن علیؓ اور خارج از تشیع اسلام ہو گا۔ اور اگر شیعہ یا کوئی گروہ اصحاب محمدؐ کے ساتھ یہی سلوک کرے اور ۵۷ افراد نکال کر سب کو منافق و بے ایمان کہتا پھرے۔ ایسا شخص دشمن نبیؐ خارج اسلام اور لعنتی و جہنمی نہ ہو گا؟ آخر وجہ تفریق کیا ہے؟ صحبت و وفا کی نسبت علیؓ و حسینؓ کی طرف ہو تو تمام منافق کا ناج ان کو پہنادیا جائے۔ جب صحبت و وفا کی نسبت محمد رسول اللہ

کی طرف ہو جائے اصحاب رسول اللہ کا نام لیا جائے تو منہ کے غلیظ جوہر کے مینڈک ان پر پڑانے لگ جائیں۔ بخدا آج محمد رسول اللہ کے تلامذہ و اصحاب کے دشمن اور ان سے پھیلی ہوئی تعلیم نبوی کے دشمن۔ ٹھیک البوجل کی پارٹی اور شیعہ ہیں۔ ان کو اہل بیت و علی المرتضیٰؓ سے کیا واسطہ؟ کیونکہ عہد پیغمبر میں وہ بھی جماعتیں تھیں۔ نبیؐ کے اصحاب اور البوجل کے شیعہ۔ جب کوئی گروہ نبیؐ کے اصحاب کا علائقہ دشمن ہوا ان سے دنیا میں پھیلی ہوئی تعلیمات نبویؐ کا صاف منکر ہوا۔ تو وہ البوجل کی پارٹی میں سے ہو گیا۔ گو زبان سے اس کا اقرار نہ کرے۔ اس پر یقیناً اللہ کی فرشتوں کی۔ انبیاء و مومنین کی کائنات کے ذرے ذرے کی لعنت ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے:

ان الله اختارني واختار لي اصحابي
فجعل منهم وزراء واصهارا والنفارا
فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة
والناس اجمعين (بروایت بخیر بن ساعدہ)
(الروایض النضرۃ ص ۸)

اللہ نے مجھے پسند کیا اور میرے لیے صحابہ پسند کیے۔ ان میں سے بعض کو میرا وزیر بنایا بعض کو میرے خسر اور داماد بنایا۔ بعض کو مددگار بنایا۔ جو ان کو برا بھلا کہے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی اکٹھی لعنت ہو۔

شیعین کی ثابت قدمی جن میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی ثابت قدمی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں۔

”اس معرکہ میں جو صحابہؓ ثابت قدم رہے ان کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا گیا ہے اور ان میں حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ علامہ طبری نے صاف تصریح کی ہے محمد بن اسحاقؓ جو امام بخاریؓ کے شیوخ حدیث میں داخل ہیں اور مخازی و سیر کے امام مانے جاتے ہیں کتاب المخازی میں لکھا ہے۔

و با پیغمبر حنین از ہما جرین و انصار
اہل بیت بازماندہ بودند مثل ابو بکر و علی
و عمر و عباس رضی اللہ عنہم
پیغمبر کے ساتھ ہما جرین و انصار اور اہل بیت کے کچھ لوگ رہ گئے۔ جیسے حضرت ابو بکرؓ، علیؓ، عمرؓ و عباس رضی اللہ عنہم۔

صحیح بخاری کتاب المغازی اور البداء و کتاب الجہاد ج ۲ میں حضرت ابو قتادہؓ کے ایک واقعہ میں شیخین کی ثابت قدمی کا ذکر ملتا ہے۔ اس کا ترجمہ ہم بدیع ناظرین کرتے ہیں۔

”حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں ہم حنین میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نکلے جب دشمن سے ڈھبھڑ ہوئی تو مسلمانوں کو چکر پڑا پیچھے ہٹ گئے، میں نے ایک مشرک کو دیکھا جو ایک مسلمان پر چڑھا بیٹھا تھا۔ میں نے پیچھے سے اس کی گردن میں تلوار مار دی اور زرہ کاٹ دی وہ اٹھ کر مجھ سے چپٹ گیا۔ مجھے اس سے موت کی بو آئی۔ چنانچہ وہ مر گیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ تو میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے ملا اور کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا (پیچھے ہٹ گئے) تو حضرت عمرؓ نے کہا: یہ اللہ کا تقدیر فیصلہ تھا۔ پھر مسلمان (جدی ہی) پلٹ آئے حضور علیہ السلام بیٹھے تو فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پر اس کے گواہ ہوں تو مقتول کا ساز و سامان اسے ملے گا۔ میں نے کہا میرے لیے گواہی کون دے گا۔ تین مرتبہ یوں ہی حضورؐ نے فرمایا اور میں اٹھتا رہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ابو قتادہؓ کیا کہتے ہو؟ میں نے اپنی خبر سنائی تو ایک آدمی بولا اس نے سچ کہا اس کے مقتول کا ساز و سامان میرے پاس ہے۔ آپ اس کو میرے حق میں راضی کر دیں۔ یعنی اس کی مرضی سے وہ میرے پاس ہی رہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا: خدا کی قسم ایسا نہ ہو گا۔ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ و رسولؐ کی طرف سے جنگ کرے اور اپنا سامان (مقتول) تجھے دے دے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکرؓ نے سچ کہا ہے تو اسے دے دے۔ چنانچہ اس شخص نے سامان مجھے دے دیا۔ میں نے اس سے بنی سلمہ میں ایک باغ خریدا۔ یہ پہلا مالی تھا جو اسلام میں میں نے کمایا۔“ (بخاری ج ۲ ص ۶۱ البداء و ج ۲ ص ۶۲)

اس سے ضمنی طور پر پتہ چلا کہ شیخین غزوہ حنین میں بھاگے نہیں تھے حضورؐ کے ساتھ ہی رہے۔ ان کی گواہی اور تصدیق سے حضرت ابو قتادہؓ کو مال غنیمت ملا۔

یہی بات کہ ”حنین والوں نے بیعت رضوان کی عہد شکنی کی“ انہام محض ہے۔ کیونکہ عہد شکنی تب ہوتی کہ وہ شامل جنگ نہ ہوتے یا بالکل بھاگ جاتے۔ واپس نہ آتے جب ان کو جنگ کے لیے تیار نہ ہونے اور اچانک بغیر متوقع اندھیرے میں بے قاعدہ حملہ ہو جانے کی وجہ سے عارضی طور پر پسپا ہونا پڑا پھر فوراً سنبھل کر واپس آ گئے۔ جم کر لڑے اور جنگ کا نقشہ تک بدل گیا۔ دشمن کے ہزاروں افراد قید کر لیے تو یہ عہد شکنی نہ ہوئی۔ بلکہ بیعت کی وفادارانہ تکمیل ہوئی۔ ہاں بیعت رضوان کا ناقض ان لوگوں کو کہا جا گا اور خدا کا نشانہ بھی یہی ہے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا اور پھر بدر نہ لیا کیونکہ بیعت رضوان حضرت عثمانؓ کے بدلے میں جنگ لڑنے کے لیے ہوئی تھی۔ چونکہ آپؓ زندہ سلامت واپس آ گئے تھے تو اس کی ضرورت نہ پڑی تھی۔ تو جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا۔ اور شیعہ آج ان کو اپنے اسلاف اور ہم مذہب مانتے ہیں تو شیعہ سمیت یہ لوگ بیعت رضوان کے منکر۔ غدار اور مستحق لعنت و وبال سمجھے گئے۔ یا وہ لوگ غدار اور ناقض بیعت ہیں کہ جب پبلک نے قصاص عثمانؓ کی عام تحریک عہد مرقنوی میں چلائی تھی۔ تو قاتلین عثمانؓ اور ان کے حمایتی بیعت قصاص کی تکمیل کرنے والے مسلمانوں سے جل و صفین میں لڑائی کے لیے نکل آئے اور ام المؤمنین، حرم رسول، عائشہ صدیقہؓ تک کو معاف نہ کیا اور طلحہ و زبیرؓ جیسے اسلام کے مجاہدوں کو شہید کیا۔ جنہوں نے حضورؐ کے ہمراہ معرکوں میں کفار کے کشتوں کے پشتے لگائے تھے اور مزاج و سیاست کے اعتبار سے حضرت علیؓ کے خاص ساتھی اور مخلص تھے۔ یا وہ منافق پیشہ شیاعان علیؓ تھے جنہوں نے آپؐ پر دباؤ ڈال کر صفین میں معاویہؓ سے جا مل لیا اور طلحہ و زبیرؓ کو عائشہؓ کے ساتھ آپؐ کی صلح کو سبوتاژ کر کے صبح کو غدار کی کر کے جنگ جمل میں ۱۰ ہزار مسلمان شہید کرائے۔ یا اس کا مصداق آج کے شیعہ ہیں جو مسلمانوں اور ان کے ائمہ کو قتل کرنے والوں کے ساتھ الفت و عقیدت رکھتے ہیں۔

آخر میں شیعہ بھائیوں کو ان احادیث کی طرف متوجہ کر کے ان سے اپنے رویہ کی

اصلاح کی درخواست کرتا ہوں۔

۱۔ امام باقرؑ نے فرمایا، کسی آدمی کے لیے یہ عیب بہت بڑا ہے کہ لوگوں میں وہ عیب تلاش کرے جس سے اپنے نفس میں اندھا بنا ہوا ہے یا لوگوں کو اس بات سے شرم دلائے جس کو وہ خود چھوڑ نہیں سکتا۔

۲۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانو! مسلمانوں کی بدگوئی مت کرو۔ ان کے عیب مت ڈھونڈو کیونکہ جو کسی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ اس کے عیب ڈھونڈتا ہے۔ جس کے عیب خدا تلاش کرے اللہ اسے رسوا کر دے گا۔ اگرچہ وہ گھر میں بیٹھا ہو۔ (باب ذاللسابین کافی ج ۲)

۳۔ امامؑ نے فرمایا مسلمانوں پر طعن و تشنیع کرنے سے ضرور بر ضرر ہوگا کافی ج ۲ ص ۳۸

سوال ۹۲۔ اگر حضرات ثلاثہ بہادر تھے تو جنگ خنین

خلفاء راشدین کے مجاہدات میں نہ بھاگنے والوں میں اپنی تفسیر قادری میں ان کے نام دکھائیے اور اپنی کتابوں سے مع کمال حوالہ جات ثابت کیجئے کہ انہوں نے جنگ خنین، جنگ احد، جنگ خندق، جنگ خیبر اور جنگ خنین میں کتنے کافروں کو قتل کیا، کتنوں کو زخمی کیا، اور خود ان کے جموں پر کتنے زخم آئے اور ان کے مقتولین، ہیں سے صرف پانچ نام ہی مع حوالہ پیش کر دیجئے۔

سوال ۹۳۔ اگر حضرت عمرؓ بہادر تھے تو جنگ خنین اور جنگ احد میں جتنے آدمی ان کے ہاتھ سے مارے گئے ہوں ان کے نام لکھیے۔ تاریخی حوالوں سے ایک تقابلی فیصد مرتب کیجئے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کے کارندے ان دونوں جنگوں میں معلوم ہو جائیں۔

جواب۔ استدلال کا یہ نہایت ہی سفلی سفیانہ اور بھونڈا ہن ہے۔ مگر اس کا مفصل مدلل جواب اور ہر وصف میں تقابل کے ساتھ سیدنا علیؓ کی جلال شان کا تحفظ کرتے ہوئے ہم نے تحفۃ الاخیار میں اور پھر تحفۃ المامیہ میں پورے ۵۰ صفحات میں پیش کیا ہے۔ آپ ان میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں یہاں چند اصولی باتوں کو بطور اشارہ

لکھا جاتا ہے۔

۱۔ کسی بورڈ کے امتحان میں جب چار شخص بالترتیب آدھ آجائیں تو ہر ایک کی زیادتی دوسرے سے مجموعی لمبوں میں سمجھی جاتی ہے۔ انفرادی طور پر ایک ایک سوال یا مضمون کے موازنہ میں لمبوں کی کمی بیشی کا اعتبار نہیں ہوتا۔ نہ اس لحاظ سے نتیجہ بدلا جاتا ہے۔ تاؤ تکنیک مجموعی ممبرز انڈ نہ ہوں۔ بالفرض پہلوانی اور قتل کفار کے مضمون میں حضرت علیؓ کے لمبے زیادہ ہوں۔ مگر اشاعت قرآن اشاعت اسلام مسلمانوں میں امن عامہ کی ترقی اور مکی زندگی میں خصوصاً حضورؐ کی خدمت اور جانفشانی سے حضرات خلفاء ثلاثہ کی زائد ہوں۔ اور قرآن و سنت کے علاوہ سب اہل اسلام ان کی زیادتی اور افضلیت کی گواہی بھی دے دیں تو کیا پھر بھی قتل کفار کی رٹ لگائی جائے گی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کفار کو قتل نہیں کیا وہ علیؓ سے افضل ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور ابو دجانہؓ وغیرہم نے بعض سرکوں میں حضرت علیؓ سے زیادہ قتل کیے حالانکہ وہ علیؓ سے افضل نہیں ہیں۔

۲۔ جنگ جہاد میں شجاعت ثابت قدمی اور حوصلہ رکھنے کا نام ہے۔ بالفعل قتل کفار کا موقع ملنا اتفاقی ہے۔ جب سب جنگوں میں حضرات خلفاء ثلاثہ شریک رہے ثابت قدم رہے۔ بھاگے نہیں۔ گو شبہ ان سے دشمنی کی بنا پر نہ مانیں۔ ان کے مقتولوں کا ذکر تاریخ بھی نہ کرے۔ ان کی فضیلت ثابت ہے۔ مقتولوں کا ذکر نہ ملنا قتل نہ کرنے کی دلیل تو نہیں ہے۔ پھر حضرت مقدادؓ، ابوذر غفاریؓ، سلمان فارسیؓ کے مقتول بھی نہیں ملنے تو کیا ان کے ایمان و فضل کا بھی شبہ انکار کر دیں گے؟ پھر جہاد تو ہر زمانے میں ہو رہا ہے۔ حضرات حنینؓ نے صفین میں کتنے کتنے مارے شتر تخی کے مقتولوں سے کیا فیصد تقابل رہا؟ حضرت سجادؓ، باقرؓ صادقؓ نے امام وقت ہونے کے باوجود کتنے کافروں کا صفایا کیا؟ جب ان کے نامہ اعمال میں قتل کفار کا ثواب نہ ہونے سے کچھ خلل نہیں تو بقول شیعہ حنینؓ میں اس ثواب کی کمی سے کچھ خلل نہیں۔

۳۔ خلفاء ثلاثہ کی شان مدنی زندگی میں دزیروں اور خواص کی سی رہی حضورؐ

خود ان کو لڑائی میں شرکت سے روکنے لگے۔ جیسے اُحد میں حضرت ابوبکرؓ سے کہا: ”تکوار نیام میں کریں، واپس آئیں اپنی ذات سے ہمیں نفع پہنچائیں (کشف الغمہ) جیسے حضرت علیؓ نے صفین میں حسنینؓ کے تحفظ کی کوشش کی تھی۔ توشاہ و وزیر جنگ میں شرکت و ثابت قدمی کے باوجود وہ تھوڑے نہیں دکھاتے جو عام جنگجو سپاہی دکھاتے ہیں۔ اور اکثر بادشاہ شجاع دل اور شیر شکار گزرے ہیں۔ جیسے سکندر اور اورنگزیب ظہیر الدین بابر مگر اپنے ہمروں سے لڑنے کا اتفاق اور پہلو انوں سے کشمکش کی نوبت نہ پہنچی۔

۴۔ دولڑنے والوں کا مقابلہ میں ہمت دکھانا بھی تو شرط ہے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر بھاگ جائے دوسرا اسے کیسے قتل کرے گا۔ بدر میں حضرت عمرؓ کا مامول عاص بن وائل ہمت کر کے سامنے آیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کر دیا (سیرت ابن ہشام واقعہ بدر) اُحد میں ابوسفیانؓ و خالد بن ولیدؓ جیسوں کو حضرت عمرؓ نے محض بہتروں سے مار بھگایا (سیرت النبیؐ) خندق میں جس حصے پر حضرت عمرؓ کو حضورؐ نے متعین کیا، یہاں سے کفار نے آگے بڑھنا چاہا۔ مگر حضرت عمرؓ نے مار بھگایا۔ (الفاروقؓ) اسی جنگ میں عرب کے مشہور پہلوان هزار اسدی کا تعاقب کر کے۔ اس کے ہاتھ میں برہجے کے باوجود۔ حضرت عمرؓ نے اسے بھگادیا۔ ترمذی کے سر یہ ہیں (۷ھ میں) حضرت عمرؓ کو تیس سواروں کے ساتھ حضورؐ نے بھیجا۔ وہ آپؐ کا نام سن کر بھاگ گئے۔ حضرت عمرؓ کو جنگ کی نوبت نہ آئی (بذل القوتہ فی سنی النبوةؐ) از مولانا محمد ہاشم سندھی المتوفی ۱۱۷۵ھ

۵۔ یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ خود کفار کس سے زیادہ خائف رہنے ان کے قتل میں خوشی جانتے اور اسلام کا مضبوط قلعہ انہی کو جانتے۔ اُحد میں فتحی فتح کے بعد ابوسفیانؓ نے جو۔ شدید نعرہ باعلیٰ مدد۔ کی طرح اپنے معبود بت مہل کی جے۔ اُعلیٰ سُبُل۔ کہ تیری شان اپنی رہے تو نے ہمیں جنگ میں فتح دی۔ بکاری۔ تو لبہ میں افیکم محمدؐ، انیکم ابوبکرؓ افیکم عمرؓ بن الخطابؓ تینوں کا نام لے کر موت کی تصدیق چاہی۔ جب پہلی دفعہ جواب نہ ملا تو خوشی سے اچھل پڑا۔ پھر حضرت عمرؓ نے جواب دیا تھا کہ اے دشمن خدا تم تینوں

زندہ ہیں۔ اللہ تجھے رسوا کرے گا۔ (بخاری) معلوم ہوا کفار کو تینوں کھٹکتے تھے تو تینوں اسلام کے بڑے سپرد، دشمن کفار اور بہادر رہے۔ چنانچہ آپؐ نے جن سراپا میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو کمانڈر بنا کر بھیجا ان میں قتل کفار کر کے واپس آئے۔

شعبان ۳ھ میں نجد میں بنو کلاب کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بھیجا۔ فقتلنا سامن المشرکین و سبب بعضہم تہرجع الی المذنبہ (بذل القوتہ) کہ آپؐ نے بہت سے مشرکوں کو قتل کیا کئی قیدی بنائے۔ پھر مدینہ لوٹے۔ نیز حمادی الاخریٰ یا رجب ۳ھ میں زید بن حارثہؓ کے سر یہ سے پٹے حضرت ابوبکر صدیقؓ و ادی القرطیؓ میں بنو قارہ کی طرف گئے۔ فقتلوا اکثر ادا من المشرکین و سبب منہم سببوا انہوں نے بہت سے مشرکوں کو قتل کیا۔ بعضوں کو قیدی بنایا۔ آپؐ کے ساتھ صرف ۱۰۰ مومنین تھے۔ (بذل القوتہ) معلوم ہوا کہ شیخین کے متعلق یہ پیرائے بالکل غلط ہے کہ انہوں نے کسی کا فرقہ قتل نہیں کیا۔

۶۔ یہ حقیقت ہے کہ کمی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ نے دفاع پیغمبر میں وہ شاندار ریکارڈ قائم کیا کہ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ تبھی تو خود کفار بھی ابوبکرؓ کو صاحب پیغمبر اور پیغمبرؐ کو صاحب ابوبکرؓ کہتے تھے۔ بارہا حضورؐ کے ہمراہ تبلیغ کرنا کفار سے زد و کوب ہونا۔ عقبہ بن معیط جیسے غمخواروں سے حضورؐ کو چپکڑ کر خود لہو لمان اور بے ہوش ہونا۔ کتب سیرت سے ناقابل انکار حقائق ہیں حضرت علیؓ کے دفاع کا ایسا ایک واقعہ بھی کتب شیعہ و سیرت سے پیش نہیں کیا جاسکتا۔

۷۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ جیسے سفید پوش و مالدار کو کفار نے خوب زرد کوب کیا۔ چچا حکم نے صف میں باندھ کر دھواں دیا اور خوب مارا۔ بالآخر آپؐ کو مجرہ زوہر رقیہ بنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرنی پڑی۔ حضرت عمرؓ کے قتل کا سبب شہر مکہ نے منصوبہ بنایا اور مکان کا محاصرہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو نوفل بن خویلد باندھ کر مازنا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا اور ابن دغنے کے اصرار پر چند دن واپس آئے مگر ان واپس کر کے جہرا قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ سفر ہجرت میں حضورؐ

اور آپ ہی کو زندہ یا قتل کر کے لانے میں کفار نے ۱۰۰،۱۰۰ اونٹ انعام دینے کا اعلان کیا۔ حضورؐ کے پروگرام ہجرت کی خبریں آپؐ کے گھر سے کفار نے پوچھیں۔ جب حضرت اسماء بنت صدیقؓ نے راز نہ بتایا تو ابو جہل لعین نے اتنے زور سے پتھر مارا کہ ان کی بالیاں بھی جھڑ گئیں۔ یہ سب حقائق اپنی جگہ ثابت ہیں۔ مگر حضرت علیؓ کو ہجرت کی ضرورت۔ حکم پیغمبرؐ کے بغیر نہ پڑی ان کے قتل کا منصوبہ یا مکان کا گھیراؤ کسی نے نہ کیا۔ ان کو کسی نے کبھی نہ مارا۔ شب ہجرت میں بھی وہ بڑے چین سے بستری پیغمبرؐ پر سوئے اور کفار نے ان سے باتیں لے کر آزاد جانے دیا۔ آخر اس میں کیا راز ہے؟ خدا کوئی شیعہ اس سے پردہ اٹھا سکتا ہے؟ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابوطالب قریش کے ہم مذہب تھے تو اس رشتہ کا لحاظ کر کے آپؐ کو کفار نے کبھی کچھ نہ کہا؟ یہاں اگر خلفائہ ثلاثہؓ نہ حضرت علیؓ سے کفار کی ان پر شدت اور کفار سے ان کی شدید دشمنی میں بڑھ گئے تو ساقیوں اولوں ہوئے۔ خدائی فیصلہ کے مطابق وہ اتنے افضل ہو گئے کہ حضرت علیؓ زندگی میں عظیم سپاہیانہ خدمات کے باوجود ان کے ہمسر نہ ہو سکے۔ جیسے حضرت خالد و عباسؓ علیؓ کے ہمسر نہ ہو سکے۔

۸۔ بالفرض خلفائہ ثلاثہؓ کو کبھی جان کا خوف نفاذ بشریت سے ہوا ہو تو مضحکہ سے خوف ایمان کے منافی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو اژدہا سے اور دونوں بھائیوں کو بعد از اعطائے نبوت فرعون کے دربار میں جانے سے طبعی خوف ہوا تو اللہ نے تسلی دی۔ لَا تَخَافِ اِنَّیْ مَعَکَ اَسْمٰعُ وَاَدٰی رِبِّیْ خَوْفٌ زَکَرُوْا مِیْنَ تَمَّارِ سَاخِیْہِمْ اَوْ رَسُوْلًا یَّکْتُمُہُمْ حضرت لوط علیہ السلام کو جہانوں کی عزت کے سلسلے میں کفار سے خوف ہوا البتہ

انسان ان فرشتوں کے آنے سے پھوڑا کو ہونے کے اندیشہ سے۔ حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کو خوف ہوا۔ اور یہ سب باتیں قرآن پاک میں ہیں۔ مگر حضرت علیؓ کا خوف نہ کھانا اور دشمنوں کے اندر گھس جانا شیعہ اصول کی بنا پر مدارِ فضیلت نہیں کیونکہ آپؐ کو اپنی موت کا یقینی پتہ تھا کہ ہم میں آئے گی۔ پھر وہ ائمہ موت و حیات پر یقیناً بھی رکھتے ہیں۔ (کافی)

نہ ہونے پر یقین کرنے والا اگر قتل بھی کر دے تو اتنی بہادری نہیں جتنی کہ موت کا اندیشہ کھنے والے کی معمولی مقابلہ کے وقت ہوتی ہے۔

۹۔ حضرت عمرؓ کی بہادری اپنے معاصروں میں مسلم تھی۔ مشرور اسلام میرے تنہا کئی کئی آدمیوں سے صبح سے دوپہر تک حرم کعبہ میں لڑتے تھے۔ پہلی دفعہ خانہ کعبہ میں مسلمانوں کو نماز اپنی تلوار کے رعب و جلال سے پڑھائی۔ جب ہجرت کی تو اس اعلان سے کی کہ جس نے بچے پیچ کر لے ہوں فلاں وادی میں مجھے بل لے۔ پھر کسی کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی لیے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں دعا فرمائی تھی "کہ اللہ عمرؓ کو مسلمان کر کے اسلام کو غلبہ عطا فرما" از امام باقرؑ بر روایت عیاشی (جنگ بدر میں اپنے ماں کو قتل کر دیا۔ مدینہ کے پرلین ماحول میں اس منافی کو قتل کر دیا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ مانا تھا حالانکہ ایسے قتل کے نتائج اور خطرات برداشت کرنا بڑے حوصلے اور جرأت کا کام ہے۔ کئی مواقع پر جس نے بھی حضورؐ کے سامنے گستاخی کی آپؐ نے سزا دینا چاہا مگر رحمت کائنات رک رک دیتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیانؓ کو قتل کرنا چاہا مگر حضرت عباسؓ نے حضورؐ سے سفارش کر کر بچاؤ کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی مثال شماعت، سیاست اور عزائم سے دنیا کی تاریخ بدل ڈالی۔ قیصر دسری کی حکومتیں ختم کر دیں۔ آج بھی دشمنان اسلام و قرآن کے دل کا کاٹنا ہیں۔ آپؐ کا درجہ وہ کام کرتا تھا کہ حضرت علیؓ کی تلوار نہ سکی۔ ہر چیز کا انجام دیکھنا چاہیے۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حوصلہ و عزم اور بے مثال جرأت اپنے عہد کے

محرکوں سے واضح ہے۔ بیک وقت مرتدوں، منافقوں، مسلمہ کذاب، منکرین زکوٰۃ سے فیصلہ کن جنگیں لڑیں لشکرِ اسلام کو بھیج کر کامیابی حاصل کی اور کسی مرحلے پر نہ ضعف دکھایا نہ علم اسلام کو سرنگوں ہونے دیا۔ حضرت عثمانؓ کا مکہ میں تنہا سفیر بن کر جانا۔ کابل و افریقیہ تک کی سلطنت سنبھالنا لشکر کے باوجود حرم مدینہ میں جان کی قربانی دے دینا آپؓ کی جرأت اور بہمت کا سنہری باب ہے۔

۱۱۔ حضرت عمرؓ کی جرأت و عظمت پر صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے

ناطق فیصلہ پر یہ بحث ختم کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ جب سے عمرؓ اسلام لائے ہم مسلمان کفار پر غالب ہوتے گئے (بخاری) نیز فرمایا: عمرؓ کا اسلام لانا فتح تھی۔ ہجرت اللہ کی مدد تھی اور خلافت رحمت تھی۔ ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم بیت اللہ میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ جب عمرؓ اسلام لائے تو ہم نے نماز کعبہ میں پڑھی کیونکہ عمرؓ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ کفار نے ہم کو چھوڑ دیا۔ (حافظ سلفی) نیز فرمایا ہم کعبہ کے نزدیک نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ جب تک عمرؓ اسلام نہ لائے تھے جب وہ مسلمان ہوئے تو قریش سے جنگ کی تب ہم نے کعبہ میں اور ان کے ساتھ نماز پڑھی (ابن اسحاق) نیز فرمایا: ہم نے علانیہ نماز اس وقت شروع کی جب عمرؓ مسلمان ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ہمارا نام مؤمنین اس وقت پڑا جب عمرؓ مسلمان ہوئے ابن عباسؓ کہتے ہیں جب عمرؓ مسلمان ہوئے تو کفار نے کہا مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا (کلین البیاض النصفۃ ج ۱ ص ۲۵۷)

سوال ۹۲۔ تفسیر درمختور سیوطی ج ۲ ص ۵۲ اور از النہد فیہ الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۱۹۹ وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا: تمہارے اندر شرک چھوٹی کی رفتار سے بھی پوشیدہ چلتا ہے۔ اس حدیث پر تبصرہ کریں اور بتائیں کہ پھر وہ صدیق کیسے تھے اور اگر ان میں شرک نہیں تھا تو صداقت رسولؐ سے انکار کر دینے کی جرأت کا فرانہ کیجیے۔

جواب۔ اس حدیث کا مطلب غلط لینے میں شیعہ نے اپنی روایتی خیانت اور بغض صحابہؓ سے کام لیا ہے ورنہ یہاں شرک سے مراد خدا و رسولؐ کی ذات و صفات میں کسی امام و بزرگ کو شریک کرنا۔ جو شیعیت کا خاصہ ہے۔ اور جسے شرک جلی کہتے ہیں اور قرآن پاک میں جگہ جگہ اس کی مذمت ہے۔ وہ مراد نہیں ہے بلکہ زیادہ دکھلاوا مراد ہے۔ اور یہاں کاری کو غلیظ تعبیر سے شرک اصغر یا شرک خفی کہہ دیا جاتا ہے۔ خطاب بھی خاص ابوبکر صدیقؓ کو نہیں بلکہ عام مسلمانوں کو ہے کہ ان کے ایک مرض کی نشاندہی ہے للشِّرْكِ اخْفِیْ فِیکُمْ مِنْ دَبِیۃِ النَّمْلِ۔

کہ وہ شرک زیادہ تم مسلمانوں میں چھوٹی کی چال سے بھی سُست ہوتا ہے۔ لہذا اے مسلمانو! تم کو زیادہ سے خوب پرہیز کرنا چاہیے۔

حضرت ابوبکرؓ کی مذمت میں اس روایت سے استدلال تو ایسے ہی بے معنی ہے جیسے کوئی شخص آیت بڑا سے حضرت علیؓ کی مذمت میں کرے۔

آیَاتُهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَمْ یَقُوْا مَا لَا یَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ یَّقُوْا مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۝ (صف ۶) اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ناراضگی کے لحاظ سے اللہ کے ہاں یہ بڑی بات ہے کہ تم وہ بات کو جو کر و نہیں۔

کہ اس میں خطاب اہل ایمان کو ہے۔ اور جہاں بھی اہل ایمان کو خطاب ہوا، وہاں سے مراد بقول شیعہ ان کے سردار علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ تو علی بن ابی طالبؓ بھی قول دُفیل میں تضاد رکھتے ہیں۔ اور اللہ کو ناراض کرنے میں یہ بڑی بات ہے یا جیسے قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یُعْضَوْنَ اَیْمَانَہُمْ دالوں سے کیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، سے استدلال کیا جائے کہ اہل ایمان کے سردار علیؓ یہ گناہ کرتے تھے تب اللہ نے منع فرمایا۔ جیسے یہ استدلال غلط اور بغض علیؓ کا آئینہ ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح روایت بالا سے حضرت ابوبکرؓ میں شرک جلی دُفیل کے ہونے پر استدلال بغض صدیقؓ اور بددیانتی کا نمونہ ہوگا۔

سوال ۹۵۔ آپ کے فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۲ پر ہے کہ اگر نمازی نماز میں عورت کا بوسہ لے اور اسے شہوت نہ ہو تو نماز مرد خراب نہیں ہوتی۔ کیا نماز کے علاوہ اور وقت تھوڑا ہوتا ہے آخر ایسی ضرورت نماز میں کیوں؟

جواب۔ ایسی مثالیں اور مسائل فرضی ہوتے ہیں۔ واقعی یا حکمیہ نہیں ہوتے کہ بالفرض ایسا کوئی کرے تو نماز ٹوٹے گی یا نہیں۔ تو حکم بتایا کہ شہوت نہ ہو تو نہ ٹوٹے گی ورنہ ٹوٹ جائے گی۔ جیسے شیعہ رسالہ توضیح المسائل ص ۱۱ احکام طہارت میں ہے۔

مسئلہ ۲۸۔ پیشاب اور پاخانہ کا دھوون پانچ شرطوں سے پاک ہے۔ اپانی

میں نجاست کی بورنگ یا مزہ نہ پیدا ہوا ہو۔ ۲۔ باہر سے اس کو کوئی نجاست نہ لگی ہو۔
۳۔ کوئی اور نجاست مثلاً خون، پیشاب یا خانے کے ساتھ خارج نہ ہوا ہو۔ ۴۔ پاخانے کے ذرے پانی میں دکھائی نہ دیتے ہوں۔ ۵۔ پیشاب یا پاخانے کے مقام کے اطراف میں معمول سے زیادہ نجاست نہ ہو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عام نذرست آدمی کے پیشاب یا خانے سے استنجہ کا پانی پاک ہے کیونکہ پانچ شرطیں عموماً پائی جاتی ہیں۔ یہ کتنا گریہ اور فطرت سلیمہ پر بار والا مسئلہ ہے۔ کیا پیشاب پاخانے کے دھوون سے ہانڈی روٹی لپکانی ہے اور کوئی پانی نہیں رہا؟

سوال ۹۶۔ امام غزالی سر العالمین مقالہ راجعہ پر لکھتے ہیں۔ ”صحابہ میں حکومت کی خواہش ان پر غالب آگئی۔ وہ پہلے خلاف پر لوٹ گئے۔ حضور کے فرمان کو اپنی لپشت پر پھینک دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت لے لی اور انہوں نے بہت ہی برا سودا کیا۔ اس عبارت کی وضاحت و تشریح فرماد دیجیے۔

جواب۔ کیسی دشمن بیخبر اور دشمن اصحابِ پیغمبر۔ رافضی کی گالیاں ہیں۔ علامہ محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تخریر ہو ہی نہیں سکتی۔

سر العالمین کسی رافضی کی کتاب ہے جو اس نے دھوکہ اور کمر سے امام غزالی کی طرف منسوب کر دی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفۃ اثنا عشریہ کی مد ۲۱ میں لکھتے ہیں ”یہ کہ (شیخ) ایک کتاب بنا کر اس کو کبرائے اہل سنت کے نام لگاتے ہیں اس میں مطاعن صحابہ اور بطلان مذہب اہل سنت درج کرتے ہیں۔ خطبہ ابتدائیہ میں بھید چھپانے اور حفظ امانت کی وصیت کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے یہی ہمارا عقیدہ پوشیدہ ہے اور جو کچھ دوسری کتابوں میں ہے وہ محض پردہ داری اور زمانہ سازی ہے۔ جیسے کتاب ”سر العالمین“ کہہ اس کو امام محمد غزالی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور متنبین اہل سنت کا نام لگا دیا ہے۔ (تحفۃ اثنا عشریہ ص ۷۷)

سوال ۹۷۔ آپ متعہ حلال کی تو حائلت کرتے ہیں اور اسے زنا کا نام دیتے

سے بھی دریغ نہیں کرتے مگر آپ کی کتاب شرح وقایہ ص ۲۹۸ حاشیہ پہلی میں ہے کہ آپ کے امام اعظم کے نزدیک زانیہ عورت کی خُرچی حلال ہے۔ اور جو اجرت دے کر زنا کرے اس پر حد شرعی نہیں ہے۔ کیا متعہ اس چیز سے برابر ہے؟

جواب۔ اس مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی لگ رہی ہے۔ صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کو خدمت کیلئے نوکر رکھا ہوا ہے۔ پھر اس سے بدکاری کی۔ اگر بدکاری کے عوض میں پیسے دیتا ہے تو اس کا لینا دینا حرام ہے۔ اور اگر اس فعل کے معاوضے سے قطع نظر بطور اجرت یومیہ یا ماہانہ اسے رقم دیتا ہے تو وہ اس کے لیے حلال ہے۔

اس عورت سے زنا پر حد لگے گی۔ ایک صورت زنا کے لیے اجرت پر رکھنے کی ہے۔

اس میں بھی زنا اور لینا دینا سب حرام ہے۔ کیونکہ تمام فقہاء کے نزدیک اجارہ باطل حرام ہے جس میں فعل حرام پر اجرت مقرر کی جائے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

واما مہم البغی فهو ما تأخذ الزانیۃ رہی زنا کی اجرت جو زانیہ زنا پر لیتی ہے تو یہ تمام علی الزنا وسماء مہم الکو نہ علی صور تہ مسلمانوں کے اتفاق سے حرام ہے اس اجرت کو فہو حرام باجماع المسلمین (شرح مسلم) مہرم شکل ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

اجارہ فارسی بھی حرام ہے جس میں اصل کام تو جائز ہو مگر ناجائز کام بھی شرط کے طور پر ذکر کر دے جیسے کسی عورت کو ملازم رکھنے تو یہ شرط لگا دے کہ زنا کرے گا تو یہ شرط لگانا بھی حرام اور فعل بھی حرام ہے لہذا نوٹ ناوا جب۔ اور مقررہ اجرت حرام نہ ہوگی اگر فرسخ نہ کیا تو اجرت مثل خدمت لازم آئیگی یعنی اتنی میاں میں نوکر ہی و خدمت کا جو معاوضہ دستور و رواج میں ملے ہی ملے گا مقررہ یا اس سے زائد بالکل نہ دی آئیگی تو اس اجرت مثل کو معترض نے جو زنا کی خُرچی و رانام اعظم کے ہاں حلال بتلایا ہے، یہ بہت ناگوار محض ہے۔ ہماری قیام ترین فقہ کی مفصل کتاب مبسوط شرحی ص ۱۱۰ مطبوعہ مصر ۱۳۲۲ھ میں ہے۔ ”اگر باندی خدمت کیلئے نوکر لکھی یا مانگ کر لی تو اس پر دونوں صورتوں میں حد آئیگی کیونکہ شہدوم ہے کہ خدمت میں نفع اٹھایا کا حق مقام خاص کے سختی تک کسی صورت میں نہیں پہنچتا۔“

الرض دونوں صورتوں میں زنا اور اس کی اجرت بالاتفاق حرام ہی ہے۔ زنا پر تو یہ بھی ہوگی سنگساری میں اختلاف ہے مگر حنفیہ کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کہ دونوں صورتوں میں حد لگی چنانچہ ہماری سب کتب؟

ولاحد بالزنى بالمستاجرة له
ای الزنا والحق وجوب الحد للمستاجر
للخدمة وفى الشرح ای کما هو
قولهما (فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۱۵۵)
حد بالاتفاق لگے گی۔ شرح شامی میں ہے کہ یہی صاحبین کا فتویٰ ہے۔ کہ در دلوں
صورتوں میں حد لگے گی،

ناہینا اور یک چشم کو تو دیکھنے والے پر طعن نہیں کرنا
مانگئے پر فرج دینا حلال ہے | چاہیے۔ شیعہ کے ہاں تو منہ باقاعدہ واجب العمل
کا رِثاب مذہب کا شمار مسک ہے۔ جب کہ ہمارے یہاں فرضی صورت ہے کہ اگر کوئی
ایسا گناہ کرے تو حدائے کی یا نہ۔ وجوب حد میں اختلاف ہو گیا۔ مگر فعل کے ناجائز
اور حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہ ہوا البتہ چونکہ اجرت فعل حرام کی ہو ہی نہیں سکتی تو
اجرت سے خارج ہوگی تو منہ اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ علاوہ
ازیں شیعہ کے یہاں عاریتہ باندی عورت جماع کے لیے کسی کو دے دینا درست
ہے۔ اپنی عزت عمداً کسی کو زنا کے لیے دینے سے بڑھ کر دیوثی کیا ہو سکتی ہے مگر
شیعہ کا امام حلال ہونے کا فتویٰ دیتا ہے۔

۱۔ امام باقرؑ سے پھر رادی نے پوچھا کہ آدمی اپنی باندی کی شرمگاہ اپنے بھائی
کے لیے حلال کر دے تو جائز ہے؟ فرمایا ہاں۔ جو مقام اس کے لیے حلال تھا بھائی
کے لیے بھی حلال ہوا۔

۲۔ امام جعفرؑ سے پوچھا گیا کہ کوئی عورت اپنے بیٹے کے لیے اپنی باندی سے
جماع کی اجازت دے دے؟ تو آپؑ نے فرمایا وہ اس کے لیے حلال ہے۔

۳۔ تیسری روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ آیا مالک باندی دوسرے کو
فرج کے سوا لذت اٹھانے کی اجازت دے مگر اس پر شہوت غالب آجائے اور
وہ اسے پھاڑ دے؟ فرمایا ایسا اسے نہ کرنا چاہیے۔ پوچھا گیا۔ کیا وہ زانی ہوگا؟

فرمایا: زانی نہ کہیں گے۔ خائن کہیں گے۔ وہ مالک کو اس کی قیمت کا دسواں حصہ
ناوان دے گا اگر کنواری ہو۔ ورنہ بیسواں حصہ دے گا۔ پونجھی روایت میں بیوی
کی باندی مرد کے لیے امام نے حلال بتائی اگر عورت وطی کی اجازت دے۔
(فردع کافی ج ۵ ص ۲۲۸ باب فرج کا ہر حلال ہے)

سوال ۹۸۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے مروان کو مدینہ بلا کر مخالفت
رسولؐ کی کیا آپ اس کی مذمت کرتے ہیں یا مدح؟

جواب۔ آپؐ نے حکم کو طائف کی طرف در بدر کیا تھا۔ مروان تو اس وقت
چھوٹا سا بچہ تھا پر درش کی وجہ سے باپ کے ساتھ رہا اس کی جلا وطنی کا صریح حکم
رسولؐ نہ تھا۔ جب باپ بڑھا فروت ہو گیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے اس سے شتر کے اندیشہ
نہ ہونے اور صلہ رحمی کی بنا پر واپس (تقریباً ۲۰-۲۵ سال بعد) بلا لیا۔ اور مروان
بھی ساتھ آگیا۔ وقت کے بدل جانے سے احکام بدل جاتے ہیں اس میں کیا
طعن کی بات ہے جو شیعہ حضرت عثمانؓ پر اپنی زبان گندی کرتے ہیں۔

سوال ۹۹۔ کتب سنہ سے ثابت ہے معاویہؓ نے خلیفہ راشد سے بناوٹ
کر کے جنگ کی۔ نیز سبط اکبر امام حسنؓ کو زہر دلوایا۔ (دیکھیے محرم نامہ خواجہ حسن نظامی)
اور حضرت علیؓ کو منبر پر گالیاں دلوائیں۔ وہ صحابی پاکباز کیوں ہے؟ عقلی دلیل سے
قابل کریں اور نقلی ثبوت دیں۔

جواب۔ مودودی صاحب کی خلافت دلوکیت کے جواب میں جو کتا میں لکھی
گئیں ان میں ایسے سب جھوٹے انتہامات کا جواب دیا جا چکا ہے۔ یہاں تفصیل کے
ضرورت نہیں۔ قارئین غادلانہ دفاع از مولانا سید نور الحسن بخاری، حضرت معاویہؓ اور
تاریخی حقائق از مولانا محمد تقی عثمانی ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت امام حسنؓ کو کسی نے زہر نہیں
دیا۔ رافض کا بہتان ہے۔ وہ چالیس دن بیمار رہ کر طبعی موت سے فوت ہوئے۔
(تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۳۲۶)

زہر کا افسانہ سب سے پہلے شیعہ مورخ مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ نے کہا جاتا

ہے۔ "ضعیف صبیحہ سے کیا اس سے پہلے کسی کو خواب بھی آیا بالفرض اگر کسی نے زہر دیا تو وہ شیعانِ کونہ تھے جنہوں نے مدائن میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا جب آپ نے خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ وہ حضرت حبیبؓ کو معاویہؓ کے خلاف بغاوت پر اکساتے تھے مگر اُن جناب ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کا حوالہ دیتے کہ جب وہ راضی ہیں تو میں کیسے بغاوت کروں۔ ان کی خلافت ورزی نہیں کر سکتا زہر کی بالفرض اصلیت ہو تو شیعانِ کونہ ہی سے قرین قیاس ہے۔ معاویہؓ پر تو حضرت حسنؓ کا بڑا احسان تھا وہ ایسی غلطی کیسے کر سکتے تھے۔

برسرِ منہ حضرت علیؓ کو گالیاں دینے کا الزام بھی محض جھوٹ سے تشبیہ کی بنائی ہوئی روایتیں ہیں۔ سیاسی اختلاف کی بنا پر کسی عامل نے یا کبھی خود آپؓ نے تنقید کی ہو تو یہ سب و شتم نہیں تھا۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ جب سے فرقہ شیعہ وجود میں آیا اس نے مسلسل۔ حضرت معاویہؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ بیعت رضوان سے مشرف حضرت مغیرہ بن شعبہؓ۔ عمرو بن العاصؓ۔ طلحہ و زبیر خصوصاً اور خلفائے ثلاثہؓ عموماً اور دیگر تمام صحابہ کرامؓ۔ قرابتدارانِ پیغمبرؓ بشمول حضرت عباسؓ۔ عقیل بن ابی طالبؓ وغیرہم کو برا بھلا کہنا۔ تبروں اور گالیوں سے نوازنا مستقبلِ مذہب بنا یا ہوا ہے اور رسائل کا کتا بچہ اسی کی تصویر ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے کبھی ایسی تحریک نہیں کی کہ اپنے سے سیاسی اختلاف رکھنے والوں کو گالیاں دیں یا کافر و منافق بنائیں۔ اب اگر حضرت معاویہؓ ان کے بقول سب و شتم کرتے تھے تو اس سنت میں ان کا قلع کون ہوا۔ شیعہ ہی ہوئے۔ تو دراصل شیعہ حضرت معاویہؓ یا خوارج کے شیعہ اور تالبار بنے حضرت علیؓ اور اہل بیت کرامؓ کے ہرگز نہ بنے۔

سوال ۷۱۔ واقعہ حرہ اور حضرت زین العابدینؓ حکم سے ہوا اور اس میں مدینہ اور اہل مدینہ کا کیا حال ہوا۔ ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیے۔

جواب۔ یہ حادثہ حضرت عبداللہ بن زہر کے دعویٰ خلافت اور آپؓ کے

حامیوں کے یزید کی بیعت توڑ دینے کے ردِ عمل میں پیش آیا جب حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی خبر حضرت عبداللہ بن زہر کو پہنچی تو انہوں نے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"لوگو! دنیا میں عراق کے آدمیوں سے برے کہیں کے آدمی نہیں ہیں اور عراقیوں میں سب سے بدتر کو فی لوگ ہیں کہ انہوں نے بار بار خطوط بھیج کر باصرہ امام حسینؓ کو بلایا اور ان کی خلافت کے لیے بیعت کی۔ جب ابن زبیر کو فہ میں آیا تو اسی کے گرد ہو گئے اور امام حسینؓ کو جو نماز گزار، روزہ دار، قرآن خوان ہر طرح سختی خلافت تھے قتل کر دیا اور ذرہ بھی خدا کا خوف نہ کیا۔"

(تاریخ اسلام نجیب آبادی ج ۲)

یہ کہہ کر عبداللہ بن زہر روپڑے لوگوں نے کہا آپ سے بڑھ کر کوئی مستحقِ خلافت نہیں۔ آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور آپ کو خلیفہ وقت مانتے ہیں۔ چنانچہ تمام اہل مکہ نے عبداللہ بن زہر کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ پھر آپؓ کے داعی مدینہ منورہ پہنچے وہاں بھی نوجوان طبقہ یزید کی بیعت توڑنے اور ابن زہر کی بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ مگر اکابر اور ذمہ دار لوگوں نے خضر سائبو ہاشم اور علویوں نے اس کی مخالفت کی اور یزید کی اطاعت پر رہنے کا مشورہ دیا۔

عبداللہ بن زہر، منذر بن زہر وغیرہ کی موجودگی میں ایک وفدِ شام کا درہ کر کے آیا۔ انہوں نے یزید کے لہو و لہب اور خلافِ شرع کاموں میں مصروف رہنے کا پردہ پکینڈہ کیا۔ عبداللہ بن مطیع ان لوگوں کے سرکردہ تھے۔ مگر علویوں میں سے حضرت محمد بن علی بن الحنفیہ ان کے مخالف یزید کے دناغ میں کہتے۔

"جو کچھ تم اس کی برائیاں بیان کرتے ہو میں نے نہیں دیکھیں۔ حالانکہ میں یزید کے پاس آیا گیا۔ اس کے ہاں قیام کیا۔ میں نے اسے نماز کا پابند نیکیوں کا مثلاً شہی اور سنت نبویؐ کا قلع پایا۔ فقہ اور دینی مسائل اس سے پوچھے جاتے

نقحے - (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲ بحوالہ عدالت صوابہ کرام ص ۳۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام اعزہ احباب اور متفقین کو جمع کر کے فرمایا:

”جس شخص کا میرے ساتھ تعلق ہے وہ سن لے کہ یزید کی مخالفت نہ کرے۔ میں حسنہ نے کیونکہ ہم نے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ جیسے اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر بیعت کرتے تھے۔ اور اس سے زیادہ غدر کوئی نہیں کرے۔ ہم اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اور آج توڑ دیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے قیامت کے دن غدار اور وعدہ خلافی کرنے والے کو اوندھا کر کے اس کے مقعد میں غداری کا جھنڈا لگا دیا جائے گا۔ (بخاری مصلح)

اس دوران منذر بن زبیر نے حضرت عبداللہ بن خطلمہؓ اور عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ تم کو چاہیے علی بن الحسینؓ (امام زین العابدینؓ) کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرو۔ چنانچہ یہ سب مل کر علی بن حسینؓ کے پاس گئے انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میرے باپ اور دادا دونوں نے خلافت کے حصول کی کوشش میں اپنی جانیں گنوائیں ہیں اب ہرگز ایسے خطرناک کام کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں اپنے آپ کو قتل کرنا پسند نہیں کر سکتا یہ کہہ کر وہ مدینہ سے باہر ایک موضع میں چلے گئے۔ مروان جو جمعہ دیگر بنو امیہ کے جوہر اور بھر تھے۔ اپنی حویلی میں قید تھا اس نے عبدالملک کے ہاتھ علی بن الحسینؓ کو کہلا بھیجا کہ آپ نے جو کچھ کیا۔ بہت ہی اچھا کیا۔ ہم اس قدر لہو کے اور خواہاں ہیں۔ ہمارے بعض قیمتی اموال اور اہل و عیال جن کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے آپ کے پاس بھجوائے دیتے ہیں آپ ان کی حفاظت کریں۔ علی بن حسینؓ نے اس کو منظور کر لیا اور مروان بن حکم نے رات کی تاریکی میں پوشیدہ طور پر اپنے اہل و عیال اور قیمتی اموال علی بن حسینؓ کے پاس اس کے گاؤں میں بھیج دیئے (حضرت علی بن الحسینؓ نے مدینہ کے حالات یزید کو لکھ بھیجے اور اپنی نسبت لکھا کہ میں آپ کا فادار ہوں اور بنو امیہ کی حمایت و حفاظت میں ممکن کوشش بجا لارہا ہوں۔ یزید

نے مدینہ کے حالات سے واقف ہو کر نعمان بن بشیرؓ الساری کو بلا کر کہا کہ تم مدینہ جا کر لوگوں کو سمجھاؤ کہ ان حرکات سے باز رہیں اور مدینہ میں کشت و خون کے امکانات پیدا نہ کریں۔ نیز عبداللہ بن خطلمہ کو بھی نصیحت کر دے کہ تم یزید کے پاس گئے اور وہاں سے انعام و اکرام حاصل کر کے خوش و خرم رخصت ہوئے۔ لیکن مدینہ اگر یزید کے مخالف بن گئے اور بیعت نسخ کر کے یزید پر کفر کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو برا بھلا بکھا کر کوئی مردانگی اور دانائی کا کام نہیں کیا۔ علی بن حسینؓ سے مل کر میری طرف سے پیغام پہنچاؤ کہ غمناکی و ناداری اور کارگزاری کی قدر کی جائے گی۔ بنو امیہ سے جو دال موجود ہیں کہو کہ تم سے اتنا بھی کام نہ ہوا کہ مدینہ میں فتنہ پیدا کرنے والے دو شخصوں کو قتل کر کے اس فتنہ کو دبا دیتے یہ باتیں سن کر نعمان بن بشیرؓ ساندلی پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلے انہوں نے ہر چند کوشش کی اور سب کو سمجھایا مگر کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ جموں وہ مدینہ سے دمشق واپس آ گئے اور تمام حالات یزید کو سنائے۔ یزید نے مطلع ہو کر مسلم بن عقبہ کو طلب کیا اور کہا کہ ایک ہزار چیدہ جنگ جو ہمراہ لے کر مدینہ پہنچو لوگوں کو اطاعت کی طرف بلاؤ اگر وہ اطاعت اختیار کر لیں تو بہتر ہے نہیں تو جنگ کر کے سب کو سیدھا کر دو۔

(مسلم نے بیماری کی مذررت کی مگر یزید نے اسے ہی اس جہم پر روا رکھا) یزید نے رخصت کرتے وقت مسلم کو نصیحت کی کہ جہاں تک ممکن ہو نرمی اور درگزر سے کام لے کر اہل مدینہ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرنا لیکن جب یہ یقین ہو جائے کہ نرمی اور نصیحت کام نہیں آسکتی تو پھر خیمہ کو اختیار کر لیں دیتا ہوں کہ کشت و خون اور قتل و غارت میں کمی نہ کرنا مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ علی بن الحسینؓ کو کوئی آزار نہ پہنچے کیونکہ وہ میرا فادار اور خیر خواہ ہے اور اس کا خطا میرے پاس آیا ہے جس میں بکھا ہے کہ مجھ کو اس شورش اور بغاوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی بلفظہ ج ۲ ص ۸۶)

جب مسلم بن عقبہ فوج لے کر مدینہ کے قریب پہنچا تو مدینہ والوں نے مشورہ کیا کہ

پہلے مقامی بنو امیہ کو ختم کر دینا چاہیے تاکہ یہ فوج سے بل کر اندرونی نقصان نہ پہنچیں۔
مگر عبداللہ بن خلفہ نے کہا ایسا کرنے سے تمام عراقی و شامی مدینہ پر یورش کر دینگے
بہتر یہ ہے کہ بنو امیہ سے یہ عہد و پیمان لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ نہ ہماری
مدد کریں نہ فوج کی۔ چنانچہ تمام بنو امیہ سے یہ اقرار لے کر رخصت کر دیا گیا۔ بجز
عبدالملک بن مروان کے۔ کہ اس کو مدینہ میں رہنے کی آزادی رہی۔ ان لوگوں کی
وادی القرئی میں مسلم بن عقبہ کے لشکر سے ملاقات ہوئی۔ مسلم نے ان سے
پوچھا کہ ہم کو مدینہ پر کس طرف سے حملہ کرنا چاہیئے۔ انہوں نے اپنے عہد و اقرار کا لحاظ
کر کے مسلم کو جواب دینے سے انکار کر دیا اور اپنے عہد و اقرار کا لحاظ کر کے مسلم
کو جواب نہ دیا۔ انہوں نے عبدالملک کے منتقلی بتایا کہ اس سے عہد و پیمان نہیں لیا
گیا۔ چنانچہ مسلم نے کسی کو مدینہ بھیج کر عبدالملک کو بلوا بھیجا۔ اس کے مشورے سے سن
کر حیران ہو گیا اور انہی پر عمل کیا۔ اس نے اہل مدینہ کو پیغام بھیجا کہ امیر المؤمنین زبید
تم کو شریف سمجھتے اور تمہاری خونریزی کو پسند نہیں کرتے ہیں بہتر یہی ہے کہ تم
اطاعت اختیار کرو ورنہ مجھ کو شمشیر نیام سے نکالنی پڑے گی۔ یہ پیغام بھیج کر
تین دن مسلم نے انتظار کیا۔ مگر اہل مدینہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ آخر مسلم نے حرہ کی
جانب سے مدینہ پر حملہ کیا۔ اہل مدینہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور لشکر شام
کا منہ پھیر دیا۔ لیکن مسلم بن عقبہ کی بہادری اور تجربہ کاری سے اہل مدینہ کو شکست
ہوئی۔

حرہ کے نقصانات عبداللہ بن خلفہ، فضیل بن عباس بن عبدالمطلب، محمد بن
نابت بن قیس، عبداللہ بن زبید بن عاصم، محمد بن عمرو بن
حزم النصارى، وھب بن عبداللہ بن زمعہ، زبیر بن عبدالرحمن بن عوف، عبداللہ
بن نوفل بن حارثہ بن عبدالمطلب بہت سے سرداران مدینہ (رضی اللہ عنہم) جنگ
میں کام آئے۔ فتح مند فوج مدینہ میں داخل ہوئی۔ مسلم بن عقبہ نے تین دن تک
قتل عام اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس لڑائی اور قتل عام میں ایک ہزار

کے قریب آدمی مارے گئے جن میں بنو سوسے زیادہ شرفاء رئیس و انصار شامل
تھے بعض نے کل تعداد ۳۶۵ لکھی ہے۔) چونکہ روزہ مسلم نے قتل عام کو موقوف
کر کے بیعت کا حکم دیا جس نے مسلم کے ہاتھ پر اگر بیعت کی وہ بچ گیا جس نے
بیعت سے انکار کیا وہ قتل ہوا۔ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ھ کو یہ حادثہ ہوا اسی روز محمد بن
عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب پیدا ہوا۔ یہی وہ محمد بن عبداللہ ہے جو محمد ابوالعباس
سفاح کے نام سے مشہور ہے اور عباسیوں کا پہلا خلیفہ ہے۔ (کلمہ تاریخ اسلام
اکبر شاہ نجیب آبادی ج ۲ ص ۱۵۸)

شہدائے حرہ اور ہم شیعہ دوست کے کہنے کے مطابق حرہ کے واقعہ کی تفصیل ایک
ہی عجز جانہ تاریخ سے ہم نے نقل کر دی۔ واقعہ کے نقصانات
کے اعتبار سے ہم بھی انانند و انالہیر راجعون پڑھتے اور اظہار تأسف کرتے ہیں
بواہل مدینہ شہادت سے شاد کام ہوئے ان پر دعائے ترحم کرتے ہیں جن فوجیوں نے
ناجائز اختیار استعمال کر کے ہمیت اور درندگی کا ثبوت دیا۔ احادیث صحیحہ کی روشنی
میں ان کو مورد لعن اور مستحق عذاب الیم جانتے ہیں۔ لیکن علل و اسباب آپ کے
سامنے ہیں۔ فرد جرم ایک طرف ہی لگا دینا انصاف کا تقاضہ نہیں آخر حضرت
زبیر العابدینؓ کی عجز جانہ باری بلکہ امکا کی حد تک حمایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ
جیسے اکابر کا رد عمل تقویٰ کا دوسرا رخ بھی پیش کرتے ہیں کہ جس سے بیعت
خلافت کر لی جائے۔ پھر بلا وجہ بناوت کیوں؟ شیعہ حضرات کو تو اس واقعہ میں فریق
مخالف کا پارٹ ادا نہ کرنا چاہیئے۔ خصوصاً ۱۴۰۰ سال بعد اپنی سیاسی چالوں کو
تقویت دینے کے لیے۔ کیونکہ ان کے امام چہارم۔ جن کی اتباع ان کے لیے فرض
عین مثل اطاعت رسولؐ کے ہے۔ نے جب یزید کی وفاداری اور خیر خواہی کی
توان کو بھی آج بھی نظر پر رکھنا چاہیئے۔

سادات کے مظالم ہم سنی چونکہ صاف باطن ہوتے ہیں اس لیے کسی کے برے
پہلو سے اعراض کرنا اور صرف قابل اتباع امور کی نشر و

اشاعت کو خدائے متعال دین جانتے ہیں۔ جو لوگ کسنی لفظہ نظر سے ہٹ کر سوچتے ہیں وہ پھر سادات و اہل بیت کو بھی جب تنقیدی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو تاریخ ان کو بھی بہت کچھ ناقابلِ سماع مواد مہیا کرتی ہے۔ اور حرم مدینہ۔ خانہ کعبہ اور شعائر اسلام کی عظمت کی دھجیاں ان کے ہاتھوں فضا میں بکھرتی نظر آتی ہیں۔ یہ کوئی القضا نہیں کہ حضرت معاویہؓ، یزیدؓ، حجاجؓ کو نو نشانہ طعن سمہ دقت بنا لیا جائے مگر قاتلان عثمانؓ کی مدینہ میں سفاکی، جل و صفین میں ان کی تباہ کاریاں۔ مختار بن عبیدہ کی سیہ کاریاں۔ علویوں کے خروج کے مظالم۔ خاندانِ نبویؐ اور فاطمینؑ مصر کی چیمہ دستیال یکسر معاف و فراموش کر دی جائیں۔ ہم مجبوراً یہاں چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

۱۔ محمد بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم اور علی بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم دونوں بھائیوں نے مل کر ۲۷۱ھ میں المعتد عباسی کے زمانہ میں خروج کیا یہ دونوں بھائی شیطنت خیزانے جانی اور ظلم و جور کے مجھے تھے چند روزان کا مدینہ منورہ پر قبضہ رہا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

”مدینہ کے باشندوں کی بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا۔ ان کا مال و اسباب چھین لیا۔ پورے چار ہفتے مسجد نبویؐ میں نماز نہ ہو سکی۔ مدینہ کے علاوہ مکہ میں بھی یہی فتنہ برپا کیا۔ مسجد حرام کے دروازے پر لوگوں کو قتل کیا۔ (البدایہ ج ۱۱ ص ۲۹) علامہ ابن خزم نے جہزۃ الانساب ص ۵ پر یہی کچھ لکھا ہے۔

نتیجہ کا محاذ طبری مؤرخ بھی ایک علوی شاعر کے قطعہ میں یہ الفاظ کشا ہے۔ ان لوگوں کا براہو جنہوں نے مدینہ اور مسجد نبویؐ کو برباد کیا اور ایک ملعون ظلم ڈھانے والے کے ظلم کے سامنے دانتہ جڑہ اور کعبہ کی بے حرمتی کی فرضی داستانیں گر دیں (طبری ج ۱۱ ص ۳۲۹۔ بحوالہ عزت رسول ص ۱۷۷ از سید فاضل عالم مدنی)۔

۲۔ علی و محمد جو حسین الافطس بن حسن بن زین العابدین کے بیٹے تھے اور محمد بن جعفر بن محمد باقر بن زین العابدین نے مل کر ۹۹ھ میں مکہ میں مامون رشید کے زمانہ

میں خروج کیا۔ بن الافطس کو اکثر مؤرخین نے احد المفسدین فی الارض کہا ہے۔ (جمہرۃ الانساب ص ۱۷)

مکہ معظمہ کی تاریخ میں انہیں بدترین سیر قتل والا کہا گیا ہے۔ حسین الافطس نے کعبہ سے غلاف اتار لیا اور اس کے بجائے ابوالسر یا کا بھیجا ہوا غلاف چڑھایا۔ لوگوں کے مال بکھر دیا۔ چھیننے لگا اکثر لوگ بخوف جان و مال مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے اس کے ہمراہیوں نے حرم شریف کی جالیوں کو توڑ دیا۔ خود الافطس نے کعبہ شریف کے ستونوں پر چڑھ کر ابوالسر یا کو تار لیا۔ کعبہ کا تمام خزانہ لوٹ کر ہراہیوں میں تقسیم کر دیا۔

مشہور شیعہ مؤلف عمدة السالین میں لکھتا ہے کہ اس نے کعبہ کا مال لوٹ لیا۔ جب اسے ابوالسر یا کے مرنے کی اطلاع ملی تو بہت گھبراہٹ۔ جناب جعفر صادقؑ کے بیٹے محمد کے پاس آیا جو ایک نیک سیرت عالم فاضل تھے کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں پہلے تو انہوں نے انکار کیا آخر اپنے بیٹے علی کے کہنے پر اس پر بیعت پر آمادہ ہو گیا۔ اب لوگ انہیں امیر المؤمنین کہنے لگے۔ علی بن محمد اور حسین الافطس نے محمد کی آڑ میں ہاتھ پاؤں نکالتے شروع ہو گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جہاں کسی خوبصورت عورت پر نظر پڑی اٹھا کر لے گئے۔ مکہ کے قاضی کے لڑکے کو منہ کالا کرنے کے لیے پکڑ کر لے گئے۔ آخر تنگ آکر مکہ کے لوگوں نے ایک جلسہ کیا اور منتفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ محمد بن جعفر کے مکان سے لڑکا رہا کیا جائے۔ تاریخ کامل

ابن اثیر کے حوالے سے ابن خلدون لکھتا ہے کہ قاضی کا نام محمد اور اس کے لڑکے کا نام اسحاق تھا جو براہو بصورت تھا۔ اسے دیکھتے ہی ان شیطانوں کی رال ٹپک پڑی۔ ۳۔ ابراہیم الجزاری بن موسیٰ کاظم نے ۹۹ھ میں مامون کے خلاف خروج کیا۔

یہ ابراہیم بھی ابوالسر یا کی جانب سے مین کا عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اہل مین کو کثرت سے قتل کرنے اور ان کے اموال لوٹنے کی وجہ سے قصاب کے نام سے مشہور ہوا۔ (البدایہ ج ۱۰ ص ۲۹۶)

۴۔ محمد بن جعفر بن علی نقی۔ شیعوں کے دسویں امام کے اس پوتے نے ۳۰۰ھ میں دمشق میں المعتضد کے خلاف خرمہ درج کیا۔ محمد کے والد جعفر کو شیعہ جعفر کذاب کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بھائی حسن عسکری کے لادلفوت ہونے کا بھانڈا بھڑکرا کر ان کے بارہویں امام کی پیدائش کے جھوٹ کا راز طشت از بام کرنے کا موجب بنا۔ حسن عسکری کی کئی کینز بن گئیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ صفیق نامی کینز کے بطن سے ہمدی موعود پیدا ہو کر غائب ہو گئے۔ ملا باقر علی مجلسی کینز کا نام نرجس لکھتا ہے۔ ابھی تک یہ لوگ اپنے بارہویں امام کی ماں کے نام کا نسبہ نہیں کر سکے۔ جعفر کذاب نے حسن عسکری کے لادلفوت ہونے پر اس کے ترکہ کا دعویٰ کیا تھا۔ ترکہ تو لیا گیا مگر درعزت رسول کے مجاہدین نے اسے کذاب بنا کر رکھ دیا۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ (عزت رسول ص)

۵۔ اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن حسن ثنی اس ذات شریف نے ۲۵۰ھ میں مکہ معظمہ میں المستنیر باللہ کے زمانے میں بغاوت کی۔ حضرت اپنے پیشرؤں میں سب کے چچا نکلیے۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں ہزار گورزوں اور حکومت کے تمام کارندوں کے مکانات لوٹنے پر اکتفا کی بلکہ کوبہ کے دفعی خزانہ میں جو سونا چاندی تھا وہ بھی لوٹ لیا۔ کعبہ کا غلاف تنگ اتار لیا۔ (البدایہ ج ۱ ص ۹ طبری ج ۱ ص ۱۳۶)

۱۱۔ اہالیان مکہ سے دو ہزار انشرفیاں جبراً وصول کیں۔ پھر مدینہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ جدہ میں تاجروں کا مال لوٹ لیا۔ حج کا موسم تھا ایک ہزار حاجیوں کو قتل کیا۔ اللہ کی مخلوق الامان الامان پکارا اٹھی۔ پانی کی صراحی کی قیمت ۳ درہم تک پہنچ گئی۔ ضروریات زندگی کا ملنا محال ہو گیا۔ چنانچہ عمدة المطالب کا شیعہ مولف لکھتا ہے۔ واعترض الحجاج ققتل منهم کثیرا و فہم ۲۔ ان مفسدین کے خوف و ہراس سے لوگوں نے مسجد نبوی میں نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں۔ اس نے مدینہ کا محاصرہ

کیا۔ لوگ بھوک پیاس سے مرنے لگے۔ مسجد بڑی میں کوئی ایک شخص بھی نماز نہ پڑھ سکا۔ بچا سر دن تک اسماعیل کہ مدینہ اور جدہ میں بلائے ناکہانی بنارہا لشکر خلا پہنچنے پر لوگوں کو امن کا سانس لیا۔ انصیب ہوا اور اسماعیل چپک چپ کی وبا سے ہلاک ہوا۔ رجوالہ حقیقت مذہب شیعہ ص ۲۸۴

بہر حال سادات کے کائنات پر مظالم کی دل نراش و جاں سوز داستان طویل ہے۔ صرف ان پانچ مثالوں پر اکتفا کر کے شیعہ دوستوں سے عرض گزار ہوں کہ وہ منفی پروپیگنڈہ ختم کر کے نیکی اور تقویٰ کی تلقین کریں۔ یا پھر "عزت رسول" کے ننگ و شرم ان بزدلوں کے کارناموں سے بھی دنیا کو آگاہ کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو قرآن و سنت اور صحابہ و اہل بیت کی متفقہ محبت اور اتباع کا بل نصیب فرمائے۔ آمین۔ وصلی اللہ علی محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وجمع امتہ اجمعین۔

نوٹ۔ یہاں تک شیعہ مؤلف کے کتابچہ اور مایہ ناز "سنیہ سے سو سوال" کا جواب مکمل ہو چکا اس نے ایک دوسری کتاب "ہزار تہمای دس ہماری" کے آخر میں ۱۰ سوال اہلسنت سے کیے اور شیعہ دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا ہے ہم نے مناسب سمجھا کہ ان تہموں اس دس ہزاری تیس راخاں کا بھی صفایا کر کے اسی قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔ گو ہم کو انعام کا لالچ نہیں تاہم مشتاق صاحب میں اگر حریت اور صداقت کا ذرہ بھر ہے تو وہ ان کے جواب میں کبھی یہ بھی ماننے کے بجائے تین حج صاحبان یا دوسنی دو شیعہ ایک غیر جانبدار عالم کے سامنے یہ سوالات مع جواب پیش کریں وہ کلی یا جزوی طور پر اگر ان کے صحیح اور قابل اطمینان ہونے کا فیصلہ کریں تو وہ ہمیں منظور ہوگا اور مشتاق صاحب کے ذمے انعام کی ادائیگی اخلاقی فرض ہوگا۔

ع۔ گریبول افتد زہے عز و شرف۔

محتاج دعا۔ مہر محمد میاں لاری

ضمیمہ

دس ہزار روپیہ انعام کے دل سوال

ماخوذ از ہزار تمہاری دس ہماری ۶۵۲ تا ۶۵۵

مولفہ عبدالحکیم مشتاق

جو کوئی غیر شیعہ مسلمان بھائی ان سوالات کا تسلی بخش جواب دے گا اس کی خدمت میں مبلغ دس ہزار روپیہ صرف بطور انعام پیش کیا جائے گا۔ مجیب کے لیے ہماری یہ پیشکش غیر مشروط ہوگی۔ مگر جوابات بظاہر سوالات ہونے چاہئیں اور غیر منسلک یا خارج الموضوع مباحث سے اجتناب کیا جائے۔ فطنی استدلالات اور نامکمل جوابات ناقابل قبول ہوں گے۔

سوال ۱۔ آپ حضرات خود کو ”سنّی“ یا اہل السنّت والجماعت کہلاتے ہیں۔ براہ مہربانی کتب صحاح ستہ میں کوئی ایسی روایت دکھلائیے جس میں حضرات ثلاثہ (ابوبکر، عمر، عثمان) میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ میں سنّی ہوں یا میرا مذہب اہل السنّت والجماعت ہے۔ حوالہ مکمل دیجیے اور پیش کردہ روایت کی توثیق بھی تحریر فرمائیے۔

جواب۔ اشتہار انعام دیکھنے سے تو اندازہ تھا کہ سوالات کوئی وزنی معقول ہوں گے۔ مگر یہ بھی ڈھول کا پول ہیں۔ لفظوں کا ہیر پھیر بنا کر حقیقت نہ ماننے کی سعی کی گئی ہے۔ جواب اگر سوال کے مطابق درکار ہے تو سوال میں بھی کوئی معقولیت اور حقیقت پسندی چاہیے۔ یہ وہی پہلا سوال ہے جس کا مفصل جواب ملاحظہ پر گزر چکا ہے۔ یہاں وضاحت یہ ہے کہ ایک بے کسی صفت والا ہونا مثلاً غلام حاجی ہے، حافظ ہے، سخی ہے، متقی ہے، بہادر ہے وغیرہ ایک ہے بار بار ان اوصاف کا اظہار کرنا اور دوسروں سے کہلوانا منوانا۔ پہلے مفہوم کے اعتبار سے حضرات خلفائ ثلاثہ سنّی اور اہل سنّت والجماعت

تھے کہ اتباع سنّت نبوی کا وصف ان میں کما حقہ پایا جاتا تھا اور وہ سنّت نبوی کے پیروکار تھے۔ سب ایک ہی باعت تھے۔ دوسرے مفہوم کے اعتبار سے وہ ان الفاظ کا بار بار نہ اظہار کرتے تھے نہ دوسروں سے کہلواتے منواتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی ریاکاری اور خود ستائی ہوتی۔ البتہ ان کے اظہار کی تنب ضرورت پیش آتی کہ کوئی ان کے تتبع سنّت ہونے کا منکر نہ بنے۔ یا سنّت رسول کے مخالف مذہب نکال کر شیعہ یا خارجی کہلاتا ہے وہ فتنی یا اہل السنّت والجماعت کہلاتا ہے۔ یا شخص مذہبی جھلاتے جیسے کوئی لاہور کا باشندہ لاہوری ہے کہ لاہوری نہیں کہلاتا۔ حالانکہ وہ لاہوری ہی ہے۔ مگر جب انسان کفر، وغیرہ میں ہر تو لاہوری کہلاتا ہے کہ شخص کی ضرورت ہے۔ مفہوم اول کے اعتبار سے کہ خلفاء واقعی اہل سنّت والجماعت اور سنّت نبوی کے پیروکار سنّی تھے سینکڑوں میں سے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب تقسیم میراث کا مطالبہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

”ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔“ پھر فرمایا۔ ”اس مال میں سے آل محمد کھاتے تھے اب بھی کھائیں گے۔ خدا کی قسم میں اس سنّت اور طریقہ کو نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ مگر میں وہی کروں گا۔ (بخاری ص ۹۹۶ و ۹۹۷)

زکوٰۃ کے مسئلہ میں فرمایا تھا اللہ کی قسم اگر یہ مجھے اونٹ کی سی بھی زکوٰۃ میں نہ دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور جنگ کروں گا۔ (بخاری ص ۱۸۹) مسائل کا تصفیہ کرتے وقت دستور یہ تھا کہ سب سے پہلے قرآن شریف سے دلیل لائے۔ اگر اس میں نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کی سنّت اور حدیث لیتے۔ اگر نہ ہوتی تو قرآن و سنّت کی روشنی میں اجتہاد سے کام لیتے۔ (اعلام الموقعین) تمام صحابہ کی جماعت آپ کی مکمل فرمانبرداری اور اشارہ برداری کی منتظر

ہوتی تھی۔ اس سے بڑھ کر آپ کے اہل سنت و جماعت ہونے کا کیا ثبوت ہوگا۔
۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کثر متبع رسول سنی تھے۔ جب قاتلانہ حملہ سے زخمی ہوئے پوچھا گیا کیا آپ خلیفہ بنائیں گے تو فرمایا اگر بناؤں تو مجھ سے بہتہ حضرت صدیقؓ نے بنایا تھا۔ اور اگر نہ بناؤں تو مجھ سے بہتر ہستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے پتہ چل گیا کہ سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے کسی کو نامزد نہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ ایک مرتبہ طواف کرتے وقت حجر اسود کو خطاب کر کے فرمایا "اللہ کی قسم! مجھے پتہ ہے کہ تو پتھر ہے نفع نقصان نہیں دے سکتا۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو نہ چومتا۔ پھر فرمایا ہمیں ریل سے کیا واسطہ؟ عہد نبویؐ میں مشرکین کو دکھانے کے لیے کرتے تھے۔ حالانکہ اب کفار کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔ پھر فرمایا یہ ایسی چیز ہے کہ اسے رسول اللہ نے کیا تھا تو ہم اتباع سنت میں اس کا چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۱)

۴۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ سن کر افسروں کو لکھنے، قرآن کے بعد سنت کو ضرور پکڑنا اس کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ (ابوداؤد) جس منافق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ سنت نہ مانا تھا اور حضرت عمرؓ سے اپیل کی تھی آپ نے اس کا سراٹھ کر فرمایا کہ جو رسول کا فیصلہ نہ مانے عمرؓ کا فیصلہ اس کے حق میں یہی ہے پھر حضرت عمرؓ کی تائید اور منافقوں کی مذمت میں سورۃ نساء کی آیات نازل ہوئیں اس سے بڑھ کر حب رسولؐ اور اتباع سنت کیا ہوگی؟ رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں میل پہ بادشاہ کا نیتے تھے اور چاروں طرف مجاہدین کے جاعنبر، آپ کے اشاروں پر دنیا فتح کر رہی تھیں۔ اس سے بڑھ کر اہل سنت والجماعت کون ہوگا؟ حضرت ابو موسیٰؓ قتلے میں مجھے حضرت عمرؓ نے بھیجا ہے تاکہ تم کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عثمانؓ کے ہمراہ عرفہ سے لوٹے تو حضرت عثمانؓ نے مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نماز الگ الگ اذان و اقامت

کے ساتھ اکٹھی پڑھی پھر سو گئے۔ پھر صبح ہونے کا اعلان ہوا تو صبح پڑھی پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں نمازیں (مغرب و عشاء) مزدلفہ میں (حاجیوں کے لیے) اپنے وقت سے لیٹ پڑھی جاتی ہیں۔ کیونکہ لوگ یہاں اندھیرے میں پہنچتے ہیں۔ فجر کا تو یہی ایسا وقت ہے۔ پھر وقوف کیا جب خوب روشنی ہو گئی تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا امیر المؤمنین اگر سنت نبویؐ پائیں تو (منیٰ کو) چل پڑیں گے۔ پھر ابن مسعودؓ وقوف سے فارغ نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت عثمانؓ (منیٰ کو سنت نبویؐ کے مطابق) چل پڑے۔ (ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۲۳) بخاری ج ۱ ص ۲۲۸

ایک دفعہ مدینہ میں سورج گرہن ہوا۔ حضرت ابن مسعودؓ بھی مدینہ میں تھے فرماتے ہیں۔ عثمانؓ نکلے لوگوں کو دو رکعت نماز سکوف۔ دو رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھاٹی۔ پھر گھر پہنچ کر فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سورج اور چاند کے گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے پس جب تم بھی ان کو ایسا دیکھو تو نماز کی طرف دوڑ کر جاؤ۔ (واہما احمد ریاض النضرہ ج ۱ ص ۱۲۸) یہ واقعات آپؐ کے سنی المذہب ہونے پر دلیل صریح ہیں۔

حضرت علیؓ نے ایک عورت کی سنگساری کا حکم دیا تو فرمایا کہ اللہ کی کتاب اور نبیؐ کی سنت کے مطابق اسے سنگسار کرو۔ (حلیۃ الاولیاء)

خلفاء ثلاثہؓ کے سنی ہونے پر حضرت علیؓ کی شہادت

تحریر میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

لله بلاد فلان فقد قوم الادود
ودادی العمد و اقام السنۃ و
خلف الفتنة ذهب لقي الثوب
قليل العيب اصاب خيرها و
خدا فلان (عمر بن الخطابؓ) کے شہر و
کو آباد رکھے کہ کجی کو درست کیا اگر آپؐ
کو سیدھی راہ چلایا، بیماری کا علاج کیا
کہ مملکت اسلام کے باشندوں کو دین کا

سبق شرھا ادى الى الله طاعته فرمانبردار بنایا۔ سنت کو برپا کیا کہ پیغمبر کے احکام کو جاری فرمایا۔ تنہا ہی کو پس پشت

والفقاہ بحقہ۔ (نہج البلاغۃ مع شرح نقوی دینص) ڈالا کہ اس کے زمانے میں کوئی فتنہ نہ ہوا (الاسلام ج ۲ ص ۱۷۱)

ہوا۔ خلافت کی نیکی پالی اور شر سے بچ گیا کہ ان کی خلافت منظم تھی اس میں کسی قسم کا خلل نہ آیا۔ خدا کی نافرمانی سے بچ کر اللہ کی پرہیزگاری کا حق ادا کیا الخ

حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے ہوئے یہ شرطیں منوالیں اور تاحیات پابند کیے رکھا۔

حسن بن علیؓ نے معاویہ بن ابوسفیانؓ کے ساتھ موافقت کر لی ہے کہ اس کے ساتھ ترض نہ کرے گا۔ بشرطیکہ وہ لوگوں کے درمیان کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ ادا اور خلفاء راشدینؓ کے طریقے کے مطابق حکومت کرے۔ الخ

(جلال الجون ص ۲۵، منہی الامال للباس قمی ص ۲۳)

خلفاء راشدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت حسنؓ تک چار ہی ہوئے تھے۔ ان کی سیر و سنت میں سنت نبویؐ اور کتاب اللہ کے موافق تھی۔ تبھی تو ریحانہ رسولؐ نے تین باتوں کا معاذکر فرمایا۔ اس سے بڑھ کر ان کا سنی اور اہل سنت والجماعت ہونا کیا چاہیے۔ یہی کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی سب امت کو تعلیم تلقین کر کے رخصت ہوئے۔ چنانچہ حضرت عرابض بن ساریہؓ سے روایت ہے۔

لوگو! میری سنت کو کپڑو اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو کچھڑ و مضبوطی سے تھامو، دانتوں میں دباؤ نہی رہیں نکالنے سے بچو کیونکہ ہر ایسی نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹ کتاب السنۃ)

مزہ اسی میں ہے کہ خود خلفاء اپنے منہ میاں مٹھوین کر سنی اور اہل سنت پر نہ کا پرچار نہ کریں بلکہ حضرت رسولؐ خدا۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ جیسے برگزیدہ حضرات ان کے سنی و اہل سنت ہونے کا اعلان کریں اور تمام مسلمانوں کو ان کی سنت کی

پیروی کا حکم دے کر مذہبِ اہل سنت والجماعت کی حقانیت اور اس کے اپنانے کا اعلان کریں۔ پہلی دو شہادتیں شیعہ کتب کی ہیں۔ توثیق کی حاجت نہیں۔ ابوداؤد کے فرمان نبویؐ کی توثیق تقریب التہذیب سے ملاحظہ ہو۔ اس میں حضرت عرابض بن ساریہؓ تک چھ راوی ہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ صاحب مسند مشہور ثقہ فاضل اجل امام ہیں۔

۲۔ ولید بن مسلم بن شہابؒ عبیری بصری ثقہ ہیں۔ طبقہ خامسہ سکے۔ ثور بن یزیدؒ دہلی مدنی ثقہ ہیں چھٹے طبقہ کے۔ ۳۵ھ میں وفات پائی۔ ۴۔ خالد بن معدانؒ کلاعی حمصی ثقہ عابد کثیر الارسال۔ طبقہ ثالثہ کے ہیں ۳۵ھ میں وفات پائی۔ ۵۔

عبدالرحمن بن عمر والسلمی الشامی مقبول ہیں۔ طبقہ ثالثہ کے ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ ۶۔ حجر بن حجر الکلاعی حمصی مقبول اور تیسرے طبقہ کے ہیں۔ (کلا از تقریب

التہذیب لابن حجر) اس تفصیل میں ہر شوق کا جواب مکمل ہو گیا۔ اگر اس معقول تحقیقی جواب کو آپ اپنے لایینی سوال کے مطابق نہیں پاتے تو پھر انٹ کا جواب پتھر یہ ہے کہ آپ خود کو شیعہ امامی اور اثنا عشری کہلاتے ہیں اپنی صحاح اربعہ سے باقاعدہ توثیق رجال کے ساتھ کسی امام معصوم کا یہ فرمان دکھلائیں کہ میں شیعہ امامی اثنا عشری ہوں یا تم لوگ امامی اثنا عشری بن جاؤ یا شیعہ کلمہ خاص علی دلی اللہ وصی رسول اللہ خلیفہ بلا فصل پڑھا کرو۔ میرے خیال میں آپ ایسا ہرگز نہیں دکھلا سکتے۔

جبکہ ہم کو رسولؐ خدا نے۔ اپنی سنت، خلفاء راشدین کی سنت اپنانے اور مانا علیہ و اصحابی فرمانہ سنی اور اہل سنت والجماعت بننے کا حکم دیا ہے اور قرآن نے سنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بلفظ سکھایا ہے۔ خلفاء ثلاثہ یقیناً اہل سنت والجماعت تھے تبھی تو شیعہ ان سے اور ان کے پیروکاروں سے شدید دشمنی رکھتے ہیں۔

سوال ۲۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ افعال قبائح

پر قدرت و تمکین بندے کو بخشنا اسی (خدا) کا کام ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

جب ہم اس جملے کا تجزیہ کرتے ہیں تو نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اہل سنت صدور برائیوں کا باری تعالیٰ سے تجزیہ کرتے ہیں۔ اس تجزیہ سے ذات خداوندی کی بے لوثی ظاہر ہوتی ہے۔ عقلاً جواب دیجئے کہ یہ عقیدہ کیونکہ معقول ہے؟

جواب۔ لفظی تغیر کے ساتھ یہ وہی سوال ۱۵ ہے جس کا جواب مفصل نمبر ۱ پر دے دیا گیا ہے۔ پھر ضرور ملاحظہ کریں یہاں اتنا کافی ہے کہ جب ہم خود ہمارے ظاہری اور باطنی اعضاء اللہ کی مخلوق ہیں تو ہماری مشیت اور ارادہ بھی اسی کے قبضے میں ہے اور تم نہیں چاہتے کہ جب اللہ رب العالمین چاہتا ہے (دور تکوین پر) شریعت قدرت دینا بھی اللہ کے قبضے میں ہے وہ نہ چاہے تو کسی کے ہاتھ سے پتہ نہیں چل سکتا اسے منظور و مفذ ہو تو بے گناہ آدمی قتل ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی گناہ کرنے والا اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو جاتا ہے حالانکہ بندے کا کام خدا و طاقت سے وسائل اختیار کرنا تھا۔ وسائل سے کام بنا دینا خدا کا کام ہے۔ نیز شاہ صاحب کے کلام سے یہ تجزیہ نکالنا غلط ہے۔ قدرت دینے اور استعداد پیدا کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ خود خدا نے برا کام کیا ہے۔ اس سائنسی دور میں مشین استعمال کرنے والے سے جو نقصان ہو جاتا ہے اس کا ترکیب یا ذمہ دار مشین بنانے والے کو جانتا کتنا بوردہ خیال ہے۔ بجلی موجود ہو کوئی شخص غلط استعمال سے کرنٹ کا شکار ہو جائے یا واپڈا والوں کے سامنے عموماً نقصان کر بیٹھے تو کیا بجلی دینے کی وجہ سے واپڈا والے مجرم ہوں گے؟ مال و دولت۔ قوت و طاقت۔ جرأت و شجاعت غرضیکہ ایسے تمام امور جو افعال قیومہ کے صادر ہونے کا مبداء و ذریعہ ہیں کیا یہ سب سب برے ہوں گے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں؟ حالانکہ یہ ایسے امور ہیں جن سے فوائد کے علاوہ گناہ بھی بکثرت کیے جاتے ہیں۔ اگر ہی تیس ہے تو پھر خدا سے پوچھیے کہ اس نے انسان کو چشم بنا، گوش شنوا، زبان گو یا، بیہ طولی اور دل دانا کیوں دیا ہے کیونکہ انہی سے برائیوں کا صدور دراصل خدا تعالیٰ سے برائیوں کا صدور ہے۔ (العیاذ باللہ)

حیرت ہے کہ سائل جواب تو مطابق سوال مانگتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ظنی استدلال اور نامکمل جوابات ناقابل قبول ہوں گے۔ مگر خود اتنا بھی پتہ نہیں کہ زیر بحث عبارت کا تجزیہ ظنی ہی نہیں بالکل غلط اور لغو ہے۔

سوال ۳۔ رنگیلار رسول نامی ایک کتاب نشان رسالت باب کی گستاخی میں لکھی گئی اس میں تمام روایات کذب مقبرہ منیہ سے نقل کی گئی ہیں کیا کوئی سنی المذہب یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ گستاخ رسول مصنف نے کوئی ایک ہی بات کسی شیعہ کتاب سے نقل کی ہو اگر جواب بن پڑے تو مکمل حوالہ درکار ہے۔

جواب۔ اس کا جواب بھی کتاب ہذا کے شروع میں دیا جا چکا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی وغیرہ غیر مسلم جو مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ اپنی بد فہمی اور بغض و عناد کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ورنہ قرآن کی آیات اور صحاح سنہ کی احادیث ان کے باطل خیالات کی تائید بالکل نہیں کرتیں اہل اسلام کا ہر کذب و کفر ان کے خیالات۔ ہنانات اور طاعن کار و کتاب ہے۔ اور قرآن کریم سیرت نبوی شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وکیل صفائی بن جاتا ہے صرف شیعہ کا فرقہ ایسا ہے کہ وہ تمام غیر مسلموں کے طاعن کی تائید کر کے ان کی ہاں میں ہاں ملاتا جاتا ہے بجز اس کے کہ وہ اعتراض خاص شیعہ فرقہ یا ان کے اماموں سے متعلق ہو شیعہ مؤلف و سائل اسی نظریہ راہل اسلام اور ان کے لٹریچر سے بغض کے تحت ”رنگیلار رسول“ جیسے فحش دلائل از ضبط شدہ ۴ صفحوں کے کتابچہ کو مدلل و مستند بنا رہا ہے اس میں تو قرآن کی آیات بھی نہیں۔ پھر لوں اعتراض بھی بنا نا چاہیے تھا کہ کیا کوئی سنی المذہب یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اس میں امام غار والے شیعہ قرآن کی کوئی آیت بھی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب اپنے اماموں اور لٹریچر سمیت فقیہ اور کتھان میں آ رہا ہے۔ اس کا کام جلسیں پڑھنا، منہ کرنا اور مصلی پر بیٹھ کر ازواج و اصحاب رسول پر لعنتیں اور تبرے پڑھنا ہے۔ وہ جب کھل کر مسلمانوں کا منہ نہ ہی نہیں بنانا کسی کا ہر کو منہ دکھایا۔ نہ ان کا مذہبی سربراہ کفار کے ہاتھوں

تک پہنچا تو وہ کیسے ان کو منہ لگانے یا اسلام کا نمائندہ جان کر ان کی کتب سے ان کے خلاف مواد استعمال کرتے یہی بات تو مذہب شیعہ کے باطل، اہل اسلام کے غیر نمائندہ اور کفار کے مطالب و خیالات کے مؤید ہونے کی نمایاں دلیل ہے۔ کاش کہ سمجھنے والا دل اور دیکھنے والی آنکھ کسی کو بل جاتی تو شیعہ کا قصہ صاف ہو جاتا۔ ”زنجیل رسول“ نایاب ہے۔ یہیں میسر نہیں۔ اگر سائل کی دسترس میں ہے تو ہم اسے خدا کا واسطہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام روایات کا سراغ کتب شیعہ سے بھی لگائے۔ یا اپنے علماء سے ان کی ٹیٹال کرے یا نشانہ ہی کرے ہم سے کتب شیعہ سے ثبوت مانگے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ بیشتر روایات شیعہ کی کتب اربعہ، تفسیر اور تاریخ و سیرت سے مل جائیں گی اور شیعہ کو نشر منہ ہو کر یہ سننا پڑے گا۔ ”اس گنا ہیست کہ در شہر شمانیز کنند“

سوال ۴ خلافت ثلاثہ کی تائید میں اکثر آپ کی طرف سے قرآن مجید کی آیت اختلاف سے استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ کیا صحاح ستہ میں کوئی ایک بھی ایسی روایت ملتی ہے جو مرفوع و متواتر ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ ہوں جس میں اصحاب ثلاثہ میں سے کسی ایک نے دعویٰ کیا ہو کہ آیت اختلاف ہماری خلافت کی دلیل ہے اگر کوئی ایسی روایت ہے تو اس شرط کے ساتھ مکمل نشانہ ہی کر ایسے کہ سلسلہ رواۃ میں ثلاثہ میں سے کوئی ایک صاحب ضرور موجود ہوں۔

جواب۔ یہ بالکل بنے نکا اور کٹ جتنی کا مظہر جا بلانہ سوال ہے کہ خلفاء کا قول اور دعویٰ مانگتا ہے۔ پھر اسے روایت مرفوع سے تعبیر کرتا ہے۔ حالانکہ روایت مرفوع فرمان رسول کو کہتے ہیں۔ پہلے تحقیقی جواب یہ ہے کہ آیت اختلاف وغیرہ میں مہاجرین و مظلوم صحابہؓ سے نام کی صراحت کے بغیر ہم وعدہ خلافت اور پیشینگوئی کی گئی ہے۔ وعدہ یا پیشینگوئی کے مکمل ہو چکنے کے بعد ہی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد فلاں فلاں تھا اور یہ ان کی دلیل ہے۔ جیسے خیمہ کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ کل میں ایک شخص کو جھنڈا دوزگا وہ خدا

رسول سے اور خدا کے دل اس سے محبت کریں گے۔ اس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ اب دوسرے دن ہر شخص اس سعادت کا متمنی اور امیدوار تھا۔ حضرت علیؓ بھی یہ دعویٰ نہ کرتے تھے کہ اس کا مصداق میں ہوں۔ مگر جب آپ کو جھنڈا ملا اور فتح حاصل ہو گئی۔ تب پیشینگوئی مکمل ہوئی کہ اس سراد حضرت علیؓ تھے اور یہ ان کی بزرگی کی دلیل ہے۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر آپ نے پیشینگوئی فرمائی کہ میں قیصر و کسریٰ کے حملات دیکھوں۔ میرے ہاتھ یعنی میری امت کے ہاتھ پر وہ فتح ہوں گے۔ فتح سے پہلے کوئی دعویٰ نہ کر سکتا تھا کہ اس خوش بختی کا مصداق وہ ہے لیکن حضرت عمرؓ کے دور مبارک میں یہ پیشینگوئی پوری ہو گئی۔ تب پتہ چلا کہ اس کا مصداق حضرت عمرؓ اور آپ کا لشکر مؤمنین ہے۔ اور وہ پیشینگوئی آپؐ کی تفصیل میں پڑھی جانے لگی۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ عمرؓ و عثمانؓ کو خلافت کرنے سے پہلے ہرگز اس دعویٰ کی ضرورت نہ تھی اور نہ کوئی موقع تھا نہ زیب دیتا تھا کہ خود سنائی کے رنگ میں یا حکومت کے لالچی سیاستدانوں کی طرح ان آیات کو اپنے حق میں پڑھنا شروع کر دیتے۔ حالانکہ حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خلافت کے لیے کوئی کوشش نہ کی نہ تنہائی میں اپنے اللہ سے اس کے لیے دعا مانگی۔ زنا ریخ الخلفاء، مگر نبویؐ پیشینگوئی کے مطابق اللہ اور مؤمنین نے ان کو ہی چنا۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۲) حضرت فاروقؓ نے نہ کوئی پارٹی بنائی تھی نہ خواہش ظاہر کی نہ سفارش کرائی مگر اللہ نے ابو بکرؓ سے یہ کہا کہ ”کہ تم پر سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنا کر جا رہا ہوں۔“ ان کو امام و خلیفہ بنا دیا۔ یہی حال حضرت عثمانؓ کا تھا کہ طلب خلافت میں کوئی جدوجہد نہ کی تا آنکہ چھ حضرات کی کمیٹی میں پھر مہاجرین و انصار کے انتخاب سے چنے گئے۔ ایسے بے لوث اور بالکل بے عرض کیسے چالاک سیاستدانوں کی طرح آیات امامت کو اپنے لیے پڑھتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ان کے وقار، دیانت اور بے لوثی کے خلاف دلیل سمجھا جاتا۔ مسند اور کمال اسی میں ہے کہ وہ خود خلیفہ نہ بننا چاہیں اور

خدا و رسول ان کو بنا دیں اور آیات خلافت ان کے حق میں پڑھیں اور وعدہ خلافت سچ کر دکھائیں۔ اس میں کوئی لطف و کمال نہیں کہ بقول شیعہ عہد نبوی سے خلیفہ بننے کی امنگ رکھیں۔ بعد از وفات اپنا حق جنتلائیں۔ فضائل قرابت سنائیں۔ گھر گھر جا کر منتیں کریں جنین و فاطمہ کا واسطہ دیں مگر پانچ آدمی بھی ساتھ نہ دیں اور خلافت و مصلیٰ غضب ہو جائے۔ (جلال الجیون) اپنے سامنے بقول شیعہ دین نبوی برباد ہو جائے مگر معتقدین کے گھٹ جانے کے خوف سے اس کا ازالہ نہ کریں (روشنہ کافی) مگر پھر دعویٰ کرتے پھر یہ کہ خلیفہ بلا فضل ہم ہی ہیں ہمارے نام کا کلمہ پڑھو۔ آذان و اقامت میں ہماری امامت کا اعلان کرو۔ (عقیدہ شیعہ)

آیت استخلاف کو خلافت ثلاثہ کی سب سے پہلے دلیل حضرت علیؑ نے بنایا **نہج البلاغہ**

فارس میں شرکت کے مشورہ میں حضرت علیؑ نے فرمایا۔

ان هذا الامر لم يكن نصرة و
لاخذ لانه بكثرة ولاقلة و
هو دين الله الذي اظهره و
جندة الذي اعداه و امداه حتى
بلغ ما بلغ و طلع حينما طلع و نحن
على موعود من الله والله منجز
وعداه و ناصر جنداه الخ

دین مقدس کی مدد کرنا یا اسے رسوا کرنا
لشکر کی کثرت یا کمی کی وجہ سے نہیں ہے
بلکہ یہ اللہ کا دین ہے کہ اسے تمام دیوے
پر غالب کر دیا ہے۔ اور یہ (مسلمان)
لشکر خدا ہیں کہ ان کو تیار کر کے دنیا میں
پھیلا دیا ہے۔ یہاں تک کہ پہنچا جہاں
پہنچا اور ابھر جہاں سے ابھرتا تھا۔ ہم
خدا کے وعدہ کے منتظر ہیں۔ خدا اپنا وعدہ پورا فرما رہا ہے اور اپنے لشکر کی مدد
فرما رہا ہے۔ الخ

نہج البلاغہ قدیم نسخوں میں آیت استخلاف وعد اللہ الذین الخ ہوتی
تھی۔ اب شارحین حوالہ دیتے ہیں۔ جیسے نہج البلاغہ کی شرح فیض الاسلام ج ۱
میں ہے کہ رب تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اللہ نے وعدہ کیا ہے تم میں سے

ایمان والوں اور اعمال صالحہ والوں کے ساتھ کہ ان کو ضرور خلیفہ بنائے گا۔ الخ
اب شیعہ ہی سوچیں کہ حضرت علیؑ تو ثلاثہ کی خلافتوں کو موعود الہی اور
برحق بنائیں مگر شیعہ انکار کریں کیا وہ اپنے ہی الفاظ اور فتویٰ کے مطابق
منکر علیؑ ہے ایمان اور لعنتی و دوزخی نہ بن جائیں گے؟ قرآن و سنت کے بعد
قرآن علیؑ کی بھی تکذیب؟ شیعہ! تم سے خدا سمجھے۔

خلاصہ مرام یہ ہے کہ آیت استخلاف میں خاص صفت کے لوگوں سے
کا میاب خلافت عادلہ کا وعدہ ہے۔ خدا کا وعدہ سچا ہونا یقینی ہے۔ اب بعد از
پیغمبرؐ جو جماعت مہاجرین خلافت سے سرفراز ہوئی ان کو مؤمن صالح اور خدا کے
موعودہ خلفاء راشدین مان لیا جائے تو آیت سچی ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

مطابق جواب یہ ہے کہ حصول خلافت کے بجائے مخالفانہ فتویٰ پر خلیفہ اول
نے متکبرین زکوٰۃ کے مقابلے میں آیت استخلاف سے استدلال کیا چنانچہ کتب الخلافہ
۳۸۶ پر ہے۔ ”حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منبر پر حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ اللہ کی قسم میں خدا کے
قانون کو نافذ کرتا رہوں گا اور خدا کی راہ میں جہاد کرتا رہوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اپنا وعدہ
پورا کرے اور ایفاء عہد کرے کہ ہم میں کچھ شہید ہو کر جنت میں پہنچیں اور بقایا اللہ کی زمین میں اس
کے خلیفہ اور اس کے بندوں کے والی بن کر رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمایا ہے اور اس کا فرمان
محموٹا نہیں ہو سکتا۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ الْإِيمَانُ کہ اللہ نے تم میں سے ایمانداروں اور نیکوں کے
ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے ان سے پہلوں کو بنایا تھا الخ
ایک اور جواب یہ ہے کہ آیت استخلاف وعدہ ہے۔ اور دلیل خلافت ائمہ
شورعی بئہم۔ (رک صبارہ کی خلافت وغیرہ شورعی سے ہوگی)، اور الامۃ من
قریش (خلفاء قریش سے ہوں گے) ہے۔ اور یہ دلیل خلفاء نے استعمال کی اور
اپنی اہلیت پر یقیناً پڑھی (بخاری و مسلم ج ۱) جب دلیل سے مدعی ثابت ہو گیا تو
آیت استخلاف کے موعود و ہم کو ان کے اوصاف کی روشنی میں پہچاننا آسان ہو گیا۔

اور یہی کچھ حضرت علیؑ نے کیا اور ان کو آیت کا مصداق بتایا۔

آیت استخلاف پر مطاعن مع جوابات | آیت استخلاف کا وعدہ چونکہ با یقین حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی

رضی اللہ عنہم کے ذریعے مومنین صالحین کے ساتھ اللہ نے پورا کر دکھایا۔ اور ان کی خلافت راشدہ کی حقانیت آفتابِ نبیر و زکی طرح واضح ہو گئی۔ اس لیے شیعہ حضرات نے اس کا انکار کرنے کے لیے بڑے جتن اور تحریفات کی ہیں ہم مختصر ان کا رد کرتے ہیں۔

۱۔ وعدہ عام مومنین سے ہے تو ۳، ۴ خلفاء اس کا مصداق کیوں؟

جواب۔ کسی قوم کا نمائندہ جو کام کرے منصب سنبھالے گفتگو کرے وہ اس قوم کی ہی سمجھی جاتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

”ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور سمجھے گئے اور ہم ان کو پیشوا یا اقتدار بنائیں اور ہم ان کو زمین کا وارث بنائیں اور ہم ان کو زمین میں غلبہ و اقتدار دیں اور فرعون و ہامان کو اور ان کے لشکر دل کو وہ زطل دکھادیں جس کا اندیشہ کرتے تھے۔“ (آیت ۷۴)

حالانکہ پیشوا تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوشع بن نونؑ وغیرہ انبیاء ہوئے مگر نسبت سب بنی اسرائیل کی طرف کی گئی۔ اسی مفہوم میں کہا جاتا ہے۔ انگریز کی حکومت تھی، مسلم لیگ حکومت کرتی رہی۔ پیپلز پارٹی نے حکومت کی حالانکہ حکمران ہر قوم کے چند افراد تھے۔

۲۔ غلبہ دین کے لیے سلطنت یا حکومت کا ہونا خدا کی طرف سے شرط نہیں۔ قرآن میں ایک آیت بھی اس مطلب کی موجود نہیں کہ غلبہ دین کے لیے ارضی حکومت ضروری ہے۔ جواب۔ بالکل غلط خیال ہے۔ آیت بالا سے اس کی تردید ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ کے دین کا غلبہ اقتدار بنی اسرائیل اور ہلاکت فرعون سے ہی ہوا۔ سورت انبیاء میں ہے۔ ”ہم نے زبور میں بھی ذکر (تورات) کے بعد

یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ ارض (مقدس) کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔“ چنانچہ مختلف انبیاء کے بعد حضرت عمرؓ کے دور میں مسلمان وارث ہوئے۔ اور ارضی حکومت کا وعدہ پورا ہوا۔ مہاجرین مظلومین کے بارے میں ارشاد ہے۔ ”ان کو اگر تم اقتدار دیں گے زمین میں تو نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے۔ نیک باتوں کا حکم دیں گے۔ برے کاموں سے روکیں گے۔ (حج)

مہاجرین مظلومین کو اقتدار ملا، یقیناً خلفاء اربعہ کو حکومت ارضی ملی تو مندرجہ بالا کام نص قرآنی کے مطابق یقیناً انہوں نے کیے اور وہ خدا ہی کے موعود اور بنائے ہوئے کامیاب خلیفہ تھے۔ سب امت بخوشی ان کی فرمانبرداری اور مطیع تھی۔

۳۔ یہ وعدہ عہد رسالت میں پورا ہو گیا۔ خلفاء ثلاثہ کے عہد سے متعلق نہیں جواب۔ جب خطاب جمع صحابہ کرامؓ سے ہے تو عہد نبوی کی تخصیص کیوں؟ یہ تو الفاظ کا ہی انکار ہوا۔ ہاں اگر کسی مفسر نے عہد نبوی میں ایفاء کا آغاز (فتح مکہ کے بعد سے) بتایا ہے۔ جیسے مکمل کے پاس سے گاڑی کو اتار دیکھ کر بصیغہ ماضی کہا جاتا ہے۔ ”گاڑی آگئی“ حالانکہ مکمل آمد اور فائدہ دو چار منٹ بعد حاصل ہو گا، اسی طرح وعدہ خلافت و ملکین اور تبدیلی خوف کی تکمیل خلفاء راشدین کے عہد میں ہوئی۔

۴۔ وعدہ عام امت کے مومنین سے ہے۔ صحابہؓ سے خاص نہیں۔

جواب۔ لفظ منکم تو خصوصیت ہی چاہتا ہے۔ تاہم امت کے مومنین میں صحابہ کرامؓ سب سے اول ہیں اور وہی کُنْزُ خَيْرِ اُمَّةٍ کا پہلا مصداق ہیں۔ تو اس تاویل پر بھی ان کی حکومت موعودہ الہی اور برحق سمجھی جائے گی۔

۵۔ اقتدار ارضی تو نبیہ و ولید جیسے فاسق و فاجر اشخاص کو بھی ملا تو ان پر آیات کے اوصاف کیوں صادق نہیں آتے۔ جواب۔ مراد تو خلافت ارضی ہی ہے۔ مگر یہ مومنین صالحین کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اور وہ پورا ہو کر رہا۔

اس کے بعد اگر ناجرہ برسرِ اقتدار آیا تو وہ اس آیت کے تحت نہ آئے گا کیونکہ اس نے اس نعت کا کفران کیا۔ جیسے صحابہ کرام کی خلافت کو برحق نہ ماننے والے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (جو اس نعت کے پورا ہونے کے بعد انکار کرے وہ فاسق ہے) کا مصداق شیعہ ہوئے۔

۶۔ آیت اختلاف میں تمام دنیا پر حکومت دینے کا وعدہ ہے یا بعض حصے کا۔ اگر تمام دنیا میں مراد ہے تو خلافِ واقعہ ہے۔ کیونکہ ایسا بالکل نہیں ہوا اور اگر بعض حصہ مراد ہے تو عہد رسالت میں یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ حکومت ثلاثہ کے لیے استدلالِ عبرت ہوا۔ جواب۔ اس سے مراد اتنے مقام پر غلبہ و اقتدار ہے جس کے ہوتے ہوئے تمام دنیا میں مد مقابل اور اسلام کو مٹا دینے والے طاقت موجود نہ ہو۔ چنانچہ اس وقت کی دو بین الاقوامی طاقتیں کسریٰ (ایران) اور رومن مسلمانوں کے ہاتھوں تباہ ہوئیں اور ان کے وقوع کی پیشین گوئی نبوت کے معجزات اور صداقت پر دلیل بنی۔ شیعہ سنی روایات سیرت میں صراحت ہے کہ حضور علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آنشکہ ایران بجھ گیا۔ محل میں زلزلہ آیا اور لم اکنگرے گر گئے۔ مائی آمنہ فدا ماتی ہیں کہ ایک نور مجھ سے صادر ہوا۔ اسے میں شام اور قیصر روم کے محلات کو میں نے دیکھا۔ کتب شیعہ میں حدیث صحیحہ متواتر ہے کہ خندق کی کھدائی کے موقع پر حضور نے یمن اور پھر کسریٰ اور روم کے محلات دیکھے تو فرمایا مجھے ان کی چابیاں یعنی ان کی فتوحات دے دی گئیں تو خدا کا موعودہ اقتدار و استخلاف تمام بڑی حکومتوں کو زیر کرنے اور دنیا پر دھاک بٹھانے سے تھا۔ سو بحمد اللہ وہ خدا و رسول کی پیشین گوئی کے مطابق پورا ہو گیا۔ اور آیت اظہارِ دین سے بھی مراد تھا گو وَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُشْرِكُوْنَ وَ الْكَافِرُوْنَ کی پیشین گوئی کے مطابق شیعہ نے ناپسند کر کے کفر و شرک کا فتویٰ قرآن سے حاصل کر لیا۔

اس جواب کو سائل کے اس پیراگراف پر ہم ختم کرتے ہیں جو اس نے

۱۱۲ اماموں کے نام قرآن میں نہ ہونے کے جواب میں کہا ہے۔

”میرا جواب یہ ہے کہ دنیا کا قانون دان طبقہ اس طریقہ بیان پر متفق ہے اور یہی اسلوب تمام آئینی اور قانونی کتب کی تدوین میں رائج ہے کہ ریاست کے سربراہ کے کوائف الہیت و معیار تو درج ہوتے ہیں مگر کسی حکمران کی نامزدگی نہیں کی جاتی بلکہ مطلوبہ شرائط کا حامل فرد اس عہدہ کا اہل قرار دے دیا جاتا ہے اب جبکہ قرآن کو عالمگیری قانون کتاب کی حیثیت حاصل ہے لہذا اس میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ خلیفہ کی خصوصیات بیان کر دی گئی ہیں اب یہ امت کی ذمہ داری ہے کہ حقیقی طور پر منصف شخص کو خلیفہ تسلیم کرے۔ (شیعہ مذہب ہوتے ہیں ۱۸۲) جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ الحمد للہ خود شیخ کی زبانی ۱۲۱ آئمہ کی مخصوص امامت کا بطلان ظاہر ہو گیا۔ حکمران کو مخصوص صفات کے تحت خلیفہ تسلیم کرنا اور چننا امت کی ذمہ داری ہوگی۔ یہی کچھ آیت اختلاف کے تحت اہل سنت کہتے ہیں کہ نہ خلفائے نامزدگی کی حاجت تھی نہ اس آیت کو پڑھنے کی، خلافت کرنے کے بعد خود بخود اس آیت کا مصداق بن گئے۔ جیسے کوئی بھی جمہوری حکمران مسودہ قانون پڑھ کر خود کو اس کا مصداق نہیں بتاتا بلکہ جائز حکومت کر چکنے کے بعد اسے ملکی قانون کے تحت اعلیٰ اور کامیاب حکمران گنا جاتا ہے۔

سوال ۵۔ حَافِظُوا عَلٰی الصَّلٰوٰتِ الْاَوَّلٰی اِلٰی قَائِمَتِنِ۔ یعنی تمام نمازوں کی عموماً اور درمیان نماز کی خصوصاً حفاظت کرو اور اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے رہو۔ حکم قرآن مجید میں موجود ہے لیکن جب سنی المذہب کو نماز پڑھنے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں قنوت میں کھڑا نظر نہیں آتا۔ بتائیے، آپ کی نماز قرآن کے مطابق کیوں نہیں پڑھی جاتی۔ واضح ہو کہ حکم قرآن کی تنسیخ صرف آیت قرآنی سے ہو سکتی ہے۔ جواب۔ قنوت کے لغوی معنی ہمیشہ فرمانبردار، اطاعت گزار کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے ہیں۔ (مصباح اللغات ص ۹۴) یہاں یہی معنی لغوی ہیں کہ اللہ کے سامنے عبادت و خشوع میں کھڑے رہو۔ آیت کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہاتھ اٹھا کر

ایک خاص قسم کی دعا جس کا نام شیعہ اصطلاح میں دعائے قنوت ہو۔ وہ پڑھا کرو۔ اور جو وہ نہ پڑھے اس کی نماز پر طعن کرو۔ یہ قرآن کے عام مفہوم پر ناجائز اضافہ ہے۔ جس کی اجازت کسی دانشمند کو نہیں ہے۔ قنوت وقامت بھی عباد و فرمانبردار مندرجہ ذیل ۵ آیات قرآنی میں استعمال ہوا ہے۔

- ۱۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ تَاوِیْلَہٗ ۱۲
- ۲۔ یَا مَرْحَمٌ اَقْنِیْ لِیْ رِیْثَہٗ ۱۳
- ۳۔ وَمَنْ یَقْنُتْ مِنْکَ یُکْفِہٖ رِزْقَہٗ ۱۴
- ۴۔ وَکَانَتَ مِنَ الْقَانِتِیْنَ ۱۵
- ۵۔ اَمَنْ هُوَ قَانِتٌ اِنَّا اَللّٰی ۱۶

اور وہ (مریمؑ) اطاعت گزاروں میں سے تھی۔

آیا وہ (عثمانؓ) جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ میں اور کھڑے کھڑے خلوص سے دعا کرنے والا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہو۔

شیعہ ترجمہ مقبول کی روشنی میں قنوت کا معنی۔ اطاعت گزار فرمانبردار یا رکوع و سجود میں دعا کرنے والا واضح ہے۔ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر قنوت خاص پڑھنے والا ترجمہ کہیں نہیں ہے۔ جبکہ اہل سنت قیام میں ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں جو دعا اور معنی قنوت ہے۔ و نیز کی نماز میں خاص دعائے قنوت بھی پڑھتے ہیں تو ان کی نماز خلافت قرآن ہرگز نہیں۔ نیز قَوْمُ اللّٰہِ قَانِتِیْنَ۔ قیام سے حال واقع ہوا ہے۔ قیام قبل بدنی ہے۔ تو قنوت کا معنی زبانی دعا کے بجائے بدن کی

عاجزی اور اطاعت مراد لی جائے تو گراٹر کا تقاضہ زیادہ پورا ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ مسلم و مشکوتہ میں قنوت کا ذکر ہے کہ حضور قنوت پڑھتے تھے اور اہل سنت قرآن و سنت کی مخالفت نماز پڑھتے ہیں۔ ایک پر فریب اور مبنی بر خیانت حوالہ ہے۔ یہاں باب قنوت میں صرف یہ ذکر ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ ہذیل۔ مضر نے دھوکہ دیا کہ ۷۰ قراء صحابہ کرام کو لے جا کر شہید کر دیا۔ تو آپ بعد از رکوع ان پر جبینہ بھربد دعا کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے لَیْسَ لَکَ مِنْ اَلْاَمْرِ شَیْءٌ ایت اُتار کر روک دیا۔ اور آپ نے قنوت چھوڑ دی۔ تو یہ قانون کلی نہ ہو کہ ہمیشہ پڑھو پینا پختہ مشکوٰۃ ص ۱۱۱ ہی میں یہ حدیث ہے کہ ابو مالک انجلی نے اپنے باپ سے پوچھا اباجان! آپ نے حضور علیہ السلام، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور یہاں ۵ سال کو فہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں کیا یہ سب صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ تو فرمانبا نہیں اسے بیٹے یہ بدعت ہے۔ (ترمذی، نسائی

ابن ماجہ)

سوال ۱۔ اتفاق چ ۱۲ پر علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اقرار کیا کہ ان کے جمع کردہ قرآن میں غلطیاں ہیں مگر ان کی فصیح خود عرب ہی کہیں گے۔ جواب دیجیے اس قول کی موجودگی میں قرآن کو غلطیوں سے پاک ماننے کا عقیدہ آپ کے مذہب کے مطابق کس طرح درست ہوا۔ جواب۔ قرآن پاک کے صحیح و محفوظ اور غلطیوں سے پاک ہونے کی مفصل ابجاث گذر چکی ہیں۔ جمع قرآن صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا کارنامہ ہے۔ حضرت عثمانؓ کا کارنامہ اس نسخہ کی کئی کئی نقلیں کرنا کہ تمام صلوٰہوں میں بھجوانا اور شائع کرنا ہے۔ اور تمام کو ایک ہی قرآن لغت قریش والے پر جمع کرنا ہے۔ آپؐ کا سابقہ فرمان اسی کثرت کتابت اور متعدد نسخے نقل کرنے کے بارے میں رسم الخط میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔ کہ اس میں رسم الخط کی یا پڑامہ ہونے کی کوئی غلطی رہ گئی ہے۔ یا غیر لغت قریش پر کوئی لفظ لکھا گیا ہے حالانکہ وہ بھی وہی ہے۔ تو اہل عرب جو اہل زبان ہیں درست کر لیں گے اور صحیح لغت قریش

پر پڑھا کریں گے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ کی اصل عبارت یہ ہے۔

”ابو عبیدہ نے کہا کہ ہم سے حجاج نے بواسطہ ہارون بن موسیٰ بیان کیا کہ مجھے زہیر بن الحارث نے بواسطہ عکرمہ خبر دی۔ عکرمہ نے کہا جس وقت مصاحف لکھے جانے کے بعد حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوئے تو ان میں سے کچھ الفاظ (بطور فرق) کتابت جیسے صلوٰۃ، صلاۃ دونوں طرح لکھا جاتا ہے۔ یا قدیم اردو میں ہی، یائے معروف سے لکھ کرئے، یائے مجهول سے آج کل کی طرح پڑھا جاتا ہے، غلط پائے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ان کو نہ بدلو۔ کیونکہ عرب کے لوگ ان کو خود بدل لیں گے۔ (یعنی صحیح پڑھیں گے) کاش کہ اگر (مصحف کا) لکھنے والا قیدہ نقیف کا اور املا کرانے والا قبیلہ بذیل کا شخص ہوتا تو اس مصحف میں یہ حروف (غلط) نہ پائے جاتے۔“ (بحوالہ شیعہ مذہب حق ہے ص ۱۲) فرمائیے اس میں کیا عیب کی بات ہے۔ یہ تو طریق کتابت میں فرق کا اظہار ہے کہ فلاں کتاب ہوتا تو ایسا نہ لکھنا۔ یہ کوئی عیب کی بات نہیں آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کتابت سینکڑوں غلطیاں کرتے ہیں اور طریق کتابت مختلف ہے مگر پڑھنے اور لکھنے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ محنت سے پروف ریڈروں کی تصحیح کے بجائے کئی اغلاط چھپ جاتی ہیں۔ جیسے ایک شیعہ ادارہ چاند چینی لاہور کا مطبوعہ مصحف از امامیہ قرأت کالج کا نسخہ ۳۰۵۹ بیسیوں لفظی اغلاط پر شاہدِ عدل ہے۔ مگر اس بے احتیاطی اور غلطی سے نفس قرآن کو غلط۔ محرف یا ناقابل اعتبار نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ عمدہ نبویؐ سے تا ہنوز لاکھوں سیٹوں میں زہیر زہیر کی کمی بیشی کے بغیر قرآن محفوظ و صحیح چلا آ رہا ہے۔

سوال ۲ آپ حضرات کو امام مہدی کی غیبت پر اعتراض ہے۔ بتائیے شیطان غائب ہے یا ظاہر، اگر غائب ہے تو معلوم ہو کہ وہ عالم غیبت میں گمراہی پھیلانا ہے۔ لہذا جواب دیجیے کہ جب عالم غیبت میں گمراہی پھیلانی جاسکتی ہے تو ہدایت کا سلسلہ کیوں جاری نہیں رہ سکتا؟ جواب۔ سبحان اللہ۔ یہ شیطانی قیاس بھی

شیعہ ہی کو زہیر دینا ہے۔ ایک مسلمان تو یہ تصور نہیں کر سکتا کہ امام کا قیاس شیطان پر کرے۔ کیا امام شیطان کا جانشین و فرمانبردار ہوتا ہے یا انبیاء کا؟ اگر انبیاء کا خصوصاً نبی آخر الزمان علیہ السلام کا ہے۔ تو وہ علانہ ہدایت کا سلسلہ پھیلاتے تھے۔ غاروں میں اور غائبانہ چھپ چھپا کر ہدایت و تبلیغ نہیں کرتے تھے۔ بارہویں امام مہدی صاحب العصر و الخار اگر اس پیغمبر کے جانشین ہیں تو ان کو اپنے سابق اکابر (عند الشیعہ) کی طرح غار میں نہیں علانہ عوام میں تبلیغ و ہدایت کرنی چاہیے۔ شیطان پر قیاس کئی لحاظ سے باطل ہے۔

۱۔ شیطان جن ہے۔ امام انسان ہوتا ہے۔ ۲۔ شیطان ناری لطیف جسم ہے۔ جو نظر نہیں آسکتا۔ امام کا کثیف البدن انسان اور دکھائی دینا ضروری ہے۔ ۳۔ شیطان لاکھوں کروڑوں ہیں۔ امام غائب صرف ایک ہے۔ ۴۔ شیطان بغض قرآنی تیز نگاہ اور بدن میں سرایت والا ہے۔ اِنَّہٗ یَرٰکُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ حِیْثُ لَا تَرَوْہُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ہ پ۔ کہ شیطان اور اس کی جماعت تم کو وہاں سے دیکھتی ہے جہاں تم لوگوں میں دیکھ سکتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو بے ایمانوں کا دوست بنایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان میں ایسے سرایت کر کے چلتا ہے۔ جیسے خون انسان میں چلتا ہے۔ تو یہ تیز نگاہی و تصرف انبیاء و اولیاء کو بجز خاص موقع پر کرامت و معجزہ کے حاصل نہیں ہے۔ ۵۔ شیطان دل میں وسوسہ چوکا اور ابھار کے ساتھ گمراہی پھیلاتا ہے۔ جبکہ انبیاء کرامؑ اور اکابر دینؑ زبانی تعلیم و تلقین اور مجاہدانہ تزکیہ نفوس سے فریضہ ہدایت سرانجام دیتے ہیں تو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ غائبانہ۔ قرآن و سنت کے علاوہ۔ ہدایت نہ پھیلنے کی عقلی وجہ یہ ہے کہ پھر دنیا میں اختلاف مذاہب نہ ہوتا جیسے عمدہ نبویؐ میں مذاہب کا میں نہ تھا اور شیعہ کے خیال میں عمدہ اکابر میں نہ تھا۔ ایک ہی مذہب سب شیعوں کا تھا۔ مگر اب زمانے کے امام غائب کے دور میں شیعوں کے متعدد اصولی فرقے ہیں۔

امامت میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تحقیر کہتے ہیں۔ اگر امام ہدایت کر سکتے تو شیعوں کو ہی ایک مذہب پر جمع کر دیتے اور سناک خمیلی سے تختِ امامت چھین کر فریضہ ہدایت خود سمر انجام دیتے۔

آمد مہدی اہل سنت کے عقیدہ میں | حضرت امام مہدیؑ کے متعلق اہلسنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہ ہے

کہ وہ علاماتِ قیامت میں سے ہیں۔ وہ پیدا ہو کر بڑے ہوں گے۔ پھر خاص موقع پر حج میں ظاہر ہو جائیں گے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ وہ پیدا ہو کر دشمن کے خوف سے غار میں چھپ گئے ہیں اور تمام دنیا کا کارخانہ ان کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔ گویا خدائے قیوم کی ڈیوٹی وہ دے رہے ہیں۔ رہا حضرت عیسیٰؑ سے تقابل تو وہ صرف انتظار و آمد کی حد تک ہے کہ دونوں کے آنے کی انتظار ہے۔ حضرت عیسیٰؑ تو دور نبوت گزار کر آسمانوں پر زندہ مجسمہ عسری اٹھائے گئے۔ پھر اتر کر خدمتِ اسلام محمدی کریں گے۔ چونکہ حضرت مہدیؑ نے عہدِ امامت ابھی نہیں پایا۔ نہ خلقِ خدا کی اصلاح و راہنمائی ان سے وابستہ ہوئی تو غار میں زندہ مبارک وجود ماننا ایک نوعِ عقیدہ ہوا۔ ہاں حضرت عیسیٰؑ کی طرح ان سے ہدایت یوں وابستہ ہے کہ جیسے آپ کے نزول پر تمام یہود و نصاریٰ یا ان سے لڑ کر مرجائیں گے۔ یا پھر عیسوی کلمہ چھوڑ کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اسلامی کلمہ نجات میں پناہ لیں گے۔ اسی طرح حضرت مہدیؑ کے منتظر و افاض بناوٹی کلمہ ولایت چھوڑ کر یا سیدھے مسلمان ہو جائیں گے۔ یا پھر شنیدہ روایات کے مطابق ۳۱۳ مومنین کو چھوڑ کر باقی سب آپ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوں گے۔ زندہ ہونے میں حضرت خضرؑ سے مشابہت دینا کوئی دلیل نہیں کیونکہ یہ قیاس محض ہے۔ پھر حضرت خضرؑ کی زندگی کوئی منصوص اجماعی یا متفقہ نہیں صرف بعض صوفیاء کا خیال ہے۔

سوال کیا آپ کسی متبر تاریخی حوالہ سے یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ جب

حضرات شیخین نے جنازہ رسولؐ بلادِ فن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تھا تو انہوں نے حضرت علیؑ یا حضرت عباس بن عبدالمطلب کو اپنے عوام سے آگاہ کیا اگر جواب اثبات میں ہے تو ثبوت فراہم کریں۔

جواب۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت دو مرتبہ ہوئی۔ ایک پیر کے دن جو اتفاقاً

ہوئی۔ نہ اپنا ارادہ تھا نہ کسی کو بلایا تھا۔ دوسری بیعت عامہ جو منگل کے دن مسجدِ نبویؐ میں منبر پر ہوئی (ریاض النضرہ ص ۳۸) اس میں حضرت طلحہ، زبیر علیؓ، عباس رضی اللہ عنہم سب حضرات نے برضا و رغبت شرکت کی تھی۔

دونوں باتیں تاریخ سے ثابت ہیں۔ ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ سب صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھود رہے تھے۔ اچانک ایک شخص نے آکر دروازہ

کھٹکھٹایا اور حضرت عمرؓ کو بلایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ہم تو کام میں مصروف ہیں

تیرا کیا کام ہے۔ وہ کہنے لگا: آپ ضرور اٹھ کر آئیں۔ ان شاء اللہ جلدی والیں جانیں

گے۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس آئے تو کہنے لگا انصار کا یہ قبیلہ سقیفہ بنی ساعدہ

میں جمع ہے۔ سعد بن عبادہؓ اور ان کے سرکردہ لوگ موجود ہیں۔ وہ کہتے ہیں

ایک ہم میں سے امیر ہو ایک مہاجرین میں سے مجھے توفیق اٹھنے کا اندیشہ ہے

اے عمرؓ! خوب سوچ لو اپنے بھائیوں کو بنلاد و اور اپنی تدبیر کر لو۔ کیونکہ میں

فتنے کا دروازہ دیکھ رہا ہوں اگر اللہ اسے بند نہ کرے۔ حضرت عمرؓ گھبرا گئے اور

اس خبر سے پریشان ہوئے۔ پھر آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ فوراً بنو ساعدہ کی طرف

چل پڑے اور مہاجرین کی جماعت کو ساتھ نہ لیا جس میں حضرت علیؑ اور فضل بن

عباسؓ حضورؐ کے رشتہ دار تھے جو (بحکمِ نبویؐ) صدیقِ رضی اللہ عنہ و تکفین کا بند و بست

کر رہے تھے۔ (ریاض النضرہ ج ۱ ص ۲۱۳) بخاری ص ۱۰۸ پر بھی دونوں بیعتوں کا ذکر ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ شیخین بھی کارِ تدفین میں مشغول تھے۔ سقیفہ میں جانے

اور انتخابِ خلافت کا کوئی ارادہ و پروگرام نہ تھا۔ انصار کے اچانک اجتماع کی خبر

سن کر آپؐ حالات کا جائزہ لینے اور پھر قابو پانے کے لیے گئے اس لیے اور

مہاجرین کو بھی بشمول حضرت علیؓ و انصار رسولؐ نہ اطلاع دی نہ ساتھ لیا۔ کیونکہ اگر انہی پر لگاتے تو انصار خلیفہ چن لیتے۔ نہ معلوم پھر کیا حادثہ ہوتا اور اگر انہی مہاجرین اور ذوی القربیٰ کو اجتماعی شکل میں ساتھ لے جاتے تو تصادم کا قوی امکان تھا۔ شیخینؓ نے چند منٹ میں حالات پر قابو پا لیا۔ مگر انصار کی امید قطع کرنے اور جڑ کاٹنے کے لیے یہ مناسب جانا کہ کسی مہاجر کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے۔ حضرت عمرؓ و ابو عبیدہؓ کا نام پیش کیا۔ وہ دونوں حضرات پیچھے ہٹ گئے کہ جس قوم میں ابو بکرؓ موجود ہوں۔ جن کو حضورؐ نے اپنے مصلیٰ پر امام بنایا۔ عمرؓ و ابو عبیدہؓ امام نہیں بن سکتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کمال عقلمندی، ہوشیاری اور جرأت سے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر ابو عبیدہؓ کے بعد تمام انصار نے ٹوٹ کر بیعت کی۔ اور سعد بن عبادہؓ کو کسی نے نہ پوچھا۔ یہ سب مختصر قصہ جو پہلے مذکور ہو چکا ہے شیخینؓ کی حکمت عملی نے نہ صرف بڑے فتنے کو بند کر دیا بلکہ خلافت کو انصار سے مہاجرین میں لاکر حضرت علیؓ تک پہنچایا۔ اگر آپؓ نہ جاتے تو مہاجرین کو، پھر حضرت علیؓ کو کیسے خلافت ملتی؟ شیعہ کے بعض شیخینؓ پر ہزار انسوس ہوتا ہے کہ اپنے عین کے ناشکر رہے ہیں۔

چشم حسود کہ بر کند باد عیب نماید ہنرش در نظر

اس ہنگامی مجلس میں حضرت علیؓ و عباسؓ کو نہ بلانے کی مذوری واضح ہے ہاں اعتراض تب ہوتا کہ منگل والی بیعت عامہ۔ جس میں تمام مہاجرین نے مسجد میں آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میں آپؓ کو نہ بلایا جاتا۔ مگر تاریخ شاہد ہے ہم نے ۱۲؎ سوال ۱۷ کے جواب میں یہی، مستدرک حاکم، کنز العمال وغیرہ کتب حدیث کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ وغیرہ سب کو حاضر کیا گیا۔ انہوں نے کل کی غیہ حاضری کا شکوہ بھی کیا۔ حضرت صدیقؓ نے مذرت کر کے یہ اختیار بھی دے دیا کہ تم جس کو اب چاہو خلیفہ چن لو، مگر زبیرؓ و علیؓ نے بیک آواز کہا۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ کیونکہ آپؓ یا رسولؐ ثانی انبیین،

وان علیا والزبیر ومن كان معهما تخلصوا فی بیت فاطمۃ بنت رسول اللہ کہ حضرت علیؓ و زبیرؓ مجھ اپنے ساتھیوں کے حضرت فاطمہؓ کے گھر میں جمع ہوئے اور تاریخ طبری ۸۲؎ میں ہے کہ حضرت علیؓ کچھ دیر پیچھے رہے تو حضرت زبیرؓ نے تلوار سنت لی کہ جب تک علیؓ کی بیعت نہ کی جائے میں نیام میں نہ کروں گا۔

علامہ شبلیؒ الفاروقؓ پر اسی بحث میں کہتے ہیں۔ "سقیفہ میں حضرت علیؓ کا نہ جانا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ آل حضرتؓ کے غم و الم میں مصروف تھے اور ان کو ایسے پردہ و موقع پر خلافت کا خیال نہ آ سکا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سقیفہ میں مہاجرینؓ و انصار جمع تھے اور ان دونوں گروہ میں سے کوئی حضرت علیؓ کے دعویٰ کی تائید نہ کرنا۔ کیونکہ مہاجرین حضرت ابو بکرؓ کو پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ اور انصار کے رئیس سعد بن عبادہؓ تھے۔"

راقم نے ان کو بطور الزام نقل کیا ہے ورنہ ان کو اتنا اہم نہیں جانتا منگل والی بیعت صدیقی میں تمام مہاجرین بنو ہاشمؓ مدظلہ و زبیرؓ اور انصار کی بخوشی بیعت

کر لینے پر یقین رکھنا جو جیسے اسی کتاب میں مفصل گذرا۔

سوال ۹ قرآن مجید کے پانچویں پارے کی ابتدا میں آیت متعہ موجود ہے۔ آپ کا پرچار ہے کہ متعہ زنا ہے۔ مہربانی کر کے آیت میں مستعمل لفظ ”متعہ“ کا ترجمہ انہی ممنوں میں کیجیے۔ جواب۔ پرچار کا مفہوم تو آیات تمتع واستمتاع کی روشنی میں حاضر ہے۔ مگر لفظ ”متعہ“ کا ترجمہ زنا کسی سنی نے نہیں کیا۔ نہ دعویٰ کیا ہے۔ کیونکہ لفظ متعہ۔ استمتاع۔ تمتع کا لغوی معنی النفع اٹھانا ہے۔ بلا نکاح و گواہ وقت اور قیس منقر کر کے مرد و عورت جو نفع اٹھائیں گے وہ عند اللہ متعہ کا ثواب اور مسلمانوں کے نزدیک حکماً زنا ہوگا۔ ادریسیم الفطرت، غیر نمد اس عارضی من پسند تعلق کو زنا ہی کہیے گا۔ کیونکہ بدکاری کے اڈوں میں اسی قسم کا کاروبار ہوتا ہے۔ ہر قسم کے ناجائز تمتع اور استمتاع کرنے والوں کا انجام۔ زانیوں کی طرح خدا نے یہ بیان فرمایا ہے۔

۱۔ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِن مَّصِیْرُكُمْ إِلَى النَّارِ۔ پ

آپ فرمائیے متعہ حاصل کر لو۔ بیشک تمہارا ٹھکانا تو دوزخ ہی ہے۔

۲۔ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ۔ پ

فرمائیے۔ اپنے کفریہ مذہب کی وجہ سے تو تمتعِ کھوڑی دیر کرے۔ بیشک تو دوزخی ہے۔

۳۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَ بَلَّغْنَا آجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ۔ پ

اے ہمارے پروردگار ہم میں بعض نے بعض کے ذریعے نفع پایا۔ اور ہم اس مدت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ خدائے تعالیٰ فرمائیے گا۔ جنہم تمہارا ٹھکانا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

۴۔ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاَقِهِمْ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاَقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاَقِهِمْ..... اُولَئِكَ حِطَّتْ اَعْمَالُهُمْ

پس انہوں نے اپنے حصے سے نفع اٹھایا اور تم نے اپنے حصے سے ویسے ہی نفع اٹھایا جیسے کہ تم سے پہلے والوں نے اپنے حصے

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ پ ۱۵۶ سے نفع اٹھایا تھا..... انہی کے اعمال دنیا اور آخرت میں بیکار رہے۔ اور

وہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ (ترجمہ مقبول)

۵۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْإِبْرَامُ وَالنَّارُ مَثْوَىٰ لَهُمْ۔ پ ۶۶ اور جو لوگ کافر ہیں وہ تمتع کرتے ہیں یا کھاتے ہیں۔ اور جانوروں کی طرح کھاتے ہیں۔ آگ ان کا ٹھکانا ہے۔

پانچویں پارے کی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے (نکاح دائمی) میں حلال ہیں۔ بشرطیکہ چاہو اپنے حق مہر کے بدلے دائمی قید میں لاتے ہوئے نہ صرف پانی نکالنے کے لیے پس بیویوں کے جس عضو سے تم فائدہ اٹھاؤ تو ان کو مقررہ حق مہر ادا کر دو۔ تو اس میں لفظ استمتاع کا ترجمہ وہی فائدہ اٹھانا ہے۔ جو آیت ۳۳ میں مولوی مقبول شیعہ نے کیا ہے۔ یا سب آیات میں لغوی معنی مراد لو یا سب جگہ اصطلاحی متعہ لے کر جہنمی بونی کا نتیجہ ہو۔

سوال ۱۰ قرآن کی اس آیت کا نشان بتائیے جس میں حکم ہو کہ ماتم شہیر کرنا حرام ہے۔ جواب۔ قرآن میں شہیر کے والد ماجد کا ذکر صریح نہیں تو حضرت شہیر کی شہادت یا ماتم کا کیسے؟ دلیل مدعی اور مثبت سے مانگی جاتی ہے۔ تو آپ کو ماتم شہیر صریح دلیل دینی چاہیے۔ نفی کرنے والے سے نہیں مانگی جاتی۔ جب شہیر کی جماعت سے افضل جماعت نبی کے شہداء احد کے لیے حکم آگیا۔ وَأَصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ آپ صبر کریں اللہ کی مدد سے ہی صبر حاصل ہوگا۔ اور شہداء احد پر غم نہ کریں۔ نیز فرمایا وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا۔ نہ کمزور نہ غم کھاؤ۔ تو شہیر پر ماتم کی حرمت اور صبر کا حکم بھی یہی ہوا۔ کیونکہ نزول خاص حکم عام کو فریقین تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اس کے مقابلے میں اشیاء میں اصل جواز کا عذر لنگ پیش نہیں کیا جاسکتا۔ حرمت ماتم پر تفصیل ۲۰۰ دلائل سے ”مسند عزاوری اور تعلیمات الطہیت میں ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مہر محمد مبارک الوہی

مراجع کتب

کتب اہل السنة والجماعة

- ۱- قرآن کریم
- ۲- صحیح بخاری
- ۳- صحیح مسلم
- ۴- جامع ترمذی
- ۵- البداوی
- ۶- نسائی
- ۷- ابن ماجہ
- ۸- مؤطا امام مالک
- ۹- مشکوٰۃ
- ۱۰- مرقاۃ
- ۱۱- مستدرک احمد
- ۱۲- مستدرک حاکم
- ۱۳- نیل الاوطار شوکانی
- ۱۴- الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ
- ۱۵- کثر العمال
- ۱۶- سیرت ابن ہشام
- ۱۷- سیرت النبی علامہ شبلی
- ۱۸- الفاروق
- ۱۹- تاریخ طبری
- ۲۰- تاریخ اسلام اکبر خاں نجیب آبادی
- ۲۱- البیایہ والنہایہ

۲۲- تاریخ ابن خلدون

۲۳- تاریخ الخلفاء للسيوطی

۲۴- طبقات ابن سعد

۲۵- تفسیر ابن کثیر

۲۶- ابن الاثیر

۲۷- تفسیر جلالین

۲۸- تفسیر معارف القرآن

از مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

۲۹- تفسیر آیات قرآنی

۳۰- تفسیر الانتقان

۳۱- تفسیر مظہری

۳۲- بذل القوۃ فی سنی النبوة

از علامہ محمد یاشم سندھی

۳۳- شرح مسلم للنووی

۳۴- حلینۃ الاولیاء

۳۵- اعلام الموقبین

۳۶- مالا بد منه

۳۷- فتاویٰ شامی

۳۸- مبسوط رخشئی

۳۹- فتاویٰ قاضی خان

۴۰- تذکرۃ الحفاظ

۴۱- میزان الاعتدال للذہبی

۴۲- تقریب التہذیب

۴۳- الوشیعۃ فی نقد الشیعۃ

۴۴- تحفۃ اثنا عشریہ

۴۵- ازالۃ الخفاء

۴۶- حقیقۃ مذہب شیعہ

۴۷- معترت رسول

۴۸- عدالت حضرات صحابہ کرام

۴۹- مسند ابی بیت

۵۰- رسالۃ تحریف القرآن

۵۱- حسن العقیدۃ از شاہ ولی اللہ

۵۲- زاد السعید

۵۳- فضائل درود شریف

۵۴- راہ سنت

۵۵- بیاض نرنذی از علامہ صفدر

۵۶- حدیث ثقلین

۵۷- مصباح اللغات

۵۸- فیروز اللغات

۵۹- افادات بنگش

۶۰- بوستان سعدی

کتب شیعہ

- ۱۳- اصول التعلیۃ فی عقاید الشیعہ
- ۱۴- میں شیعہ کیوں ہوا
- ۱۵- ہزار ہزار دس ہزاری
- ۱۶- تفسیر منہج الصادقین
- ۱۷- منتہی الآمال
- ۱۸- توضیح المسائل
- ۱۹- حق الیقین مجلسی
- ۲۰- تاریخ الخمیس بحوالہ معترت رسول
- (فیض عالم صدیقی)
- ۲۱- منہج البلاغۃ مع شرح فیض الاسلام نقوی
- ۲۲- سعادت الدارین
- ۲۳- کتاب خصال لابن بابویہ
- ۲۴- اختصار طبرسی

۱- کافی کلینی مکمل

۲- رجال کشی

۳- منہج البلاغۃ

۴- تہذیب الاحکام

۵- الاستبصار

۶- من لا یحضرہ الفقیہ

۷- ترجمہ مقبول

۸- حیات القلوب

۹- جلاء العیون

۱۰- مجالس المؤمنین

۱۱- کشف الغمہ

۱۲- صحیفہ کاملہ

مطالعہ کے بعد آپ کا فریضہ

- اگر آپ علماء اور مذہبی اسکالرز ہیں تو اپنی مضبوط تنظیم بنا کر اصل کتب سے فوٹو اسٹیٹ خراجہ جات کے ذریعے دفاتی شرعی عدالت، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ سے قرآن و سنت اور نظام خلفاء راشدین کی روشنی میں شرعی فتویٰ طلب فرمائیں۔
- اگر آپ سرکاری ملازم اور انتظامی عہدیدار ہیں تو ہر بقیہ کی ہر قسم کی عبادت کو اس کی واحد عبادت گاہ، مسجد یا امام بارگاہ میں محدود کریں۔ فترہ دارانہ جلوس بند کر دیں۔
- اگر آپ حاکم اعلیٰ ہیں تو فترہ شیعہ کی صحیح مردم شماری کر کے سرکاری ملازمین کا کوٹہ دیں، اہم کلیدی اسامیوں پر غلط فہمی راشدین کے تابعدارستانی مسلمانوں کو نافذ کریں۔
- اگر آپ منبر دار یا شریعہ دہری اور غاندان کے سربراہ ہیں تو اپنے لوگوں کو فترہ رخص سے بچائیں اور ان کی شرابگیز رسوم کو اپنی حدود میں پابند کر لیں باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اسلامی جہاد ہے۔
- اگر آپ سیاسی سربراہ ہیں تو پارٹی منشور میں نظام قرآن و سنت اور خلافت راشدہ کے پراسن عدل کو اولیت دیں اور کارکنوں کا انتخاب و تربیت اسی جذبے سے کریں۔
- اگر آپ عام مسلمان ہیں تو نماز کی پابندی کریں۔ حرام کاموں اور روافض کی فترہ دارانہ رسموں سے بچیں اپنی تنظیموں کو مضبوط کریں۔ دوث صرت اسلام و صحابہؓ انفرادی کو دیں۔ خدا آپ کی امداد فرمائے۔

ملنے کے پتے:

- محمد رمضان میمن معرفت ہلال بک ہاؤس صدر کراچی
- کتب خانہ رشیدیہ - راجہ بازار - راولپنڈی
- مکتبہ فاروقیہ حنفیہ - عقبہ فائر بریگیڈ - اردو بازار گوجرانوالہ
- مدینہ کتب گھر - اردو بازار گوجرانوالہ
- عمران اکیڈمی - 40/B اردو بازار لاہور
- مکتبہ قاسمیہ 17 - اردو بازار - لاہور
- مکتبہ اسلامیہ - کلی مہاجرین - تلہ گنگ